ریڈ الرٹ

طارق اسماعیل ساگر

اردو فینز ڈاٹ کام

Scanned & PDF By: Qamar Abbas
Email:qamarabbas277@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کہانی مصنف کی ذہنی اختراع ہے۔ اس کے کسی نام، واقعات، مقام اور سچوایشن وغیرہ سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ اس کے لئے مصنف، پبلشر، پرنٹر بری الذمہ ہیں۔

بار اول	......	اکتوبر ۱۹۹۶ء
بار دوم	......	دسمبر ۱۹۹۶ء
مصنف	......	طارق اسمٰعیل ساگر
ناشر	......	جہانگیر بک ڈپو۔ لاہور
مطبع	......	نیاز جہانگیر پرنٹرز، لاہور
کمپوزر	......	رانا محمد یوسف
قیمت	......	=/150 روپے
سٹاکسٹ	......	جہانگیر بکس اقبال روڈ،
	......	نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی

اردو فینز ڈاٹ کام

CITIZEN LIBRARY
No 37
JHANG SADAR

باسمہ سبحانہ

ریسٹ ہاؤس پر یہ کال دوپہر کے بعد موصول ہوئی تھی۔ معمول کے مطابق وہ شہر کا چکر لگا کر ابھی واپس لوٹا تھا۔ شہر کیا تھا بمشکل پندرہ بیس ہزار کی آبادی تھا۔ ایک چھوٹی سی مارکیٹ۔ ٹاؤن کمیٹی دفتر اور پولیس اسٹیشن۔

لیکن —— اس کی اہمیت لاکھوں کی آبادی والے شہر سے زیادہ تھی۔ کم از کم دشمن کے نزدیک تو ایسا ہی تھا۔ اسے اس سے زیادہ محفوظ علاقہ اور کہاں میسر آتا ——

سینکڑوں کلومیٹر پر پھیلا صحرائی علاقہ جس میں میلوں پانی کا نام و نشان دکھائی نہیں دیتا تھا اور یہاں سرحدی چوکیاں بھی میلوں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ رات اور دن کے بھی حصے میں زوردار جھکڑ چلتے تو دور دور تک گہرا سرخ رنگ کا اندھیرا چھا جاتا جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

ایسے میں یہاں راستہ صرف ستاروں بھرا آسمان دکھاتا تھا۔

مقامی گائیڈ انہی ستاروں کی راہنمائی میں صدیوں سے اپنا راستہ اور منزلیں کھوجتے آئے تھے۔

یوں تو پاکستان اور بھارت کی سینکڑوں میل لمبی سرحد کے ساتھ ساتھ آر پار

سرحدوں کے بھیدی مل جاتے تھے۔ جو سمگلروں اور ایجنسیوں کے گائیڈ کی خدمات سر انجام دیا کرتے تھے۔ لیکن ـــــ اس علاقے میں دونوں طرف چند نام ایسے تھے جن پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا

یہ وہ لوگ تھے جو اپنے آباؤ اجداد کے دور سے یہی کام کرتے آرہے تھے۔ گو کہ سرحدی علاقہ قائم ہونے کے بعد ان کے کام کی نوعیت بدل گئی تھی۔

لیکن ـــــ ابھی تک انہوں نے اپنا پیشہ نہیں چھوڑا تھا ـــــ

"را" نے گزشتہ تین چار ماہ سے اس علاقے میں تین چار نئے "لانچنگ پیڈ" (جاسوسوں کو سرحد عبور کروانے کے خفیہ مقامات) قائم کرلئے تھے اور اس راستے سے وہ تربیت یافتہ دہشت گردوں کو پاکستانی سرحد میں داخل کرتے تھے جہاں سے مقامی ایجنٹوں کے ذریعہ وہ پھر اپنے اپنے "ٹارگیٹ ایریا" میں پہنچادیے جاتے تھے ـــــ

کیپٹن جمشید نے چند ماہ قبل اپنی کمانڈو ٹریننگ مکمل کی تھی۔ یہ اس کا آخری کورس تھا جس میں اس نے "پیراٹروپر" تربیت حاصل کی تھی اور اب اسے فیلڈ انٹیلی جنس یونٹ کا انچارج بنا کر اس علاقے میں بھیجا گیا تھا۔

جمشید کے یہاں آنے کے بعد سے دوسری طرف کے لوگ "محتاط" ہوگئے تھے ـــــ ان کی توقعات کے بعد برعکس دو ماہ میں تقریباً سات دہشت گرد پکڑے جاچکے تھے۔

یہ وہ آستین کے سانپ تھے جو پاکستان سے بھارت گئے تھے اور اب انہیں تخریب کاری کی مکمل تربیت دینے کے بعد واپس بھیجا گیا تھا۔

"سر! پوسٹ کمانڈر کا میسج ہے"۔

اس نے جیسے ہی سرحدی ریسٹ ہاؤس کے کمرے میں قدم رکھا حوالدار اللہ داد نے پیغام دیا۔

جمشید نے اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

حوالدار اللہ داد اس کا مطلب سمجھتا تھا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے فیلڈ ٹیلی فون پر پوسٹ کمانڈر سے رابطہ شروع کردیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی انسپکٹر خان لائن پر تھا۔

"ہاں مسٹر خان ـــــ کیا معاملات چل رہے ہیں"

کیپٹن جمشید نے اپنی عادت کے مطابق بے تکلفی سے دریافت کیا۔

"سر! آج کچھ خصوصی ڈاک کی خبر ملی ہے ـــــ تلواڑہ پوسٹ کے ایریا میں کچھ مومنٹ ہو رہی ہے ـــــ"

دوسری طرف سے انسپکٹر خان نے کہا۔

"او۔کے۔بی الرٹ۔ میں شام کو پہنچتا ہو"

کیپٹن جمشید نے فون بند کردیا۔

تھوڑی دیر بعد کچھ سوچتے ہوئے اس نے حوالدار اللہ داد کو اندر بلالیا۔

"یس سر!"

حوالدار نے ایڑیاں بجائیں۔

"تم دو جوانوں کے ساتھ بس اسٹینڈ پر پہنچو ـــــ ٹرین بھی چیک کرلینا۔ میں تلواڑہ پوسٹ پر جاؤں گا ـــــ آج رات شاید وہیں رہوں ـــــ کوئی بھی ایمرجنسی ہو مجھے فوراً میسج دو ـــــ صوبیدار صاحب ادھر ڈیوٹی پر رہیں گے ـــــ"

جمشید نے اپنی اگلی پلاننگ اسے بتائی۔

"رائٹ سر' ـــــ"

حوالدار نے اثبات میں سر ہلایا۔

ابھی نکل جاؤ ـــــ بڑی جیپ لیجانا ـــــ میرے لیے چھوٹی چھوڑ جاؤ ـــــ ریڈیو ٹھیک کام کر رہا ہے ناں ـــــ

اس نے حوالدار سے پوچھا کیونکہ چھوٹی جیپ کے وائرلیس سسٹم میں اگلے روز کچھ خرابی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے سر! کوئی پرابلم تو نہیں ہے ـــــ"

اردو فینز ڈاٹ کام

حوالدار نے بتایا۔

"آل رائیٹ ——— بی الرٹ! ٹرین خود چیک کرنا ——— پولیس پر نہ چھوڑ دینا ——— تلواڑہ پوسٹ پر مجھے رپورٹ کرو" ———

اس نے حوالدار کو جانے کا سگنل دیا

حوالدار اللہ اپنے دو جوانوں کے ساتھ تھوڑی دیر بعد روانہ ہو گیا۔

یہاں شام کو ایک پسنجر ٹرین آتی تھی جس کو معمول کے مطابق انہوں نے چیک کرنا تھا۔ کیپٹن جمشید نے صوبیدار صاحب کو کچھ ہدایات دیں اور تھوڑی دیر بعد وہ جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

اپنے معمول کے مطابق اس نے سویلین کپڑے پہنے ہوئے تھے اور یہاں سے تقریباً آٹھ کلو میٹر دور اپنی سرحدی پوسٹ "تلواڑہ" کی طرف جا رہا تھا ———

سورج اس کے عقب میں پھیلے درختوں کے سلسلے کے پیچھے سرخ رنگ کی گہری سی لکیر افق پر بکھیرتا نیچے اترتا چلا جا رہا تھا ——— اس کے سامنے طویل و عریض صحرائی علاقہ تاحد نظر پھیلا ہوا تھا۔

بھیکڑ کی جھاڑیاں ہی ریت کے ٹیلوں سے کہیں کہیں سر اٹھاتی دکھائی دے رہی تھیں اور حد نظر تک سوائے ریت سمندر کچھ بھائی نہیں دیتا تھا ———

یہاں وہ کافی مرتبہ آئے تھے اب یہ راستہ ازبر ہو گیا تھا ——— ان لوگوں نے رینجرز کی مدد سے جھاڑیوں کے بیچوں بیچ ایک راستہ بنا لیا تھا جسے مقامی لوگ بھی اختیار کرتے تھے اور ان کے اونٹ بھی اسی راستے پر سفر کرتے ہوئے تلواڑہ پوسٹ سے ملحقہ آخری سرحدی گاؤں تک جایا کرتے تھے ———

کیپٹن جمشید نے سورج کی روشنیاں ریت پر پڑنے سے پیدا ہونے والی چمک جو کبھی کبھی آنکھوں کو چندھیا دیتی سے بچنے کے لئے اپنی آنکھوں پر صحرائی عینک چڑھائی تھی،

ابھی وہ بمشکل تین چار کلو میٹر چلا تھا جب اسے سرخ رنگ کا ایک بگولہ اپنی طرف

منہ پھاڑے لپکتا دکھائی دیا۔

یہ اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی ———

یہاں عموماً ایسے ہی جھکڑ چلا کرتے تھے اور اچانک ہی صحرائی بگولے پیدا ہونے لگتے تھے جمشید کو اعتماد تھا کہ اگر وہ آنکھیں بند کر کے بھی چلنا شروع کر دیتا تو یہاں سے اپنی پوسٹ پر باآسانی پہنچ سکتا تھا۔

اس نے جیپ کا گیئر بدل کر اسی کی رفتار کچھ کم اور انجن کی طاقت بڑھائی ———!

لیکن ——— جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ یہ معمول کا صحرائی جھکڑ نہیں تھا ———

لیکن جیپ میں بیٹھے ہوئے اسے یوں لگتا تھا جیسے ابھی وہ ہوا میں اڑا ہوا آسمان پر پہنچ جائے گا۔

○

ریت سے بھری تند و تیز ہوائیں چنگھاڑتی ہوئے جیپ کے ٹائروں اور باڈی سے رگڑ لگا کر ایسی آوازیں پیدا کر رہی تھی جیسے آرٹلری کا کوئی کانوائے چل رہا ہو۔ تین چار منٹ تک وہ جیپ چلاتا رہا ———

لیکن ——— اب اس کے سامنے ریت کی ایک چادر سی تن گئی تھی۔ جمشید نے ہیڈ لائٹس روشن کر لیں۔

لیکن ———

یہ ہیڈ لائٹس بھی اب کارآمد نہیں رہی تھیں ———

ایک ٹیلے کے نزدیک اس نے جیپ روک لی۔ انجن سٹارٹ تھا اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آگے پوسٹ کی طرف جائے یا وہ ایسے ہی ریسٹ ہاؤس لوٹ جائے اور اس طوفان کے گزر جانے کے بعد اپنے سفر کا آغاز کرے ———'

اس کے دل و دماغ ایک ہی فیصلے پر متفق تھے کہ وہ آگے جائے۔ اس کی ڈیوٹی کا یہی تقاضا تھا۔

موسم کیسا بھی ہو؟

حالات کیسے بھی ہو جائیں!

جب اسے ایک اہم پیغام مل گیا تھا تو اس کا یہ فرض تھا کہ اب اس آپریشن کی کمان خود سنبھالے ـــــ

اسے اپنے رینجرز پر بے حد اعتماد تھا۔

لیکن ـــــ اس نے محسوس کیا تھا کہ کیپٹن جمشید کی کمان میں کوئی بھی سرچ آپریشن کرنے میں وہ فخر محسوس کرتے تھے اور پوسٹ پر اس کی موجودگی عموماً خوشگوار تبدیلی کا باعث بنا کرتی تھی۔

یہی سوچتے ہوئے اس نے دوبارہ ایکسیلیٹر پر اپنا دباؤ بڑھا دیا ـــــ

تھوڑی دیر بعد اسے یوں لگا جیسے جیپ ریتلی زمین سے اچانک دلدل میں اتر گئی ہو ـــــ اس کو جیپ کے ٹائر ریت میں دھنستے محسوس ہونے لگے تھے ـــــ اسے اندازہ تھا کہ تیز ہوا کے طوفان سے جو تازہ ریت اڑ کر جا رہی تھی وہ اس راستے پر بھی ریت کی نئی تہہ بچھائے جا رہی تھی اور یہی سبب تھا جیپ کے ٹائروں کے دھنسنے کا احساس ہونے کا ـــــ

کیپٹن جمشید نے اب "فور ویل گیئر" لگا لیا تھا۔

اس گیئر میں وہ بہت کم رفتار سے چل سکتا تھا لیکن اب اسے ڈرائیونگ میں کچھ خاص دشواری پیش نہیں آ رہی تھی کیونکہ انجن اپنی پوری طاقت کے ساتھ چل رہا تھا ـــــ اچانک ہی جیپ کو جھٹکے لگنے شروع ہو گئے ـــــ!

طوفانی ہواؤں کے ساتھ آنے والی ریت نے دراصل اس کے ریڈی ایٹر میں ضرورت سے زیادہ ہی جگہ بنا لی تھی ـــــ

جیپ کسی نہ کسی طرح بار بار سٹارٹ کرنے اور بند ہونے کے عمل سے گزارتا دو کلومیٹر تک لے آیا تھا ـــــ

اپنی جیپ کے سپیڈو میٹر کے مطابق اب وہ پوسٹ سے بمشکل ایک کلومیٹر دور رہ

گیا تھا۔

اچانک ہی جیپ کو زوردار دھچکا لگا اور انجن نے کام بند کر دیا۔

اس لمحے طوفان میں وہ جیپ کا بونٹ اٹھا کر انجن کی خرابی دیکھنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے وائرلیس ریڈیو آن کیا اور تھوڑی دیر بعد میں اس کا رابطہ کمپنی ہیڈ کوارٹر سے ہو گیا۔

کیپٹن جمشید نے اپنی صورت حال بتا کر آگاہ کیا تھا کہ وہ پیدل پوسٹ کی طرف آ رہا ہے۔ "او۔ کے سر! اگر آپ حکم دیں تو اونٹ سوار ادھر روانہ کر دیں"۔

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نو ـــــ ریس او۔ کے ـــــ"

اس نے وائرلیس آف کی اور جیپ کے ڈیش بورڈ میں رکھا پستول ہولسٹر سمیت اپنی کمر سے باندھ لیا ـــــ

جیپ سے اس نے ٹارچ اٹھالی تھی اور پانی کی بوتل اپنے کندھے پر ڈالنے سے پہلے اس میں سے پانی کا ایک بڑا گھونٹ بھی بھر لیا تھا۔

جیپ کے خراب ہونے پر اسے احساس ہوا کہ اس نے زندگی میں سب سے زیادہ عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے اور صحرائی عینک لگالی ورنہ جو ریت اس کے کانوں اور بالوں میں گھسی ہوئی تھی اور اب ناک کے راستے حلق میں بھی اترنے کے لئے پر تول رہی تھی اس کی آنکھوں کو بھی اندھا کر دیتی۔

ابھی اس نے ڈھنگ سے زمین پر قدم رکھے ہی تھے جب اسے احساس ہوا کہ زمین سے قدم اکھڑ رہے ہیں۔

لیکن ـــــ اپنے ارادوں کی طرح مضبوط قدم رکھ کر وہ پوسٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ـــــ

پندرہ بیس منٹ تک اسی طرح چلنے کے بعد کیپٹن جمشید کو احساس ہوا کہ جیسے اس

اردو فینز ڈاٹ کام

نے راستہ کھو دیا ہے۔

اس نے ٹارچ روشن کر کے زمین پر روشنی ڈالی تو اندازہ ہوا کہ یہ وہ راستہ نہیں جس پر چل کر تلواڑہ پوسٹ کی طرف جایا جاتا ہے ــــــ

صحرائی طوفان میں سفر کا یہ اس کا پہلا تجربہ تھا ــــــ

وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور گھٹنوں میں سر دے کر سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔

اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں اسے پندرہ بیس گز کے بعد کچھ دکھائی دے رہا تھا۔

اس کے چاروں طرف ریت کا صحرا تھا یا پھر چاروں طرف چیختی چنگھاڑتی طوفانی ہوائیں جو اب اس کے بدن پر اس طرح جھانپڑ مار رہی تھیں جیسے سمندری طوفان کی لہریں بھنور میں پھنسے جہاز پر مارا کرتی ہیں۔

جمشید کو یہ آس ضرور تھی کہ وہ ابھی تک اپنی سمت میں سیدھا ہی چلا ہے۔

دس بارہ منٹ اس نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے گزار دیے ــــــ

پھر اچانک ہی اسے احساس ہونے لگا کہ وہ بزدل ہو گیا ہو ــــــ پھر اس طرح بیٹھنے کی بھی کوئی وجہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اب وہ پھر ایک مخمصے میں پھنس گیا تھا۔

دماغ کہتا کہ واپس لوٹ جا اور جیپ کو تلاش کر کے اس میں موجود وائرلیس کے رابطے مدد طلب کرے جبکہ اس کا دل اسے خلاف مردانگی گردان کر تقاضا کر رہا تھا کہ وہ اپنا سفر پوسٹ کی طرف جاری رکھے۔

کہیں دیر نہ ہو جائے یہ سوچ کر وہ اٹھا اور چلنا شروع کر دیا۔

طوفان کا زور کچھ کم پڑنے لگا تھا ــــــ جس سے اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ آسمان پر خلاف معمول اچانک گہرے بادل چھا گئے تھے۔

یہاں کا موسم بھی مزاج یار کی طرح اچانک ہی اپنا موڈ بدل لیا کرتا تھا۔ سورج بھی اب شاید غروب ہو چکا تھا۔

جمشید کو اب ایک اور پریشانی نے آن گھیرا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سرحد غیر قانونی طور پر

عبور کرنے کا یہ بڑا آئیڈیل موسم تھا۔ اس سے بھارتی ضرور فائدہ اٹھاتے۔ کیونکہ اس طوفان میں گشت کرنا ممکن نہ تھا۔

وہ جلد از جلد پوسٹ پر پہنچ کر سرحد پار سے آئے ایجنٹوں کے استقبال کی تیاریاں کرنا چاہتا تھا۔

”خدا جانے حوالدار صاحب نے کیا رپورٹ دی ہے ــــــ“

اس نے دل ہی دل میں یہ سوچا۔

یہاں اسے ایک ایک لمحے کے لئے چوکس رہنا پڑتا تھا۔ اپنے دو ہیڈ کوارٹر کو ایک ایک لمحے کی رپورٹ دینا پڑتی تھی۔

دشمن کی مداخلت پچھلے چند مہینوں سے بہت زیادہ ہو گئی تھی اور اس نے خصوصاً سندھ کے شہروں میں زندگی کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

گھڑی کی طرف دیکھنے سے اسے اندازہ ہوا کہ جیپ سے نکلے اسے قریباً ایک گھنٹہ ہو گیا تھا۔

طوفان اب قریباً تھم چکا تھا۔

آسمان پر بادل سیاہ گہرے ہو رہے تھے۔

کچھ سوچتے ہوئے کیپٹن جمشید نے اپنے معمول کے مطابق پوسٹ کی طرف رخ کر کے تین چار مرتبہ ٹارچ کو جلایا بجھایا پھر اس کا رخ آسمان کی طرف کر کے بھی جلاتا بجھاتا رہا اس طرح وہ پوسٹ والوں کو اپنی موجودگی اور پوزیشن کا سگنل دے رہا تھا ــــــ!

!اسے آس تھی کہ اس طرف آنے والی کوئی کوئی پیٹرولنگ پارٹی چند منٹ میں اس کے نزدیک پہنچ جائے گی۔

”اور ایسا ہی ہوا ــــــ“

واقعی چند منٹ بعد اسے ایک جیپ کی ہیڈلائٹس اپنی طرف آتی دکھائی دی۔

اس نے جیپ کو دیکھ کر ٹارچ کو پھر روشن کر کے اسے اپنی طرف آنے کا سگنل دیا۔ جیپ تیز رفتاری سے اس کے نزدیک آ کر رکی تھی۔ جس میں سے تین جوان

اردو فینز ڈاٹ کام

پھلانگیں مارتے اترے اور انہوں نے اپنی گنیں اسی کی طرف تان رکھی تھیں۔

"ہینڈز اپ"——

ان میں سے ایک نے للکارا۔

کیپٹن جمشید نے جیپ کی ہیڈلائٹس میں دیکھ لیا تھا کہ وہ رینجرز سیل "بی ایس ایف" بارڈر سیکورٹی فورسز کے کمانڈرز تھے۔

بھارتی بارڈر سیکورٹی فورسز نے بھارتی فوج کے "بلیک کینس کمانڈوز" کے ساتھ حال ہی میں اپنی کچھ کمانڈر کمپنیاں کھڑی کی تھیں۔ ان لوگوں کا تعلق شاید ایسی ہی کسی کمپنی سے تھا۔

کیپٹن جمشید نے ایک لمحے کا توقف ضائع کئے بغیر اسے ڈانٹ دیا۔

"آئی ایم میجر شرما"۔

اس نے اس علاقے میں آپریٹ کرنے والے بھارتی فوج کے انٹیلی جنس یونٹ کے میجر شرما کا نام لیا——

وہ لوگ ایک لمحے کے لئے تو گڑبڑا کر رہ گئے۔

لیکن——

وہ بھی بھڑے پکے معلوم ہوتے تھے۔

"سر! ہم آپ کو نہیں پہچانتے—— آپ کو ہماری حفاظت میں پوسٹ تک جانا ہوگا۔ اسی کمانڈو نے اپنی رائفل بدستور جمشید کی طرف تانتے ہوئے کہا۔

"ایڈیٹ—— تم کیا لینے آئے ہو اس علاقے میں—— مجھے نہیں جانتے —— میں دو گھنٹے سے طوفان میں پھنسا ہوا ہوں—— میرا دماغ خراب تھا جو تمہیں مسلسل سگنل دے کر بلا رہا ہوں—— کیا سمجھے——"

اس نے پھر لاپرواہی سے کہا۔

"آئی ایم سوری سر——"

دوسری طرف بھی کوئی بڑا پڑھا پڑھایا جوان تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"۔

جمشید نے بظاہر اسے پھاڑنے والے لہجے میں کہا۔

سر! میں مجبور ہوں—— آپ کمانڈر صاحب کے پاس جا کے اپنی شناخت کروائیں—— اس کے بعد ہی۔______"

اس نے فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

جمشید نے اندازہ کر لیا تھا کہ ان حالات میں بھاگنا قریباً ناممکن تھا۔ اس کی طرف چار آٹومیٹک رائفلیں تنی تھیں——

"او۔کے۔ چلو"——

اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"سر! اپنا پستول ہمیں دے دیں"——

اسی کمانڈر نے جمشید کے پہلو سے چمٹے ہوئے ہولسٹر طرف اشارہ کیا

"How Can it Possiable" (کیسے ممکن ہے)

جمشید نے اسے پھر سخت لہجے میں جھاڑ پلائی۔

سر! یہ بھی آپ کی تربیت کے مطابق ہی ہو رہا ہے—— آپ نے ہی ہمیں یہ کچھ سکھایا ہے۔

ایک دوسرے جوان نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

جمشید نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر پستول اسے ہولسٹر سمیت تھما دیا۔

ان کی کوئی اور بات سنے بغیر وہ بڑے رعب سے چلتا ہوا جیپ کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ایک بات کا اندازہ اسے اب تک ہو چکا تھا کہ یہ لوگ شاید اس ایریا میں نئے ڈیپلائے ہوئے آئے تھے جنہوں نے میجر شرما کا نام تو سن رکھا ہے لیکن اسے دیکھا نہیں——

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ابھی تک اس کے ساتھ بدتمیزی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

جمشید نے البتہ ان کی تربیت اور ہوشیاری کو دل ہی دل میں سراہا کہ ان لوگوں نے ابھی تک اسی پر سے ایک لمحے کے لئے بھی نظر نہ اٹھائی ——

اسے یاد آگیا ایک مرتبہ جب مقامی کھوجی علی بخش کے ساتھ وہ رات کو پاکستانی سرحد میں داخل ہونے والے کسی تخریب کار کے قدموں کا تعاقب کر رہا تھا تو اس نے کہا تھا۔

"کیپٹن صاحب یہ صحرا بڑی ظالم شے ہے —— اس سے دوستی نوے کا گھاٹا ہے —— نوے کا گھاٹا۔ میں بچپن سے سرحد سے آر پار آجا رہا ہوں لیکن یہاں کی سرحد بندی اسی طرح کی گئی ہے کہ مجھے بھی کبھی کبھی اپنے آپ پر شک ہوئے لگتا کہ میں اپنے علاقے میں ہوں یا بھارتی علاقے میں —— آدمی اپنی سمت سے ایک لمحے کے لئے چوکا اور کہیں سے کہیں جا پہنچا ——"

کیپٹن جمشید نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ تکواڑہ پوسٹ سے داہنی سمت پلٹ گیا ہو گا۔ تکواڑہ پوسٹ بھارتی علاقے کے دو ڈھائی کلومیٹر اندر ایک تکون نما کی صورت میں ہوئی تھی اور اس تکون کے دونوں زاویوں پر بھارتی سرحد واقع تھی۔ خصوصاً شمال کی سمت کو ڈیڑھ دو کلومیٹر پر آپ کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا —— خود پر غصہ آنے لگا تھا کہ اس نے وہیں رک کر صبح ہونے کا انتظار کیوں نہ کر لیا اور خصوصاً بار بار اپنی موجودگی کی نشان دہی کے لئے ٹارچ کیوں روشن کی؟ ——

وہ جانتا تھا کہ اس علاقے میں معمول کے مطابق تو ایسی گشت نہیں ہوتی جیسے دوسرے علاقوں میں پوسٹوں اور سرحد کے ساتھ ساتھ کی جاتی ہے۔

لیکن چونکہ بھارتیوں نے یہاں تخریب کاری کے مراکز بنا رکھے تھے۔ اسی لئے ان بھارتی علاقے میں نقل و حرکت بھی معمول سے بڑھ گئی تھی۔

یہاں کا چارج سنبھالنے سے پہلے اسے ہیڈ کوارٹر میں بریفنگ دیتے ہوئے کرنل صاحب نے راجستھان کی سرحد کے ساتھ ساتھ قریباً تیرہ ایسے کیمپوں کی نشاندہی کی تھی جہاں کے تخریب کاروں کو تربیت دے کر پاکستانی سرحد خصوصاً سندھ میں داخل کیا جاتا تھا

اسے یاد تھا جب اس کے ساتھ کیپٹن خالد نے کرنل صاحب سے کہا تھا۔

"سر برائی کو جڑ سے ہی کیوں نہ اکھاڑ پھینکا جائے۔ ان کے کیمپس ہی کیوں نہ ختم کر دیں۔"

اس سوال کا جواب ہمیشہ سنجیدہ رہنے والے کرنل خان نے مسکراتے ہوئے صرف دو الفاظ میں دیا تھا۔

"وش فل تھنکنگ" Wish Ful Thinking

اور بات آئی گئی ہو گئی ——

کیپٹن خالد نے گو کہ یہ بات بہت سنجیدگی سے نہیں کہی تھی۔ لیکن ——، ان حالات میں جب بے گناہ عوام تاجر مولی کی طرح کٹ رہے تھے کوئی بھی محب وطن ایسے تخریب کاری کے مراکز کا وجود برداشت کر سکتا تھا؟

"یار میں تو ادھر برفانی علاقے میں جا رہا ہوں —— لیکن ہمیں شاید ادھر بھیجا جائے گا —— سنا ہے وہاں لوگ اکثر بھول کر سرحد پار کر جاتے ہیں۔ اگر کہیں ایسا ہو جائے اور تم خوش قسمتی سے بھول کر سرحد پار کر جاؤ تو خالی ہاتھ واپس نہ آنا —— دو تین کیمپ تو برابر کر دینا۔ سالوں کو کچھ تو اپنے ہونے کا ثبوت دیں" ——

کیپٹن خالد نے چائے پر خوش گپیاں کرتے ہوئے اس کے کاندھے پر بے تکلفی سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"بے فکر رہو پیارے —— اپنے ارادے بھی کچھ ایسے ہی ہیں" ——

اس نے اپنی "کورس میٹ" کیپٹن خالد سے بے تکلفی سے کہا۔

دونوں ہنس دیے ——!

○

جیپ خاصے جھٹکوں کے ساتھ چل رہی تھی ——

جس راستے پر وہ سفر کر رہے تھے وہاں کچھ ہریالی کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ جمشید کو

یاد تھا کہ بھارتیوں نے اس طرف جو نئی نہر کھودی تھی اس کے پانی سے یہاں کھیتی باڑی بھی شروع کردی تھی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان کا علاقہ اپنی نسبت کچھ زیادہ سرسبز دکھائی دے رہا تھا۔

اسے نجانے کیوں رہ رہ کر کیپٹن خالد کی بات یاد آ رہی تھی ——

کیپٹن خالد کی طرح اس کے اور ساتھیوں کو بھی اس بات سے بڑی الجھن ہوتی تھی کہ دشمن کو اس کی زبان ہی میں کیوں جواب نہیں دیا جاتا؟ ——

اچانک ہی اسے گمان ہوا جیسے قدرت نے کیپٹن خالد والی بات پوری کرنے کے لئے یہاں بھیج دیا ہے۔

کہیں اس کا بھارتی سرحد میں داخل ہونا مشیت ایزدی تو نہیں؟

کہیں قدرت نے اسے کسی بڑے کام کے لئے تو منتخب نہیں کرلیا؟

ڈسپلن اور ضابطوں کی پابندی نے اب تک اس کے ارمانوں کا گلا بھی گھونٹ رکھا تھا۔

لیکن ——

اب تو وہ ان تمام پابندیوں سے آزاد ہو چکا تھا۔

اب تو وہ دشمن کی حراست میں تھا۔

تمام ضابطوں اور جکڑبندیوں سے آزاد ——!!

اس سوچ نے اس کے جسم میں عجیب سی ہلچل پیدا کردی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا بھارتی سرحد میں داخل ہونا اور بی ایس ایف کی اس کمانڈو پارٹی کے قابو آنا در اصل ایک ڈرامے کا حصہ ہے ——

قدرت کوئی اور ہی کھیل رچا رہی تھی ——

کیپٹن جمشید نے وقتی طور پر تو ان لوگوں کو قدرے حواس باختہ کردیا تھا۔

لیکن کب تک؟

اس نے سوچا۔

جلد یا بدیر وہ لوگ اپنی پوسٹ پر پہنچ جاتے جہاں اس کی شناخت ہو جاتی اور اس کے بعد شاید اس کے فرار کے تمام راستے محدود ہو جاتے۔

وہ جانتا تھا کہ اس بات کا علم ہونے پر کہ پاکستان آرمی کے فیلڈ انٹیلی جنس یونٹ کا کیپٹن جمشید ہے جس نے گذشتہ دو ماہ سے بھارتیوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں ان کی حراست میں ہے بھارتی فوج کی مقامی اعلیٰ کمان کے لئے ناقابل ہضم کامیابی بن جائے گی ——

وہ تو بھگوان کا شکر ادا کرنے کے لئے خصوصی عبادات کا اہتمام کریں گے اور دنیا کا کوئی اخلاقی اور قانونی ضابطہ ان پر لاگو نہیں ہوتا تھا۔

اصولی طور پر انہیں فوراً پاکستانی پوسٹ سے ملاپ کرنے کے بعد اسے واپس لوٹانا چاہیے تھا۔

لیکن —— وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے؟

انہیں انہیں خوش ہونے کا موقعہ میں نہیں دوں گا؟

اس نے دل ہی دل میں مضبوط عزم کو دہرایا اور مستعد ہو کر بیٹھ رہا۔

کیپٹن جمشید نے بی ایس ایف کی پوسٹ پر پہنچنے سے پہلے ہی ان سے نجات حاصل کرلینے کا تہیہ کرلیا تھا۔

اور اب وہ اسی فیصلے پر عمل کرنے کے لئے کامیاب ساعت کا منتظر تھا —— کوئی بھی ایسی ساعت سعید جس میں وہ اپنے ذہن میں طے شدہ منصوبے پر عمل کر گزرتا ——!!

شام کے بعد سے آسمان پر جو بادل چھا گئے تھے انہوں نے اب باقاعدہ گرجنا شروع کردیا تھا ——!!

جیپ نے ایک موڑ مڑا اور اب وہ ایک قدرے پختہ راستے پر بھاگنے لگی تھی۔

راستے کا ملاپ پھر سبزے کے کنارے سے ہو گیا ——

اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے پوسٹ کے بجائے کمپنی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے لے

جایا جارہا تھا۔۔۔۔

بادل دوبارہ زور سے گرجا اور ساری فضا دہل کر رہ گئی۔

"کوئی سگریٹ وغیرہ ہے یا نہیں۔۔۔۔ صبح سے راستہ بھول کر بھٹک رہا ہوں۔۔۔۔ سگریٹ تک ختم ہوگئے ہیں"۔۔۔۔

اس نے گردن قدرے گھما کر پچھلی سیٹ پر موجود تینوں کمانڈوز کی پوزیشن کا جائزہ بھی لے لیا۔ جو اپنی بندوقیں گود میں رکھے مستعد بیٹھے تھے۔۔۔۔

"چار بہادر ہے سر!"

پیچھے سے آواز آئی۔

"یار وہی دے دو۔۔۔۔"

کیپٹن جمشید نے ابھی تک اپنے لہجے کا وقار برقرار رکھا تھا۔

رات گہری ہو رہی تھی۔۔۔۔

آسمان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کر گزرنے کے لئے بے قرار ہے۔۔۔۔ کسی بھی لمحے زوردار بارش کی توقع کی جاسکتی تھی۔

پچھلی سیٹ پر موجود کمانڈو نے "لیجئے سر" کہتے ہوئے۔ سگریٹ کی ڈبیا ماچس سمیت اس کی طرف بڑھائی۔

جمشید نے اپنی گردن کو دائیں سمت خم دے کر "تھینک یو" کہا۔

لیکن۔۔۔۔ یہ الگ بات کہ اس نے بھارتی کمانڈو کی سگریٹ کی ڈبیا کے بجائے اس کی کلائی کو ہی پکڑ لیا تھا۔

ایسی آہنی گرفت کا شاید اس بے چارے کو گمان ہی نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے کوئی لفظ نکلے یا اسے صورت حال کی سمجھ آئے۔ جمشید نے پوری قوت اپنی اس گرفت میں جمع کی اور بجلی کی سی تیزی سے اسے آگے کی سمت جھٹکا دیا۔

یہ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ بھارتی کمانڈو اپنے آدھے دھڑ سمیت جیپ کے ڈرائیور پر آرہا جس نے گھبراہٹ میں پورے زور سے جیپ کے بریک لگائے تھے۔

ایک زوردار جھٹکا ان سب کو لگا۔ جس نے ان کا توازن بھی بگاڑ کر رکھ دیا۔

توازن تو کیپٹن جمشید کا بھی بگڑا تھا۔

لیکن۔۔۔۔ وہ شاید ذہنی طور پر تیار تھا۔ پھر اس تحریک کا محرک بھی تو وہی تھا۔

ایسے ہی جیپ کو جھٹکا لگا کیپٹن جمشید اس سے باہر گر پڑا۔

لیکن۔۔۔۔ منہ کے بل نہیں بلکہ وہ مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ باہر گرا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو ناپ تول کر اپنے پاؤں کی قوت بڑھائی تھی۔ زمین پر وہ اپنے بائیں بازو کے بل گرا اور پھر اسی بازو پر قلابازی کھا گیا۔۔۔۔!

اس کے ساتھ ہی جیسے اس کے بدن میں کوئی مقناطیس قوت سما گئی تھی۔ وہ اپنے قدموں پر یوں گھوما تھا جیسے اچانک ہی کسی مشین نے دوسری طرف گھومنا شروع کر دیا ہو۔

قدموں کو زمین پر جماتے ہوئے اس نے ایک نظر گردن گھما کر جیپ کا جائزہ لیا جو ابھی سیدھی کھڑی ہوئی تھی۔ شاید اس کے سواروں نے ڈھنگ سے اپنے آپ کو سمیٹا بھی نہیں تھا جب اس نے سامنے نہر کے کنارے جھاڑیوں میں چھلانگ لگائی اور جھاڑیوں سے پھسلتا ہوا نہر میں جا گرا۔۔۔۔

نہر میں اس کے گرنے سے زوردار آواز پیدا ہوئی تھی۔

لیکن وہ برقی مشین کی طرح اپنے معمولات انجام دے رہا تھا۔۔۔۔ اپنے جوتوں سمیت وہ نہر میں اس طرح گرا تھا جیسے ماہر تیراک اپنے تیراکی کے لباس کے ساتھ سمندر کی گہرائی میں اترا کرتے ہیں۔

پانی زیادہ گہرا نہیں تھا۔

لیکن۔۔۔۔ وہ اس کی مکمل گہرائی میں اتر گیا تھا۔ اسی گہرائی کے اندر اس نے دونوں بازو فضا میں پرواز کرنے والے شاہین کی طرح دونوں سمت پھیلاتے ہوئے برق رفتار سے پانی کو کاٹنا شروع اور دس گز چوڑی نہر کو بہ مشکل ایک منٹ میں دوسرے کنارے تک پاٹ دیا۔۔۔۔

اردو فینز ڈاٹ کام

یہ کنارہ کچھ زیادہ اونچا نہیں تھا۔

جمشید نے مضبوطی سے اپنے دونوں بازو کنارے پر لگی جھاڑیوں میں جمائے اور اپنے گیلے بدن کو ہاتھوں کے بل پر جھٹکا دے کر باہر اچھال دیا۔

پانی اس کے کپڑوں سے یوں نچڑ رہا تھا جیسے ساری نہر کا پانی اس کے بدن پر اکٹھا ہو گیا ہو اس انداز میں اس نے زمین پر سانپ کی طرح لوٹ کر اپنا سفر شروع کیا اور پھر چند منٹ بعد اپنے قدموں پر جھک کر جس سمت اس کا منہ تھا۔ اس طرف بھاگنا شروع کر دیا

———

جیپ سے چھلانگ لگانے سے دوسرے کنارے پر بھاگنے تک اس کے کسی عمل میں کوئی وقفہ نہیں آیا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے بٹن دبانے پر پہلے کسی گاڑی نے سلف پکڑا جس نے پنکھے کو گھمایا پنکھے نے انجن کو اور انجن سٹارٹ ہو گیا———

جب وہ زمین پر جھکا تیزی سے بھاگ رہا تھا تو اسے زوردار گالیاں دیتے ہوئے بھارتی کمانڈوز نہر کے پانی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہے تھے———

پانی سے شڑاپ شڑاپ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ گہری رات کا تقدس چھلنی ہو رہا تھا۔

اچانک ہی زوردار مینہ برسنے لگا———!!

✿✿✿

نیا باب

جیپ کو اچانک زوردار جھٹکا لگنے سے باقی دونوں کمانڈرز بھی منہ کے بل آگے کو جھکے اور ان کے سر سامنے والی سیٹوں سے ٹکرائے اور انہوں نے ڈرائیور کو گالیاں دینا شروع کر دیں جو پہلے ہی اپنے اوپر گرے جوان کو جھٹکے سے الگ کر کے انہیں گالیاں دے رہا تھا۔

اگر یہ عام سڑک ہوتی تو شاید جیپ اپنے سواریوں سمیت الٹ گئی ہوتی۔ یہ تو ان کی خوش قسمتی تھی کہ راستے پر زیادہ پھسلن نہیں تھی———

اپنے ہوش و حواس قائم ہونے پر انہیں سب سے پہلے اس جان لیوا اور تلخ حقیقت کا احساس ہوا کہ نوگرفتار جیپ میں موجود نہیں———

پہلے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ وہ جھٹکے سے باہر جا گرا ہے اور ڈرائیور کو جیپ گھما کر ادھر ہیڈلائٹس کی روشنی ڈالنے کی ہدایت کی۔

لیکن وہاں تو اس کا نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"بھاگ گیا———"

اچانک ہی ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا۔

"وہ گیا———"

دوسرے نے نہر کی طرف اشارہ کیا جہاں سے جمشید نے پانی میں چھلانگ لگائی تھی تینوں گالیاں بکتے ہوئے جیپ سے باہر آگئے———

انہوں نے نہر کی طرف بھاگنا شروع کیا اور اس کے کنارے پر رک گئے۔ گہری

اردو فنز ڈاٹ کام

اندھیری رات میں ان کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"ٹارچ جلاؤ" ——

ان میں سے ایک نے جو شاید اس گروپ کا کمانڈر تھا چیختے ہوئے کہا۔

"ٹارچ تو لینی ہے —— شاید جیپ میں رہ گئی ——"

ان میں سے ایک نے کہا۔

"میرا منہ کیا دیکھتے ہو —— ٹارچ لے کر آؤ ——"

دوبارہ کمانڈر نے چیخ کر کہا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے پانی میں گولیاں برسانی شروع کر دیں

"یہ لیجئے ٹارچ ——"

شاید ٹارچ آ گئی تھی ——

کمانڈر نے فائرنگ روک کر پانی میں روشنیاں پھینکنی شروع کیں۔

لیکن —— وہاں تھا کیا جو دکھائی دیتا۔

جمشید تو دوسری طرف غائب ہو چکا تھا ——

"دوسری طرف چلو ——"

کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کو چلاتے ہوئے حکم دیا۔

"او۔ کے سر!"

اس کے ہمراہیوں نے کہا اور سب بھاگ کر جیپ تک پہنچے۔

لیکن —— یہاں ایک اور بدشگونی آڑے آ رہی تھی۔

زوردار جھٹکے یا کسی اور وجہ سے جیپ نے چلنے ہی سے انکار کر دیا تھا۔ ڈرائیور اسے بار بار سلف مارتا لیکن کھرر کھرر کی آواز کے بعد انجن بند ہو جاتا۔

"شاید سلف کا نقص ہے جناب" ——

اس نے اپنے حوالدار سے کہا۔

"اوہ بھگوان —— کس مصیبت میں پھنس گئے کرنل واڈیا تو ہماری جان لے

لے گا" ——

حوالدار نے جوان کا کمانڈر اور خاصا ہوشیار بھی دکھائی دے رہا تھا کہا۔

"سر! کرنل صاحب کو بتایا ہی نہیں۔ ہم تو معمول کی گشت کر رہے ہیں۔ انہیں علم نہیں کہ ہم نے کسی مشکوک کو پکڑا ہے"۔

ڈرائیور نے کہا۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"

حوالدار نے تشویش ظاہر کی۔

"جلدی کچھ فیصلہ کیجئے سر!"

دوسرے کمانڈو نے کہا۔

"میرا خیال ہے۔ اس معاملے کو گول ہی کر جائیں۔ ہم کہہ دیں گے شہر میں کسی کی موجودگی کا شک ہوا ہے اس طرح ممکن ہے کچھ پردہ رہ جائے۔ بالکل جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔ تم کرنل واڈیا کو نہیں جانتے وہ بڑا خبیث آدمی ہے —— معمولی بات پر جوان کو پھٹو لگا دینا اس کی عادت ہے ——"

حوالدار نے کہا۔

"رائیٹ سر!"

"تم جیپ کے پاس ٹھہرو —— میں میسج دے کر اس کے پیچھے نکلتا ہوں"۔

حوالدار نے دوبارہ کچھ سوچ کر فیصلہ کیا۔

"رائیٹ سر!"

ڈرائیور نے اطاعت کی اور وہیں جیپ کا بونٹ اٹھا کر ٹارچ کی مدد سے خرابی کا جائزہ لینے لگا۔

○

جمشید ابھی بمشکل سنبھل ہی پایا تھا کہ اچانک آسمان پر جمع ہونے والے بادل نے بارش کی صورت اختیار کر لی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

موسلا دھار بارش میں صحرائی اندھیری رات کا قہر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ آسمان سے زمین تک اندھیرے کی ایک چادر تن گئی تھی جسے کبھی کبھی دور کھڑکنے والی بجلی کی روشنی کچھ لمحات کے لئے اجالے میں بدلنے کی ناکام کوشش ضرور کرتی تھی۔

جمشید نے گذشتہ تین چار گھنٹے میں یہ تو جان لیا تھا۔ کہ جس علاقے میں وہ داخل ہوا ہے۔ یہاں سے راجستھان کی سرحدیں پنجاب کی طرف ملتی ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ یہ اندازہ نہیں کر پایا کہ وہ ہے کہاں؟

اسے یہاں کے درجنوں دیہاتوں کے نام ازبر تھے ——

گذشتہ دو تین ماہ میں انہوں نے یہاں آٹھ دہشت گرد گرفتار کئے تھے اور ان کی زبانی اس علاقے کا جغرافیہ اور نفسیات وہ کافی حد تک سمجھ چکا تھا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ یہاں "را" کی طرف سے آرمی کی خصوصی انٹیلی جنس یونٹ کی کمان کرنل واڈیا اور میجر شرما کر رہے تھے۔

یہی دونوں پاکستان میں دہشت گردی کی سرکاری پشت پناہی کرتے تھے ——

جمشید چاہتا تو یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہے جلد از جلد سرحد عبور کر کے اپنے علاقے میں پہنچ جائے۔

لیکن —— اس کے لئے ایسا ممکن نہیں تھا۔

صحرائی بھول بھلیوں سے وہ تو لاعلم تھا لیکن اگر کوئی ماہر بھی ہوتا تو آسمان صاف ہونے کا انتظار کرتا۔ اندھیرے میں جب آسمان بادلوں سے ڈھکا ہو سمت کا تعین ممکن ہی نہیں تھا۔

جمشید کے کپڑے گیلے ہو کر اس کے جسم پر چپک گئے تھے۔

اس کا سروس ریوالور دشمن کے قبضے میں تھا جس کا اسے بہت افسوس ہو رہا تھا اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس پستول کے بدلے کچھ نہ کچھ لے کر ہی یہاں سے جائے گا۔

جس علاقے میں وہ سفر کر رہا تھا وہاں کی زمین قدرے زرخیز تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

یہ اسی نہر کا کرشمہ تھا جو بھارتیوں نے اس علاقے میں نکالی تھی کہ جس کے پانی سے انہوں نے صحرا کی ریت پر ہریالی لہرا دی تھی ——

جمشید اندازے سے تو جنوب کی سمت سفر کر رہا تھا لیکن اسے یقین نہیں تھا کہ اس کا اندازہ صحیح ثابت ہو گا کیونکہ اس سے پہلے بھی وہ اندازے کی غلطی کا شکار ہو چکا تھا۔

لیکن —— اسے یہ اطمینان ضرور تھا کہ وہ اپنے صیاد سے دور جا رہا ہے اور فی الوقت اس کے لئے بہتر حکمت عملی یہی تھی کہ ان سے زیادہ سے زیادہ دور ہٹ جائے۔

اب وہ باقاعدہ کاشت شدہ علاقے میں داخل ہو چکا تھا۔

بارش کا دباؤ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

اس کے پاؤں ریتلی مٹی میں چلنے سے زمین میں دھنستے تھے لیکن —— جمشید جوتے اتارنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اس علاقے کی خود رو اور کانٹے دار جھاڑیوں سے اسے مکمل آشنائی تھی۔

اگر دو چار کانٹے ہی اس کے پاؤں میں اتر جاتے تو وہ چلنے ہی سے معذور ہو جاتا —— کلائی پر بندھی گھڑی سے علم ہوا تھا کہ رات کے قریباً دو بجنے والے تھے۔

بارش کا زور ٹوٹنے لگا تھا۔

پہلے اس نے ہلکے ہو کر پھوار کی صورت اختیار کی پھر جس زور شور سے شروع ہوئی تھی بالکل اسی طرح بند ہو گئی۔ جمشید نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اب اسے روشنی کی بھی امید تھی کہ شاید آسمان پر تارے نکل آئیں اور وہ اپنا راستہ تلاش کرے
——

اچانک ہی وہ چونکا ——

آسمان پر ایک کے بجائے درجنوں تارے نکل آئے تھے۔

لیکن —— ان ستاروں کے ساتھ دھماکوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہیں تھی۔ دشمن نے اندازے سے روشنی راؤنڈز فائر کرنے شروع کر دیے تھے —— جمشید نے اندازہ لگایا کہ ابھی اس سے تقریباً ڈیڑھ دو سو گز کی دوری پر یہ راؤنڈز فائر ہو رہے

تھے۔

لیکن ——— وہ جانتا تھا کہ دشمن اب تربیت کے مطابق اس دائرے کو وسیع کرنا چاہے گا اور پندرہ بیس منٹ میں دو تین ہزار گز کے سرکل میں کوئی شے بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے گی ———

وہ اب خاصی تیز رفتار سے چلا رہا تھا جلد ہی جمشید نے کھیتوں میں موجود فصل سے الجھنا شروع کر دیا جو اس کے لئے بحرحال ایک نیک شگون تھا۔ اس کے لئے یہ امر بڑا ہی خوش آئند تھا کہ وہ کماد کے کھیتوں میں داخل ہو چکا ہے ———

اب وہ قدرے مطمئن ہو چکا تھا ———

اس نے اپنا قد دیکھا اور اندازہ کر لیا کہ وہ کم از کم اب باہر سے کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا ——— کماد کے ان کھیتوں کے سلسلے میں وہ قریباً دس منٹ تک چلتا رہا۔ پھر کچھ سوچ کر رک گیا ———!

اس سے آگے سفر کیا جائے یا پھر یہیں رک کر حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھایا جائے؟

اس وقت وہ یہی سوچ رہا تھا جلد ہی اسے اپنے سوال کا جواب ہاں میں مل گیا اور اس نے آگے آنے کے بجائے وہیں رک کر حالات کا جائزہ لینا بہتر چاہا ———

اسے روشنی کا انتظار تھا۔ جس کے بعد وہ وہ اگلی حکمت عملی ترتیب دے سکتا تھا ———

جمشید نے فی الوقت یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ سرحد سے نزدیک رہے اور موقعہ ملتے ہی سرحد عبور کر کے اپنے ملک میں داخل ہو جائے۔

زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے دو تین گنے توڑ کر بستر کی شکل میں بچھائے اور ان پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

فی الوقت تو نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی ———

اس بھاگ دوڑ کے باوجود اس کا ذہن بالکل بیدار تھا۔ وہ اپنی تمام تر جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ کسی بھی صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھا۔

○

حوالدار نے جیپ کے وائرلیس سے جو ابھی ٹھیک تھا۔ کمپنی ہیڈکوارٹر کو رپورٹ دی تھی کہ ایک مشتبہ پاکستانی ان کے ہاتھوں سے نکل کر اس علاقہ میں پہنچ گیا ہے۔

دوسری طرف سے حوالدار کو وائرلیس کے نزدیک رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اسے کہا گیا تھا کہ اگلے حکم تک وہ خاموشی سے انتظار کرے۔

کمپنی ہیڈکوارٹر سے یہ پیغام فوراً "را" کی ایمرجنسی پوسٹ پر پہنچا دیا گیا تھا۔ کرنل داڈیا اور میجر شرما کا حکم تھا کہ رات یا دن کے کسی بھی لمحے میں سرحد کے آرپار ہونے والی معمولی سے معمولی نقل و حرکت یا واقعہ کی اطلاع بھی انہیں فوراً پہنچا دی جائے اور ان کی طرف سے جواب وصول ہونے کا انتظار ہی کیا جائے۔

پہلے تو اسی علاقے کے مختلف فورس کمانڈروں نے اس حاکم پر جز بز کی تھی ———

لیکن ——— جب انہیں اپنی ہائی کمان کی طرف سے "را" کے ہر حکم پر آنکھیں اور دماغ بند کر کے عمل در آمد کا حکم ملا تو انہوں نے چپ سادھ لی۔

میجر شرما کو نیند سے بیدار کر کے وائرلیس میسج پہنچایا گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اس ایریا میں موجود بلیک کیٹس کی خصوصی فریکونسی پر جیپ میں موجود حوالدار سے رابطہ کر رہا تھا۔

میجر شرما نے حوالدار سے کرید کرید کر فرار ہونے والے کی شناخت دریافت کی پھر اس کے ریوالور کی ساخت کے بارے میں پوچھا اور جب اس نے ان سارے شواہد کو اکٹھا کیا تو اس کے ذہن میں زبردست دھماکہ ہوا۔

یہ تو کیپٹن جمشید تھا ———

ایف آئی یو کا کیپٹن جمشید ———

جس نے ان کی نیندیں حرام کی ہوئی تھیں۔ جو گزشتہ تین ماہ سے ان کے لئے عذاب بنا ہوا تھا۔ سرحد پار موجود ان کے مخبروں نے کیپٹن جمشید کا حلیہ اس تک پہنچا دیا تھا اور اس خاکے کی مدد سے اس نے کیپٹن جمشید تصویر دماغ میں محفوظ کر لی تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

جس طرح اس کی گرفتاری کے واقعات حوالدار نے بتائے تھے اس سے میجر شرما کو اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ جمشید راستہ بھول کر اپنی پوسٹ سے ملاپ کرنے کے چکر میں معمول کی گشت پر نکلتے ہوئے بلیک کیٹس کے ہاتھ لگا تھا اور انہوں نے اسے کھو دیا۔

جن دنوں "را" اپنے ایجنٹوں کو سرحد پار کروا رہی تھی۔ ان دنوں بطور خاص سرحدی علاقے میں فوج بھی گشت کرنے لگتی تھی۔ چونکہ اسی رات انہوں نے کچھ دہشت گردوں کو سرحد پار کروائی تھی اس لئے اس جیپ کو سرحدی لکیر کے نزدیک گشت کے لئے کہا گیا تھا اور بھارتی علاقے میں چند گز اندر آنے پر ہی اتفاقاً جمشید ان کے ہاتھ لگا اور اب نکل گیا تھا۔

میجر شرما کو اپنی پوری سروس میں اس سے بڑا ذہنی جھٹکا اور کوئی نہیں لگا تھا کہ کیپٹن جمشید جیسا شخص اندھے کے ہاتھ میں بیٹرے کی طرح ان کے قابو آیا اور اب نکل بھی چکا تھا۔

بے اختیار اس نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے سر پر مارا اور کف افسوس ملتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا——امید کی اب ایک ہی کرن باقی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ جمشید کو سرحد عبور کرنے سے روکیں۔

اگلے ہی لمحے کرنل واڈیا اس ایریا کے آرمی کمانڈر سے بات کر رہا تھا۔ اس نے خصوصی سرحد کی نشاندہی کے بعد فوج کو کافی ترتیب سے کم دائرے کی صورت میں پھیلا دینے کی درخواست کرنے کے بعد کہا تھا کہ وہ خود وہاں پہنچ رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد کرنل واڈیا اور میجر شرما وہاں پہنچ چکے تھے——

کرنل واڈیا نے سرحدی علاقے کے ساتھ ساتھ پھیلے جوانوں کی کمان سنبھال لی تھی اور میجر شرما نہر کے دوسرے کنارے پر موجود نوجوانوں کے ساتھ موجود تھا۔ اپنی دانست میں انہوں نے بہت ہوشیاری دکھائی تھی اور قریباً سات آٹھ ہزار گز کا ایک دائرہ سا بنا کر اس میں روشنی کرنے کے بعد اس دائرے کا محیط چھوٹا کرنے لگے——

ایک گھنٹے کی اس تکلیف دہ پریکٹس کے بعد جب انہوں نے اپنی دانست میں تین

چار کلومیٹر علاقے کا چھان مارا تھا گوہر مقصود ہاتھ نہ لگا تو کرنل واڈیا نے وہاں موجود جوانوں کے دس گروپ بنائے اور انہیں بریفنگ کے ساتھ مختلف سمتوں میں جمشید کے لئے لگا دیا——

○

رات کا آخری پہر سسکیاں لے رہا تھا جب انہوں نے اپنے سرچ آپریشن کے اس مرحلے پر عمل شروع کیا۔

"اب دیکھتا ہوں کہاں جاتا ہے بچ کر——"

اس نے میجر شرما کی طرف دیکھ کر غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا——

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سر! ہم اس سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو کہاں بچ کر جانے دیں گے"

انہوں نے سرحد ہی پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے——جن دس ٹیموں کو جمشید کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا ان کے ساتھ دونوں کا مسلسل رابطہ تھا اور اپنی ہدایت تھی کہ کسی بھی غیر معمولی شے کا نوٹس لیں اور اگر کچھ بھی خلاف معمول دکھائی دے تو انہیں فوراً مطلع کریں۔

کرنل واڈیا کے لئے اس سوچ کا اقرار بھی محال تھا کہ اس طرح حادثاتی طور پر بھارتی سرحد میں داخل ہونے والا ان کا دشمن جس کے قتل کے لیے وہ بڑی مضبوط پلاننگ کر رہے تھے ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

چاند نے اب آسمان پر تیرتے بادلوں کے ٹکڑوں کی اوٹ سے سر باہر نکال لیا تھا اور کیپٹن جمشید کے لئے یہ امر بڑا ہی خوش آئند تھا کہ وہ کھیتوں کے جس سلسلے میں داخل ہوا تھا۔ وہ بہت دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ قدرے محفوظ ہے۔

لیکن——یہ سوال بہرحال اپنی جگہ اہم تھا کہ اگر ان لوگوں نے کھیتوں میں داخل ہو کر اسے تلاش کرنا شروع کر دیا تو؟——

ایک اطمینان تو اسے بہرحال حاصل تھا کہ بارش نے ریتلی زمین پر اس کے قدموں

کے نشانات مٹا دیے ہوں گے اور کوئی ماہر ترین کھوجی بھی یہ نشانات نہیں اٹھا سکتا

اچانک ہی ایک سوچ نے اسے لرزا کر رکھ دیا۔

اگر انھوں نے کتے بھی منگوا لیے؟

اسے علم تھا کہ "بلیک کیٹس" کے پاس اس طرح کے خاص سدھائے ہوئے کتے موجود تھے جو کسی بھی شخص کو خواہ وہ کتنا ہی چالاک رہا ہو ڈھونڈ نکالنے کی خاصیت رکھتے تھے۔ یہی سوچ کر اس نے فی الوقت یہاں سے بھی نکل جانے کی ٹھان لی تھی——

لیکن جائے کسی طرف؟

یہ سوال اسے پریشان کرنے لگا تھا۔

سرحد کی طرف جاتا تو موت کو خود دعوت دینے کے مترادف تھا۔ کیونکہ انڈین آرمی اور بارڈ سیکورٹی فورسز نے سرحد کا چپہ چپہ سیل کر دیا تھا اور اگلے چوبیس گھنٹے تک اسی کے متعلق سوچنا ہی فضول تھا۔

کیپٹن جمشید کے دماغ نے فی الوقت اسے یہی راہ سمجھائی تھی کہ وہ جس طرح ممکن ہے اگلے کم از کم دو دن یہاں گزارے اور دوسری یا پھر تیسری رات کو سرحد عبور کرنے کی کوشش کرے۔

یہی سوچ کر اس نے اب یہاں سے بھی نکل جانے کی ٹھان لی تھی۔

روشنی راؤنڈز کی فائرنگ مسلسل جاری تھی اور وہ لوگ بڑی ہوشیاری اور ڈسپلن سے کبھی نیم دائرے کی صورت میں اس طرف آتے رہتے تو بمشکل دس منٹ بعد ان کھیتوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اس کے پاس اب صرف یہی دس منٹ باقی تھے اور اسے جو بھی کرنا تھا ان ہی دس منٹوں میں کرنا تھا۔

اپنی قوت ارادی کو مجتمع کر کے وہ اٹھا اور کھیتوں کے اندر ہی اندر فائرنگ کی مخالف سمت چلنے لگا۔

جمشید جھک کر اور کماد کی فصل سے اپنے آپ کو بچاتا ہوا چل رہا تھا۔ اس کی

کوشش تھی کہ اس کے چلنے سے گنے نہ ٹوٹیں تاکہ اگر وہ لوگ صبح یہاں داخل ہوں تو انہیں اس کی موجودگی کا شک نہ گزرے اس کے لیے ایک پلس پوائنٹ یہ بھی تھا کہ اس فصل کو عموماً جنگلی جانور جو اس علاقے میں پائے جاتے تھے تباہ کر کے آتے تھے حالانکہ مقامی مکان ان کے تدارک کے لئے حفاظتی اقدامات بھی کرتے تھے لیکن یہ خطرناک جانور بھی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیا کرتے تھے۔

اب اس نے اپنی تربیت کے مطابق اپنے تمام اگلے اقدامات کا تعین بڑے سائنٹیفک انداز میں کیا۔

اس وقت وہ مکمل کمانڈو بن چکا تھا۔

کھیتوں کے سلسلے سے باہر نکلنے پر اسے اندازہ ہوا کہ اس نے تین منٹ ضائع کر دیے ہیں۔

اب پھر کاشت شدہ زمین دکھائی دے رہی تھی۔ یہاں شاید کوئی سبزیاں وغیرہ بوئی ہوئی تھیں۔ جمشید نے اکڑوں بیٹھ کر اور اندھیرے کی چادر میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے کی صورت حال کا اندازہ لگایا اور کچھ سوچنے کے بعد ان ہی کھیتوں میں سے گزرنے کا فیصلہ کیا۔

اب اس نے کھیتوں کی منڈیروں کو منتخب کیا تھا تاکہ گیلی زمین پر اس کے جوتوں کے نشان نہ پڑیں۔ یہاں پہنچنے پر اس نے اپنے بوٹ اتار دیئے تھے۔ پتلون کے پائنچے اونچے کر لیے تھے اب کسی بھی رکاوٹ کو خاطر میں لائے بغیر اپنے اندازے کے مطابق مشرق کی سمت میں آگے چلتا چلا جا رہا تھا——!!

○

کھیتوں کے اس سلسلے کا خاتمہ ایک قدرے کھلے میدان میں ہوا جس کے کونے پر اسے کسی بلڈنگ کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ کیونکہ وہاں سے کچھ روشنی چھن کر باہر آ رہی تھی۔

"کہیں یہ بی ایس ایف کا کمپنی ہیڈ کوارٹر تو نہیں؟"

اردو فینز ڈاٹ کام

اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک سوال ابھر آیا۔

اور اس سوال کا جواب اسے "ہاں" میں مل گیا ——!

واقعی وہ کمپنی ہیڈ کوارٹر کے نزدیک آ گیا تھا۔

"تو یہ لوگ جسے اس جگہ لانا چاہتے تھے —— چلو میں خود ہی آ گیا ہوں" ——

اس نے بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا اور مسکرا دیا ——

اصولی طور پر تو اسے گھبرا جانا چاہیے تھا لیکن —— اس نے حالات سے گھبرانا یا بدحواس تو سیکھا ہی نہیں تھا۔

شاید یہ ان لوگوں کی پریڈ گراؤنڈ تھی جس کے کونے پر وہ کھڑا تھا۔ گراؤنڈ کے ساتھ ساتھ اس نے شمال کی طرف چلنا شروع کیا۔

اس نے عجیب و غریب فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ فیصلہ گو کہ بادی النظر میں احمقانہ حد تک دلیرانہ تھا۔ لیکن —— ایک طرح کا جوا تھا جس میں اس کے ہارنے اور جیتنے کے چانسز برابر تھے۔

جمشید نے بجائے ادھر ادھر بھٹکنے کے کمپنی ہیڈ کوارٹر کے نزدیک ہی اگلا وقت گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس طرح وہ اپنی دانست میں محفوظ ہی رہتا۔ اس کا خیال تھا کہ دشمن کبھی یہ نہیں سوچ سکے گا کہ وہ اس کے گھر میں ہی پناہ لے چکا ہے اور وہ لوگ اسے اور اردگرد کے دیہاتوں میں تلاش کرتے رہیں گے جبکہ یہاں سے وہ کوئی جیپ وغیرہ چھین کر ان لوگوں کو سرحد تک اپنے تعاقب میں بھگاتا ہوا فرار ہو سکتا تھا ——!!

اپنے جوتوں سے اس نے گیلی مٹی جھاڑی اور دوبارہ گیلے جوتے پہن لیے ——

اس کی رفتار حیرت انگیز حد تک بہتر ہو گئی اور وہ چیتے کی طرح چوکنا ہو کر آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

اچانک ہی جمشید منہ کے بل گرتے گرتے بچا۔ اس کا پاؤں ہی کسی رکاوٹ سے ٹکرایا تھا اور وہ منہ کے بل زمین کی طرف گر پڑا تھا یہ الگ بات کہ اپنی مارشل آرٹس کی تربیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس نے منہ کے بل گرنے کے بجائے اپنے جسم کو اپنی

ہتھیلیوں پر روکا پھر اسی طرح بازوؤں کے زور پر اٹھ کھڑا ہوا —— اس طرح کھڑے ہونے سے اس کا سر کسی چادر سے ٹکرایا اور دوسرے ہی لمحے اسے اپنی بے وقوفی پر ہنسی آ گئی۔

شاید یہ جگہ دھوبی گھاٹ تھی ——

یہاں ان لوگوں کی وردیاں دھو کر سکھائی جاتی تھیں اور زمین میں کھڑی کر کے پلر گاڑ کر ان کے ساتھ تاریں باندھ کر تاروں کا ایک جال سا پھیلایا گیا تھا جس پر بیک وقت ہزاروں وردیاں سکھائی جاتی تھیں ——

شاید اس شام یہاں کچھ کپڑے دھو کر سکھانے کے لئے ڈالے گئے تھے ——

کچھ سوچتے ہوئے اس نے اندازے سے ایک قمیص اور پتلون وہاں سے اڑالی۔

جمشید نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے چھریرے جسم پر یہ وردی وہ اپنے کپڑوں کے اوپر سے بھی پہن سکتا تھا ——

اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں کے بعد شاید اسے اس یونیفارم کی ضرورت پیش آ جائے۔

شمال کی سمت چلتے ہوئے اس نے کمپنی ہیڈ کوارٹر کی پشت سے ایک لمبا چکر کاٹ کر شاید وہاں موجود رہائشی علاقے کو اپنا اگلا ہدف چنا تھا جہاں چھپ کر وہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔

اب وہ زیادہ محتاط ہو کر چلا رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ اس علاقے میں بھی کوئی گشتی پارٹی موجود ہو حالانکہ اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے ——!

کرنل واڈیا اور میجر شرما نے ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ پکا ہوا تھا۔

وہ بہت تیزی سے روشنی راؤنڈز فائر کروانے کے بعد ان کے زمین تک آنے کا انتظار کرتے۔ جیسے ہی روشنی راؤنڈ آسمان کی طرف چلتے درجنوں کی تعداد میں فوجی اور بی ایس ایف کے جوان ان کی حدود میں آنے والے علاقے میں داخل ہو جاتے اور روشنی

اردو فینز ڈاٹ کام

میں چاروں طرف بھاگتے ہوئے اپنے مفرور کو تلاش کرتے۔

لیکن ——— گوہر مقصود ہاتھ نہیں آرہا تھا۔

دس منٹ کے بعد وہ لوگ اپنے دائرے کے رخ پر چلتے ہوئے ایک فوجی تنظیم کے ساتھ کملو کے کھیتوں تک پہنچ گئے تھے۔ جہاں میجر شرما وجود تھا ——— اس کے اشارے پر انہوں نے کھیتوں کو گھیرے میں لے لیا تھا ———

میجر شرما اپنے جوانوں کے ساتھ اب کھیتوں پر دھاوا بولنے کے لئے پر تول رہا تھا جب اچانک اس کے "واکی ٹاکی" میں زندگی بیدار ہوئی اور کرنل واڈیا نے اسے جوانوں کو کھیتوں میں داخل کرنے سے روک دیا۔

"کسان آندولن چل رہا ہے ——— وہ لوگ پہلے ہی اپنے کھیتوں کی تباہی پر شور مچا رہے ہیں اور ہم نے ایک عذاب کھڑا کر لیا ——— میرا انتظار کرو میں ابھی پہنچتا ہوں" ———

قریباً پانچ منٹ بعد ہی کرنل واڈیا کی جیپ وہاں موجود تھی ———

اس نے کھیتوں کو گھیرے میں لئے والے جوانوں کو سرگوشی میں ہدایت جاری کروائی اور اپنی دانست میں بڑی ہوشیاری سے بنائے ہوئے اپنے منصوبے پر عمل شروع کرا دیا۔

جیسے کہ کرنل واڈیا کی طرف سے سگنل موصول ہوا ——— !

کھیتوں کو گھیرے میں لینے والے جوانوں نے پریڈ کے سے انداز میں اپنے پاؤں سے زوردار دھمک پیدا کرتے ہوئے ان کے گرد چکر کی صورت میں بھاگنا شروع کر دیا ———

اس درمیان وہ اونچی اونچی آواز میں چلاتے ہوئے اس طرح تاثر دے رہے تھے جیسے وہ کھیتوں پر دھاوا بول رہے ہوں۔ کرنل واڈیا کے ذہن میں شاید یہ بات تھی کہ اس طرح کی بھاگ دوڑ سے گھبرا کر اگر جمشید اندر چھپا ہوا ہے تو باہر آجائے گا یا کم از کم اٹھ کر بھاگے گا۔

لیکن ——— اس مرتبہ ہمیشہ کی طرح اس کی "جنگی چال" غلط ہوئی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

اس طرح کی بھاگ دوڑ اور چیخ پکار سے کھیتوں میں چھپے دو تین گیدڑ اور سور گھبرا کر ضرور بھاگ نکلے۔ ان کے یکدم بھاگنے سے جو ہلچل پیدا ہوئی اس نے جوانوں کو ہی نہیں میجر شرما کو بھی بوکھلا کر رکھ دیا۔

"فائر ———"

میجر شرما نے چیخ کر حکم دیا۔

دوسرے ہی لمحے بھاگتے ہوئے جوان رک گئے انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی اور فائر کے لئے بالکل تیار گنوں کا رخ کھیتوں کی طرف کیا اور دیوانہ وار گولیاں برسانے لگے ———

کرنل واڈیا چند گز دور کھڑا ان کی بوکھلاہٹ پر تلملا رہا تھا۔ چند لمحوں کے لئے وہ بھی بوکھلا گیا تھا۔ لیکن صورت حال کا علم ہوتے ہی اس کا پارہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا۔

"ہولڈاٹ"

اس نے غصے سے چلاتے ہوئے حکم دیا۔

"ڈیم اٹ —— گدھے —— بیوقوف" ——

وہ اپنے سامنے موجود جوانوں پر برس پڑا۔

کرنل واڈیا کا حکم شاید کھیت کی دوسری طرف موجود جوانوں نے نہیں سنا تھا نہ ہی وہ اس کی گالیوں سے فیض یاب ہوئے تھے اس لئے وہ ابھی تک اپنے کام میں مصروف تھے۔ واڈیا نے اپنے واکی ٹاکی پر چلاتے ہوئے دوسری طرف موجود میجر شرما سے کہا تھا کہ ان بیوقوفوں کو فائرنگ سے روکے ——

فائرنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا ——

غصے سے پھنکتے ہوئے کرنل واڈیا کے حکم پر چار پانچ جوان کھیتوں میں داخل ہوئے اور انہوں نے گیدڑوں اور ایک سور کی لاشیں اس کے سامنے لا کر پھینک دیں۔

"اوہ —— مائی گاڈ —— "

کرنل واڈیا پر پھر غصے کا دورہ پڑا اور اس نے اپنے معمول کے مطابق اناپ شناپ بکنا شروع کر دیا۔

○

میجر شرما شدت سے اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا تھا۔

واقعی اس نے گھبراہٹ میں یہ آرڈر دیا تھا ——

"الس اوکے —— اوکے —— "

کرنل واڈیا بھی دوسرے ہی لمحے نارمل ہو گیا۔

"اب میجر شرما اس کی طرف دیکھ کر اگلے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔

بارڈر پر "ریڈ الرٹ" رکھو —— کمپنی ہیڈ کوارٹر سے "ریزورز" کو نکالو اور ان کو مختلف ٹولیوں میں ارد گرد کے دیہاتوں کی طرف پھیلاؤ —— اس علاقے میں موجود تمام ایجنسیوں کو "صاحب وان" کر دو —— تمام روڈز بلاک کر دو ——

ریلوے اسٹیشن پر تم خود پہنچو —— میں ہیڈ کوارٹر میں موجود ہوں۔ مجھے ایک ایک منٹ کی رپورٹ دو —— کسی بھی غیر معمولی نقل و حرکت کا سختی سے نوٹس دینا —— سول ایڈمنسٹریشن کی بالکل پرواہ نہیں کرنا —— ڈونٹ مس اٹ —— میجر شرما Dont miss this Golden Chance —— اگر یہ شخص ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو میں زندگی بھر خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا —— اوہ تھینک گاڈ —— بیٹھے بٹھائے God gifted تحفہ ملا تھا اور ہم اسے ضائع کر دیں گے —— اوہ "ڈیم اٹ" ——

اس نے اپنی چھوٹی سی چھڑی کو دائیں ٹانگ پر مارا اور جیپ کی طرف چل دیا

——

میجر شرما دوسری جیپ میں کمپنی ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا تھا ——

وہ وہاں موجود تمام جوانوں کو پریڈ گراؤنڈ میں جمع ہونے کا حکم دے رہا تھا ——

تھوڑی دیر بعد ہی کمپنی ہیڈ کوارٹر میں بی ایس ایف کی "ریزرو کمپنیوں" کے جوان جو اپنی بارکوں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے —— اچانک "سٹینڈ بائی سائرن" کی آواز پر اٹھ کر اپنی یونیفارم پہننے لگے —— بمشکل پانچ منٹ بعد قریباً ڈیڑھ دو سو جوان مکمل تیاری کی حالت میں پریڈ گراؤنڈ میں موجود تھے۔ جس کو سرچ لائٹوں سے دن میں تبدیل کر دیا گیا تھا ——

بی ایس ایف کے کمپنی کمانڈر کے ساتھ موجود میجر شرما جوانوں کو خطرناک گھس بیٹھے کی اس علاقے میں موجودگی کی اطلاع دینے کے بعد انہیں ہدایت کر رہا تھا کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں ——

اگلے پانچ منٹ میں ان جوانوں کو مختلف گروپس کی شکل میں اپنے اپنے منتخب کردہ علاقے کی طرف روانہ کر دیا۔

دوسری طرف کرنل واڈیا کی طرف سے اس ایریا میں آپریٹ کرنے والی تمام سول اور فوجی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو ریڈ الرٹ جاری ہو چکا تھا۔

نیا باب

صبح کاذب کی روشنیاں پھوٹنے تک جمشید نے بڑی اہم کامیابی حاصل کرلی تھی ——!!

وہ کمپنی ہیڈ کوارٹر کے "ریذیڈنشل ایریا" تک پہنچ گیا تھا —— یہ کالونی صرف بی ایس ایف کے شادی شدہ ملازمین کے لئے وقف تھی اور یہاں ایک سو سے زیادہ مکانات" ایک خوبصورت ترتیب سے بنائے گئے تھے۔

اس کالونی سے ملحقہ ایک اور عمارت زیر تعمیر تھی —— جس کا کالونی سے قریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ تھا اور مزید ایک فرلانگ دور ایک جنگل دکھائی دے رہا تھا۔ شاید یہ جنگل کسی خاص مقصد کے لئے بنایا گیا تھا —— گو کہ یہ غیر قدرتی جنگل تھا لیکن —— بلاشبہ یہ اس علاقے کا سب سے بڑا جنگل تھا۔ جو بادی النظر میں بہت گھنا دکھائی دے رہا تھا ——

زیر تعمیر عمارت کے مزدور شاید آج چھٹی پر تھے یا پھر کوئی اور بات تھی کہ وہاں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جمشید کو یاد آگیا آج اتوار کا دن تھا جو مقامی چھٹی ہوتی ہے اور اس بلڈنگ کے مزدور نے بھی شاید آج چھٹی کی ہوئی تھی —— اس نے ایک لمحے کے لئے اپنے سامنے خود کو چھپانے کے لئے دو آپشن رکھے۔

ایک تو بی ایس ایف کی رہائشی کالونی تھی —— دوسرا آپشن یہ زیر تعمیر عمارت۔ جو عمارت سے زیادہ بلاک کا منظر پیش کر رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے زیر تعمیر

عمارت کو منتخب کیا اور اب اس طرف گامزن تھا ——!!

سورج کی کپکپاتی روشنیوں نے پلک جھپکتے صحرائی علاقے کی ٹھنڈی صبح کو نگل لیا اور جیسے ہی شہر پر برستا سورج دیوتا آسمان پر نمودار ہوا زمین پر بچھی رات کی بارش سوکھنے لگی۔

جمشید نے اس عمارت کی اوپر والی منزل کے کونے والے کمرے میں پناہ لی تھی۔ جس میں کاٹھ کباڑ دھرا تھا۔ گتے کے کچھ ڈبے زمین پر بکھرے ہوئے تھے اور ایک طرف لکڑیوں کا انبار لگا تھا۔ جس کے ساتھ سیمنٹ کی بوریاں اور ریت کا چھوٹا سا ڈھیر بھی موجود تھا۔

بغیر کھڑکی اور واحد دروازے والے اس کمرے کو جو شاید اس زیر تعمیر عمارت کا سٹور روم بھی تھا اس نے گوشہ نما جنت جان کر ہی منتخب کیا تھا۔ کیونکہ اس طرف آنے والے کو تین چار کمروں سے گزر کر اور لکڑی کے اس دروازے کو کھول کر اندر آنا پڑتا تھا جو کمرے کے باہر لگا تھا۔

جمشید نے اس دروازے کے پیچھے احتیاطاً" لکڑی کی تین چار خالی پٹیاں بھی رکھ دی ہیں تاکہ اچانک دروازہ کھلنے کی صورت میں آواز پیدا ہونے سے وہ ہوشیار بھی ہو جائے۔ اس کے پاس سوچنے اور فکر کرنے کے لئے یوں تو بہت سے موضوعات تھے۔

لیکن —— جمشید نے فی الوقت رات کا مسلسل بھاگ دوڑ اور بارش میں بھیگے کپڑوں میں ملبوس اپنے جسم کو کچھ دیر کے لئے آرام دینا ضروری سمجھا۔ اس نے اپنی پتلون اور قمیص اتار کر گتے کے ان ڈبوں پر پھیلا دی جو سورج کی روشنیوں کی براہ راست زد میں تھے اور خود گتے کے ڈبے پھاڑ کر انہیں بستر کی شکل دینے کے بعد اس نے دھوبی گھاٹ سے چرائی بی ایس ایف کی وردی کو سرہانے کی شکل دے لی ——!!

خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر لمبی تان کر سو گیا ——!!

دو ڈھائی گھنٹے تک وہ گہری نیند سوتا رہا —— پھر اچانک ہڑبڑا کر اٹھ گیا ——!!

نیند میں بھی اس کے حساس کانوں نے کچھ ٹرکوں کی آوازیں سن لی تھیں۔

بجلی کی سی پھرتی سے اس نے اپنے پسینے میں تیرتے جسم کو کپڑے پہنائے اور چوکنا ہو کر بیٹھ رہا ـــــــ ٹرکوں کی آوازیں کمپنی ہیڈ کوارٹر کی طرف سے آرہی تھیں۔ کمرے پر چھت ڈالنے کے لئے اس کی دیواروں میں لکڑی کے بالے پھنسائے کے لئے کئے گئے سوراخوں کی مدد سے اس نے ٹرکوں کی سمت کا اندازہ کر لیا تھا ـــــــ

یہ تین ٹرک تھے جو سیدھے اس بلڈنگ کی طرف آرہے تھے ـــــــ!!

ایک لمحے کے لئے بھی اس پر گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی۔ اس نے بلڈنگ میں داخل ہونے سے پہلے چیتے کی طرح پنجوں پر چل کر ساری عمارت کا جائزہ لے لیا تھا اور کسی بھی ممکنہ حملے کی صورت میں فرار کے راستوں کو ذہن نشین کر چکا تھا۔

سوراخ سے دوربین کا کام لیتے اس نے اپنی نظریں ٹرکوں پر ہی گاڑ رکھی تھیں۔ جو اب اس عمارت کے بہت نزدیک آگئے تھے اور پھر ایک ایک کر کے وہ عمارت سے ملحقہ سڑک سے جنگل کی طرف چلے گئے ـــــــ

لیکن ـــــــ ایک پریشان کن سوال اس کے لیے چھوڑ گئے۔

اس نے دو ٹرکوں میں بی ایس ایف اور آرمی کے جوانوں کو اور آخری ٹرک میں پندرہ بیس سویلین کر دیکھا تھا اگر اس کی نظریں اسے دھوکہ نہیں دے رہی تھیں اور وہ ہوش و حواس میں تھا تو اس آخری ٹرک کے تمام سواروں کا تعلق اس کے اپنے ملک سے تھا ـــــــ

اس نے ان ٹرکوں کو خصوصی قسم کے پہناوے سے پہچان لیا تھا اور اسے اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی تھی کہ ان کا تعلق کس جماعت سے ہو سکتا تھا۔

اس بات کا سیدھا مطلب تو یہی نکلتا تھا کہ ضرور اس مصنوعی جنگل میں ہی ان لوگوں نے اپنا تربیتی مرکز بنا رکھا تھا جہاں سے وہ تخریب کاروں کو تیار کر کے پاکستان کی سرحد میں داخل کیا کرتے تھے ـــــــ کیپٹن جمشید کا غصے سے خون بھی کھولنے لگا تھا اور اسے ان بے چارے تخریب کاروں پر رحم بھی آرہا تھا۔

ایک طرف تو یہ لوگ بھارتی پراپیگنڈہ اور اپنے گمراہ لیڈروں کا شکار ہو کہ دشمن

کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے اس کے اشاروں پر بندروں کی طرح ناچ رہے تھے اور دوسری طرف ان کا دشمن تھا جو اتنا مکار تھا کہ ان غداروں کو اپنے پالتو کتوں جتنی اہمیت دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔

اس نے ان بدبختوں کو سرحد سے پندرہ بیس میل دور ہی روک لیا تھا اور اس سے آگے اپنے وطن میں بھی گھسنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ کیونکہ اس نے ان غداروں کو صرف استعمال کرنا تھا انہیں اپنے رشتہ دار نہیں بنانا تھا۔

اب وہ اس کھلی کھڑکی کے ایک کونے سے سر لگائے ان ٹرکوں کو جنگل میں داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ پھر ٹرک اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

○

کیپٹن جمشید نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا۔

جب ذرا سہولت میسر آئی تو سب سے پہلے اسے یہ احساس ہوا کہ وہ کسی کمرے کے بجائے تندر میں پھر رہے ہیں جس کی آگ اتنی تپائی جا چکی ہے کہ اب آسانی سے اس میں روٹیاں پکائی جا سکتی ہیں۔

سورج یہاں کچھ ایسی پوزیشن سے نکلتا تھا کہ کمرے کے ہر روشندان سے دھوپ اندر آرہی تھی۔ اپنی گھڑی پر نظر ڈال کر اس نے اندازہ لگایا کہ وہ تقریباً تین گھنٹے سوتا رہا ہے ـــــــ!!

اس کے جسم سے پسینہ فوارے کی طرح پھوٹ رہا تھا اور کپڑے جس طرح رات بارش میں بھیگے تھے اب چند منٹ بعد ہی پسینے میں بھیگنے لگے۔

اس کے ساتھ ہی جمشید کو احساس ہوا جیسے اس کی زبان خشک ہو کر تالو سے چمٹ گئی ہو۔ اس کے گلے میں خراش ہو رہی تھی اور پیاس سے ہونٹ خشک ہونے لگے تھے۔ اس کی حالت صحرا کے اس مسافر جیسی تھی جو نخلستان کا راستہ بھول کر اچانک بے آب و گیاہ تپتے میدان میں نکل آیا ہو ـــــــ

کیپٹن جمشید نے چاہا کہ اپنے تھوک ہی سے حلق کو تر کر لے لیکن اس کے بدن

سے تو سارا پانی جیسے پسینے کی صورت نکل گیا تھا۔ جس گتے بستر پر وہ استراحت کر رہا تھا اس کی حالت ایسی تھی جیسے اسے پانی میں ڈبو کر بچھایا گیا ہو ——

اپنے اس حال پر وہ خوامخواہ مسکرا دیا۔ اس مسکراہٹ کا بھی ایک پس منظر تھا —— اسے یاد آگیا جب اپنی کمانڈو ٹریننگ کے دوران وہ اپنی کمپنی کے ساتھ بھوکا پیاسا بیس گھنٹوں سے پیدل چل رہا تھا اور ان کی جسمانی حالت بدتر تھی تو اس کے کمپنی کمانڈر نے انہیں مسکرانے کی تلقین کی تھی۔

"سر —— کیا اس سے ہماری پیاس بجھ جائے گی؟"

اس کے کورس میٹ لیفٹیننٹ خالد نے پوچھا تھا۔

"نو —— لیکن حوصلہ بڑھ جائے گا —— خود پر ترس کھانے کے بجائے مسکراتے رہنے سے تم اگلے مزید چالیس گھنٹے تک اس حالت میں سفر کر سکتے ہو ——"

کمپنی کمانڈر نے اپنی سیاہ عینک کے شیشوں میں سے مسکراتی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"سر! یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہماری بوتلوں کا پانی ہی کچھ دیر بعد بھاپ بن کر اڑ جائے"

اس مرتبہ اس نے خود سوال کیا تھا۔

"ہاں یہ ممکن ہے —— لیکن تین گھنٹے سے پہلے اگر تم میں سے کسی نے بوتل کو ہاتھ لگایا تو اسے مزید آٹھ دن کے لئے یہی پریکٹس کرنی پڑے گی —— مجھے کوئی اعتراض نہیں —— اگر تم میں سے کوئی مزید آٹھ دن یہاں گزارنے پر تیار ہے تو گو آہیڈ ——"

اس نے ایسے لاپرواہی سے اتنی بڑی بات کی تھی۔ جیسے ناک پر بیٹھی مکھی اڑا رہا ہو تین گھنٹے بعد جب وہ اپنے انسٹرکٹر کی کمان میں ایک قدرے آباد جگہ پر پہنچے اور پانی کی بوتلوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو پھر نیا حکم مل گیا۔

"میرے خیال سے ابھی اس پانی کو ریزرو ہی رہنے دو —— بس ابھی بیس کلومیٹر

مزید سفر کرنا ہے۔"

کمانڈر نے بڑے خشک سے لہجے میں کہا۔

"لیکن سر! ابھی تو ہمیں ——"

خالد نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ کمانڈر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میں اصل میں بھول گیا تھا —— مجھے اب یاد آرہا ہے اور اب نقشہ دیکھنے سے بھی اندازہ ہو رہا ہے ہم اپنی منزل سے ابھی بیس کلومیٹر دور ہیں —— اس راستے میں تو کوئی آبادی آنے کا بھی امکان نہیں ——"

کمانڈر نے ان کی طرف دیکھنے کا بھی تکلف گوارہ نہیں کیا تھا۔

"لیکن سر! پانی —— اب تو ٹارگیٹ ٹائم بھی مکمل ہے" ——

خالد نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"بھئی میں نے کب انکار کیا ہے۔ میں نے تو صرف آنے والے حالات سے آگاہ کیا ہے"

کمانڈر نے انہیں چڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"سر! یہ تو....."

"ایک صورت ہے ——"

کمانڈر نے خالد کی بات کاٹ کے کہا۔

"کیا" ——

پانچوں نے بڑی پر امید نظروں سے اپنے "سر" کی طرف دیکھا۔

"ایک تالاب ہے یہاں —— وہاں سے مل سکتا ہے"

ان کے سر کو جیسے ان پر ترس آگیا ہو۔

پانچوں جب اپنے کمانڈر کے ساتھ پانی والے تالاب پر پہنچے تو ایک ساتھ سر پیٹ لیا۔ تالاب پر کائی جمی تھی اور اس کے کنارے اگے درختوں کے پتے اس میں تیر رہے تھے۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"بے فکر رہو ـــــ اس گاؤں کے لوگ بھی یہاں سے ہی پانی پیتے ہیں۔ ان کے جانور بھی ـــــ انسانوں اور جانوروں کے بھائی چارے کی اس سے اچھی مثال اور کہیں نہیں ملتی ـــــ"

اتنا کہہ کر ان کے کمانڈر نے اس کی طرف دیکھے بغیر تالاب کے کنارے بیٹھ کر پانی سے جمی کائی کو ہاتھ سے الگ کیا اور اپنا منہ دھونے لگا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کپڑوں سمیت ہی پانی اپنے سارے جسم پر ڈالا اور پھر بے تکلفی سے پیٹ بھر کر پانی پی لیا ـــــ!

عام حالات میں تو وہ ایسا پانی اپنے باتھ روم میں بھی استعمال نہ کرتے ـــــ لیکن یہاں تو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق انہیں بھی اپنے کمانڈر کی تقلید کرنی پڑی ـــــ

پیاس سے جاں بلب کمانڈوز نے جی بھر کے پانی پیا اور اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گئے ـــــ

ایک ماہ کی طویل صحرائی تربیت نے انہیں کندن بنا دیا تھا۔ اس کے بعد زندگی میں جب کبھی اس پر کوئی مشکل وقت آیا وہ اپنا تناؤ کم کرنے اور خود کو Relax کرنے کے لئے مسکرانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتا تھا۔

دوسری سمت نکلنے والی کھڑکی سے اس نے نیچے جھانک کر دیکھا ـــــ اس کے سامنے زیر تعمیر بلڈنگ میں پانی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے یہاں بھی ایک تالاب سا بنایا گیا تھا جس کے اوپر ایک ٹربائن نصب تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ اس مشین کے ذریعے زمین سے پانی نکالتے ہیں۔

جمشید اس مشین کو چلانے کا خطرہ تو مول نہیں لے سکتا تھا ـــــ

لیکن تالاب کی موجودگی اس کے لئے غنیمت تھی۔ اس نے اپنے آپ کو سمیٹا اور پھر کسی طرح پنجوں پر چل کر گراؤنڈ فلور پر آ گیا۔ گراؤنڈ فلور کے ایک زیر تعمیر کمرے سے باہر گھی کا ایک خالی ڈبہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہی ڈبہ اٹھایا اور اس انداز سے تالاب تک پہنچا کہ بہت دور سے بھی کوئی اس کی موجودگی کا احساس نہ کر سکے۔

تالاب کے پانی کی رنگت تو قدرے سبز تھی۔

لیکن ـــــ جمشید نے جیسے ہی اس میں ہاتھ ڈالا فوراً ہاتھ باہر نکال لیا۔ اسے یوں لگا جیسے غلطی سے اس نے کھولتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال دیا ہو ـــــ

اتنا گرم پانی پینے کا مطلب زبان سے معدے تک راستے میں آنے والی ہر شے کو جلا کر راکھ کر دینے کے سوا اور کیا تھا ـــــ

یہاں رک کر شام تک وہ پانی ٹھنڈا ہونے کا انتظار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جمشید نے گھی کے خالی ڈبے کو پانی سے بھرا اور اپنے ٹھکانے پر واپس آ گیا ـــــ!!

سورج سوا نیزے پر آ چکا تھا۔

زیر تعمیر بلڈنگ کے در و دیوار جھلستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اسے ایک قدرے سایہ دار جگہ دکھائی دی وہاں پانی کا ڈبا رکھ دیا اور خود لکڑی کی ایک پٹی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ـــــ خیریت گزاری کہ اس کے جسم پر رات کی بھاگ دوڑ سے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی ـــــ ورنہ ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جاتی۔

آدھا گھنٹہ تک وہ اپنے "سر" کی باتیں یاد کر کے دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا۔ اس کے بعد پیاس کے ہاتھوں بے قابو ہو کر اس نے پانی کو ہاتھ لگایا تو اس کی تپش قریباً ختم ہو چکی تھی۔

"اگر اس میں کوئی جراثیم بھی تھے تو وہ پانی ابلنے سے مر چکے ہوں گے ـــــ کیپٹن جمشید تم اس وقت صحت عامہ کے اصولوں کے عین مطابق صاف ستھرا جراثیم سے پاک ابلا ہوا پانی پی رہے ہو ـــــ"

اس نے اپنے آپ سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ہنس دیا۔

پانی اس نے گھونٹ گھونٹ کر کے اپنے حلق میں اتارا تھا بچ جانے والے پانی سے اس نے اپنا منہ دھویا اور دوبارہ ایک ڈبا بھر کر وہیں لا کر رکھ دیا ـــــ!!

اب اسے اپنے آپ سے ایک طویل جنگ لڑنی تھی ـــــ!!

کیا وہ یہیں سے واپس لوٹ جائے؟

وہ حالت جنگ میں نہیں؟

اردو فینز ڈاٹ کام

غلطی سے سرحد پار کرکے اس طرف آگیا ہے۔

کمانڈر کی طرف سے بھی اسے یہی مشورہ ملتا کہ ان حالات میں بہترین عمل یہی ہے کہ وہ اپنی جان بچاکر واپس لوٹ آئے۔

وہ کسی مشن پر یہاں نہیں آرہا تھا؟۔

لیکن ——

اس نے اپنی آنکھوں سے سے ٹرک کو دیکھا تھا جس میں تخریب کار سوار تھے اسے یقین تھا کہ اس مصنوعی جنگل میں ان تخریب کاروں کا تربیتی مرکز ہے جہاں اس کے ملک کے آستینوں کے سانپ تربیت پاکر پاکستان کے بے زبان شہریوں کے خون سے ہولی کھیلتے ہیں ——!!

یہاں وہ لوگ موجود تھے جنہیں گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہنچانا اس کا فرض تھا۔

وہ گزشتہ دو تین ماہ سے اور کیا کر رہا تھا؟

اس سرحدی علاقے میں ایف آئی یو کے انچارج افیسر کی حیثیت سے اس کی اور کیا ذمہ داریاں تھیں؟

اسے سولجر کیوں بنایا گیا تھا؟

کیا صرف اس لئے کہ وہ اپنے ملک کی تباہی کا ملک دشمنوں کے ہاتھوں تماشا دیکھتا رہے اور ادھر سے آنے والے ملک دشمنوں کو گرفتار کرکے قانون کے حوالے کردے تاکہ عدالتی نظام کے ذریعے طویل مقدمے بازی کے بعد انہیں سزا مل جائے؟

اور ——

اس بات کی بھی کیا ضمانت تھی کہ انہیں سزا ملتی؟

اسی ملک میں تو ہر شے برائے فروخت موجود تھی —— اور ان تخریب کاروں کی پشت پناہی کرنے والے بہت سے دیگر چیزوں کی طرح انصاف کو بھی کبھی کبھی خرید لیا کرتے تھے!!

ان کی دن رات کی محنتیں اکثر سیاسی مکرو فریب کی بھینٹ چڑھ جایا کرتی تھیں۔

حکومت اور تخریب کاروں کے پشت پناہوں کے درمیان کوئی بھی سیاسی سودے بازی ہو جاتی۔ تخریب کاروں کو بے گناہ قرار دے کر جیلوں سے رہا کر دیا جاتا اور وہ دوبارہ سرگرم عمل ہو جایا کرتے تھے ——

ایسا یہاں ہو رہا تھا؟

پھر ——

یہ بھی تو تھا کہ دشمن نے انہیں متعدد مرتبہ بغیر کسی وجہ کے "ہارٹ پرسوٹ" (تخریب کاروں کے تعاقب میں بین الاقوامی سرحد عبور کرنا) کی دھمکیاں دی تھیں —— حالانکہ وہ ایسا نہیں کر رہے تھے ——

کیا ہارٹ پرسوٹ کا حق بھی صرف ان کے دشمن کو ہے؟

وہ کیوں ایسا نہیں کرسکتے؟

اپنے ملک میں تخریب کاری پھیلانے والوں کے ٹھکانے کو تباہ کیوں نہیں کرسکتے؟

اس کا "ٹارگٹ" تو اس کی آنکھوں کے سامنے تھا؟

"کیپٹن جمشید تمہیں قدرت نے کسی خاص مشن پر یہاں بھیجا ہے۔ تم اتنے بیوقوف نہیں ہو کہ راستہ بھول جاؤ —— تمہارا املاپ کے لئے ٹارچ جلانا اور دشمن کے ہتھے چڑھنا سب مشیت ایزدی تھا۔ شاید مکافات عمل شروع ہو چکا ہے —— شاید پاکستان کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں دشمن کے سدھائے ہوئے ان تخریب کاروں کے ہاتھوں بے بسی کی موت مرنے والوں کے پیاروں کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگئی ہیں اور شاید اب قدرت ان انسان نما بھیڑیوں کو اس کے ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچانا چاہتی ہو ——"

کسی نادیدہ قوت نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی ——!!

"لبیک اللھم لبیک" ——

اس نے اللہ عزوجل کے اس فیصلے پر آمنا صدقنا کہا اور دوسرے ہی لمحے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے سورج کے بطن سے خارج ہونے والی ساری توانائیاں دھوپ کی طرح

اردو فیئر ڈاٹ کام

اس کے رگ وپے میں سرایت کر گئی ہو——

وہ نہتا تھا——

اس کے پاس تو اپنا سروس ریوالور بھی نہیں رہا تھا۔

لیکن——

جذبہ ایمانی موجود تھا——

کومٹ منٹ موجود تھی——!!

وہ کمانڈو تھا——

پاکستانی فوج کا مایہ ناز کمانڈو——

عالم اسلام کا فخر——!

اس کی تربیت عام فوج سے ہٹ کر کی گئی تھی——وہ "خاص" تھا۔

ایس ایس جی۔ سپیشل سروس گروپ!!

اس کو خالی ہاتھوں دشمن سے نمٹنے کی تربیت دی گئی تھی

اور——

آج امتحان کی گھڑی آگئی تھی——

اسے ثابت کرنا تھا کہ اس کے افسران نے قوم کے خون پسینے کی جو کمائی اس پر بطور خاص صرف کی تھی اور اس سے جو توقعات وابستہ کی تھیں۔ وہ ان پر پورا اتر سکتا ہے——

○

"ہارٹ پرسوٹ ہوگا"——

اس نے زیر لب دھرایا۔

"اگر تم اپنے تخریب کار میرے ملک میں داخل کرو گے تو میں دنیا کی آخری کونے تک تمہارا تعاقب کروں گا"——

اس نے اپنے عزم کو دھرایا

سہ پہر تک کا وقت اس نے یہاں اسی طرح گزارا۔ اس دوران اس نے پانی کا دوسرا ڈبہ بھی ختم کر لیا تھا——وہاں بیٹھے بیٹھے وہ سامنے والی کالونی کو جانے والے راستوں کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ پہلے تو اس سائیکلوں کی کچھ ٹریفک تھی ایک دو مرتبہ جیپیں اور ٹرک بھی وہاں سے گزرے تھے لیکن اب کچھ نہیں تھا۔

سڑک پر سورج آگ برسا رہا تھا اور کالونی کے مکین اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے تھے۔ اس موقعے کو اس نے قدرے غنیمت جانا۔ اپنے کپڑوں پر چوری کی ہوئی بی ایس ایف کے کسی حوالدار کی وردی زیب تن کی اور دبے قدموں نیچے اتر آیا۔

اس حالت میں کوئی اسے دور سے دیکھتا تو مقامی سمجھتا کیوں کہ عموماً یہاں ڈیوٹی سے آنے اور جانے والے ہی دکھائی دیا کرتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی بہت ضروری کام سے یا تو جا رہا ہے یا واپس آرہا ہے۔

سر جھکائے بی ایس ایف کے انداز میں قدم رکھتا وہ کالونی کی طرف جا رہا تھا۔ جس کے باہر سرو، شیشم کے درختوں کی قطاریں لگا کر وہاں گرمی کی تپش قدرے کم کرنے کی کوشش کی گئی تھی——

زیادہ تر مکانات ایک منزلہ تھے۔ کسی کسی کوارٹر کی چھت پر برآمدہ بنا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

ہر کوارٹر کی پشت سے ایک پائپ نیچے اترتا دکھائی دے رہا تھا جس سے شاید بارش کا پانی نیچے گرتا تھا۔ کوارٹروں کی پشت پر اتنی بڑی بڑی خود رو جنگلی گھاس اگی ہوئی تھی جس کی اونچائی کہیں کہیں ان مکانات کی چھتوں کو چھوتی دکھائی دے رہی تھی۔

تمام کالونی کی کھڑکیاں اس طرف ہی کھلتی تھیں—— لیکن اس طرف کھڑکی شاید کوئی نہیں کھولتا ہو گا اس کی ایک وجہ تو یہاں کی گندگی تھی اور دوسری وجہ اس طرف سے پڑنے والی سورج کی سیدھی روشنی جمشید اب اسی سڑک کے نزدیک پہنچ چکا تھا جس کے دوسری طرف اس کالونی کی پشت تھی جس کے راستے اس نے اندر داخل ہونا تھا۔

سڑک اس نے تیزی سے عبور کی تھی اور اب درختوں کے سلسلے میں داخل ہو رہا

اردو فینز ڈاٹ کام

تھا جب اچانک وہ چونکا اس کے حساس کانوں سے کسی جیپ کی آواز ٹکرائی تھی ——!!

سنسان سڑک پر کوئی جیپ بڑی تیز رفتاری سے چلاتا ہوا آرہا تھا۔ جمشید نے بمشکل چند سیکنڈ میں خود کو اس طرح جھاڑیوں میں چھپالیا تھا کہ اب وہ اپنی جھاڑیوں کا حصہ دکھائی دینے لگا تھا۔ ان میں جھاڑیوں میں چھپے ہوئے اس نے ایک جیپ کو برق رفتاری سے آگے نکلتے دیکھا اس سڑک کا اختتام بھی کالونی پر ہوتا تھا پھر آغاز بھی وہی تھا۔ یہ سڑک کالونی کی پشت سے گھوم کر اس کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔

سڑک کے آخری سرے سے اس نے جیپ کو بائیں طرف گھومتے دیکھا تو یہی اندازہ لگایا کہ وہ شاید کالونی میں کسی کام سے آئی ہوگی۔ جمشید اپنے سامنے سے گزرنے کے بعد اب وہ اپنے نزدیکی کوارٹر کی پشت پر پہنچ چکا تھا جس کی کھلی کھڑکی پر موجود بھاری پردوں کے پیچھے سے نسوانی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ——

یوں لگتا تھا جیسے دو عورتیں آپس میں بحث کر رہی ہیں۔ ایک ادھیڑ عمر کی اور ایک قدرے جوان عورت کی آوازیں بھی تھیں۔ جمشید ان کی شکل تو نہیں دیکھ سکتا تھا —— لیکن ان کی آوازیں بخوبی سن سکتا تھا۔

"میں نے کھانا پروس دیا ہے۔ بھگوان جانے کس جرم کی سزا مل رہی ہے مجھے —— ہر جگہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ نجانے بھائی صاحب کیا سوچیں گے ——"

نوجوان عورت نے کہا۔

"ارے اوما بیٹی! آجائے گا۔ نوکری ہی ایسی ہے بے چارے کی۔ دیر سویر تو ہو جاتی ہے"

بوڑھی عورت نے جو شاید اوما کی ماں تھی اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"جانے دیجئے ماتا جی —— آپ کی ان ہی باتوں نے ان کا دماغ خراب کر رکھا ہے —— بھگوان جانے آپ کو ان میں کیا دکھائی دیتا تھا —— یہاں جنگل میں لا کر ڈال دیا ہے —— سارا دن دھوپ میں جلنے کے لئے ——"

اوما دیوی نے روہانسی آواز میں کہا۔

اچانک ہی جیپ کے زوردار بریکوں کی آواز سنائی دی۔

یہ شاید وہی جیپ تھی جو تیز رفتاری سے ابھی اس کے نزدیک سے گزر کر گئی تھی

"لو آگئے مہاراج ——"

اسے اوما کی جلی کٹی آواز سنائی دی۔

"جے ہند" ——

اچانک ہی ایک گونجدار آواز بلند ہوئی۔

"یہاں کوئی جنگ نہیں لگی ہوئی جو آپ کو "جے ہند" یاد آرہا ہے"۔

اوما نے اس کے جواب میں کہا۔

"بھئی مہابھارت یدھ تو چل رہا ہے"۔

اس کے غالباً خاوند نے جواب میں کہا۔

"ارے بیٹا! جانے بھی دو ——"

بوڑھی عورت کی آواز سنائی دی

"موسی جی شما کیجئے۔ آج رات ہیڈ کوارٹر میں ایمرجنسی ہوگئی تھی اور سب لوگوں کو سٹینڈ بائی رہنا پڑا —— میں تو اب بھی بڑی منت سماجت سے اجازت لے کر آیا ہوں آیئے آپ لوگوں کو چھوڑ آؤں —— مجھے تو شاید اب تین چار روز گھر واپس آنا ہی نصیب نہ ہو ——"

مردانہ آواز سنائی دی۔

"بیٹا کھانا پروس دیا ہے۔ کھالو پھر چلتے ہیں ——"

بوڑھی عورت کی آواز سنائی دی۔

"ارے موسی جی گاڑی کی روانگی میں صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے اور یہاں سے سٹیشن تک کا فاصلہ بھی آدھے گھنٹے کا ہوگا —— میں نے سٹیشن ماسٹر سے کہہ دیا تھا گاڑی کو روکے رکھے —— کھانا وانا چھوڑ دیں اب ٹرین نکل گئی تو پھر کل ہی واپس آئے گی ——"

اردو فینز ڈاٹ کام

اومانے کہا۔

اس کے ساتھ ہی کچھ اٹھانے کی آواز سنائی دی ــــــ

عورت ابھی تک بولے جارہی تھی۔

کیپٹن جمشید کو ساری بات سمجھ آگئی کہ اوما شاید اسی انسپکٹر کی بیوی تھی جو ابھی جیپ کے ذریعے پہنچا تھا۔ اس نے پہلی گاڑی سے ان لوگوں کو کسی دوسرے شہر روانہ کر تھا لیکن وہ بے چارہ تو خطرناک گھس پیٹھیے کو تلاش کر رہا تھا۔ یہاں کیسے آتا؟

بہر حال اب شاید دوسری اور سٹیشن پر آنے والی آخری گاڑی کے ذریعے وہ انہیں بھیج رہا تھا اور خود اسے ایمرجنسی کی وجہ سے اب دو تین روز تک پوسٹ پر ہی رہنا

ــــــ

سارا ڈرامہ بمشکل تین چار منٹ میں ختم ہو گیا۔

ایک مرتبہ پھر جیپ کے سلف نے زور سے انجن کو گھمایا اور جیپ چلی گئی ــــــ

وہاں پھر موت ایسا سناٹا چھا گیا۔

○

قدرت نے شاید اس کی حالت پر رحم کر کے اس کے لئے اس گھر کو خالی کروا تھا۔ تین چار منٹ بعد ہی وہ پائپ کے راستے بلی کی طرح مکان کی چھت پر چڑھ گیا اور پھر اوپر کی چھت سے ملحقہ سیڑھیوں کے راستے نیچے صحن میں اتر آیا۔

اپنے کوارٹر کے مین گیٹ کو انہوں نے باہر سے تالا لگا دیا تھا۔ اندر کے دونوں کمرے اور دونوں سٹور روم کو صرف کنڈی لگا کر بند کیا گیا تھا۔

شاید یہاں چوری کا کوئی تصور نہیں تھا ــــــ

یا پھر کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ کوئی چھت کے راستے اندر آجائے گا۔ اطمینان سے دروازہ کھول کر وہ اس کمرے میں چلا آیا۔ جس کی کھڑکی سے اندر ہونے والی مہابھارت سن رہا تھا۔

جانے والے واقعی بہت جلدی میں دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے گرم گرم

کھانا جوں کا توں فریج میں رکھ دیا تھا۔ جمشید نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے پہلے وہاں کونے میں دھرے پڈسٹل فین کا بٹن دبا کر اپنا پسینہ خشک کیا پھر فریج میں رکھی تمام بوتلیں یکے بعد دیگرے خالی کرتا چلا گیا جس کے بعد وہ تازہ کھانے پر ٹوٹ پڑا۔

اپنی دانست میں وہ اگلے چوبیس گھنٹے کے لئے اونٹ کی طرح اپنی کوہان میں پانی اور معدے میں کھانا جمع کر رہا تھا۔

آدھا گھنٹہ، تک وہ اطمینان سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ جس کے بعد اس نے دوسرے کمرے کا رخ کیا جو شاید ان کی خواب گاہ تھی۔ یہاں ایک وارڈروب میں ترتیب سے انسپکٹر کی وردیاں استری کرنے بعد ہینگرز سے لٹکائی گئی تھیں جبکہ سنگھار میز پر اس کے سارے میڈلز اور سٹار رکھے ہوئے تھے۔

سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنے سراپے کا جائزہ لیا پھر اچانک کسی برقی عمل کے تابع ملحقہ باتھ روم میں گھس گیا۔

جب وہ پندرہ منٹ بعد باتھ روم سے باہر آیا تو اس نے نہ صرف تازہ شیو کی ہوئی تھی بلکہ جسم پر انسپکٹر بی ایس ایف کی وردی بمعہ ریوالور کے سجائی ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ اسے اس گھر سے ملا تھا۔

اپنے جسم پر موجود تمام کپڑے اس نے احتیاط سے اس گھر کے ایک سٹور میں ایسی جگہ چھپا دیے تھے جہاں شاید یہاں کے مکینوں کو دو تین ماہ بعد ہی جانے کا خیال آتا۔ اب وہ خواب گاہ کے بیڈ روم پر ٹیک لگائے آمدہ حالت کی منصوبہ بندی کر رہا تھا ــــــ

سورج اب مغرب کی سمت اپنے سفر کا آغاز کرنے لگا تھا ــــــ

کالونی کی زندگی بیدار ہو رہی تھی۔ دھوپ اور گرمی کے خوف سے اپنے گھروں میں سمٹے لوگ باہر آرہے تھے۔

اور ــــــ

عین ان لمحات میں جب بھارت کی بارڈر سیکورٹی فورسز اور آرمی کے خاص یونٹ کے جوان وہاں سے پندرہ بیس کلومیٹر دور دیہاتوں، کھیتوں اور بیرکوں کی خاک چھانتے پھر

اردو فینز ڈاٹ کام

رہے تھے وہ بی ایس ایف کے انسپکٹر کے گھر میں نماز کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضو[ر] گڑگڑا کر اپنے مشن کی کامیابی کی دعا مانگنے کے بعد اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گیا۔۔۔۔۔

اس کی گھڑی بھارتی وقت کے مطابق شام کے چھ بجا رہی تھی جس کا مطلب یہ [تھا] کہ اب یہاں جوانوں کی ڈیوٹیاں بدلنے والی ہیں اور یہی وقت تھا جس میں وہ آسانی [سے] کسی بھی طرف سلپ ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔

جس راستے سے وہ واپس آیا تھا اس راستے چھت پر چڑھ کر اس نے سامنے نظریں دوڑائیں دور دور تک کوئی ذی نفس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اللہ کا نام لے کر وہ نیچے آ[یا] اور تیزی سے سڑک عبور کر لی۔۔۔۔۔

○

اب اس نے زیر تعمیر عمارت کا راستہ چھوڑ دیا تھا اور مصنوعی جنگل کے ساتھ ساتھ جانے والی سڑک کے کنارے موجود بڑی بڑی خودرو جنگلی گھاس میں داخل ہو چکا تھا۔ اس گھاس کا سلسلہ جنگل تک پھیلا ہوا تھا۔۔۔۔۔ راستے میں کہیں کہیں تھوڑا سا قطعہ اراضی خالی دکھائی دیتا تھا جہاں سے جھاڑیاں سر اٹھاتی نظر آتی تھیں۔۔۔۔۔!!

کمر کے بل جھک کر وہ جنگل کی طرف سفر کر رہا تھا۔۔۔۔۔ اس سے بمشکل دس بارہ گز کے فاصلے پر سڑک پر سائیکلوں پر بی ایس ایف کے جوان آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اپنی ڈیوٹی آف کر کے آئے تھے اور وہ بھی تھے جو اپنی ڈیوٹی پر جا رہے تھے۔۔۔۔۔

مصنوعی جنگل کا آغاز ہو گیا تھا؟۔۔۔۔۔

سڑک جنگل میں داخل ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

لیکن۔۔۔۔۔ اس نے اب سڑک سے ہٹ کر گھوم کر کوئی مناسب جگہ دیکھنے کے بعد ہی اگلا لائحہ عمل طے کرنا تھا۔

سورج اب سامنے درختوں کی اوٹ میں اتر گیا تھا اور سرخی مائل روشنی کی لمبی لکیر چاروں طرف پھیل چکی تھی۔

لیکن۔۔۔۔۔ جنگل پر ملگجا اندھیرا اتر آیا تھا۔۔۔۔۔ گو کہ اتنی روشنی باقی تھی جس میں یہاں کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔۔۔۔۔

نیم دائرے میں لگے جنگلی درختوں اور گھاس کے گھنے سلسلے میں اب وہ تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کا فاصلہ طے کر چکا تھا جب اچانک کانٹے دار تار نے اس کا راستہ روک لیا۔۔۔۔۔

کانٹے دار تار یہاں بچھائی ضرور گئی تھی لیکن زیادہ نہیں۔ اپنی تربیت کے بل پر اس نے آسانی سے یہ سلسلہ پار کر لیا۔

اب وہ اونچی نیچی اور قدرے ناہموار جگہ پر چل رہا تھا۔ یہ شاید قدرتی شکست ریخت کا نتیجہ تھا۔ جلد ہی گھنے درختوں سے اسے کمروں کی ایک قطار جھانکتی دکھائی دی۔ اس کے ساتھ ہی راکٹ لانچر کے فائر کا زبردست دھماکہ ہوا اور وہ کسی لاشعوری عمل کے تحت زمین سے چپک کر لیٹ گیا۔۔۔۔۔

اس کے ساتھ ہی ایل ایم جی اور پھر دوسرے خودکار اسلحے کی فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔۔۔۔۔

کیپٹن جمشید نے زمین پر لیٹے لیٹے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سے کچھ فاصلے پر نظر آنے والی ان بیرکوں کے آگے شاید وہ لوگ کوئی مشق کر رہے ہیں۔ یہ اس کے لئے بہترین موقع تھا۔ اس اطمینان کے بعد کہ اردگرد کوئی گارڈ موجود نہیں وہ قریباً بھاگتا ہوا بیرکوں کی پشت پر پہنچ گیا۔۔۔۔۔

بیرکیں دس پندرہ سال پہلے کی تعمیر شدہ دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید پہلے انہیں کسی اور مقصد کے لئے تعمیر کیا گیا ہو۔ اب تو ان سے ملحقہ درختوں نے انہیں اس طرح اپنے اندر چھپا لیا تھا کہ وہ انہی کا حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ درختوں کی شاخوں کے اتنے ڈھیر بیرکوں کی چھتوں پر پڑے ہوئے تھے کہ اس میں فوج کی ایک کمپنی آسانی سے چھپ سکتی تھی“

ان لوگوں نے شاید یہ کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا کہ کبھی اس طرف سے بھی کوئی بلا ان پر نازل ہو سکتی ہے۔

اردو فینز ڈاٹ کام

فائرنگ کی آوازیں جاری تھیں جب اس نے بندر کی طرح ایک درخت پر چھلانگ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شاخوں کے رستے بیرک کی چھت پر پہنچ گیا——!!

اس کی نظروں کے سامنے اچانک ہی مکمل میدان جنگ آگیا تھا——

تین چار کنال سے بڑے ہموار قطعہ اراضی میں مختلف جگہ ریت کی بوریوں کے پیچھے دیواروں پر وہ لوگ فائرنگ کی مشق کروا رہے تھے——!!

ایک کونے میں ایک نوجوان کو کندھے سے لگا کر راکٹ لانچر چلانے کی تربیت دی جا رہی تھی—— جبکہ باقی لوگ خودکار اسلحہ سے چاروں طرف اس طرح فائرنگ کر رہے تھے جیسے تربیت یافتہ فوجیوں سے کروائی جاتی ہے۔

وہ فائرنگ کرتے کرتے اچانک ایک طرف گرتے پھر قلابازی کھا کر دوبارہ اٹھ کر کھڑے ہوتے اور ٹارگٹ پر فائرنگ شروع کر دیتے——

اچانک ہی فائرنگ کی آوازیں رک گئیں—— ان کے دس بارہ انسٹرکٹرز انہیں کچھ کہہ رہے تھے جس کی اسے یہاں کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن اس نے دیکھا وہاں موجود دس سے پندرہ کے درمیان زیر تربیت تخریب کاروں نے اب ایک سمت جدھر بیرکیں بنی ہوئی تھیں اکٹھے ہونا شروع کر دیا——

اب ایک نیا تماشا شروع ہونے جا رہا تھا۔

اس نے دیکھا بھارتی فوج کی وردی میں ملبوس کچھ جوانوں نے سامنے دو تین کنال کے ایریا میں "ڈمیاں" رکھنی شروع کر دیں—— یہ لکڑی کی ڈمیاں تھیں۔ جس کے بعد کسی نے دستی مائیکروفون پر چلا کر "الرٹ" کا سگنل دیا۔ جس کے ساتھ ہی زور سے "اسٹارٹ" کی آواز سنائی دی——

کیپٹن جمشید کے دائیں ہاتھ سے ایک سفید رنگ کی کار تیزی سے برآمد ہوئی جس کی دائیں سمت والی کھڑکیوں سے دو نوجوان اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔ کار تیز رفتاری سے گزرتی چلی گئی اور ڈمیاں گرتی چلی گئیں——

بالآخر دوسرے سرے پر جا کر کار رک گئی جس کے ساتھ ہی اس کے پہیے چرچرانے کی آواز سنائی دی شاید ڈرائیور نے بہت تیزی سے موڑ کاٹا تھا——

اب دوسری سمت سے لوگ فائرنگ کر رہے تھے کار جس طرح آئی تھی اس طرح پلک جھپکتے غائب ہو گئی۔

"ویل ڈن"——

کسی نے مائیکروفون پر چلا کر انہیں داد دی۔

کیپٹن جمشید کی آنکھوں میں خون اتر آیا——!!

اسے سمجھ آ گئی کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہیں کیا بتایا اور سکھایا جا رہا ہے۔ اس کے ملک میں ایسی ہی سفید رنگ کی پراسرار کاروں سے بالکل اسی انداز میں فائرنگ کے واقعات روزانہ کا معمول بن چکے تھے جس میں اب تک سینکڑوں بے گناہوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے تھے——!

اب انہوں نے میدان میں سرچ لائٹس روشن کر لی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے درختوں کے ایسے ہی جھنڈ میں دو بڑے بڑے کمرے موجود تھے۔

بھارتی فوج کے جوانوں نے وہاں موجود "آر پی جی" (راکٹ لانچر) اور آٹومیٹک رائفلیں وغیرہ جو انہوں نے ایک کمرے میں رکھ دیں اور اب دوسرے کمرے سے تین چار جوان کچھ سامان اٹھا کر باہر آ رہے تھے——!!

اب انہوں نے وہاں تین چار اور "ڈمیاں" فاصلے پر رکھ دیں۔ جن سے وہ بارود باندھ رہے تھے——

شاید انہیں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے دھماکے کی تربیت دی جا رہی تھی——!!

بھارتی انٹیلی جنس کے انسٹرکٹروں نے ان نوجوانوں سے میگنٹ کی طرح لوہے سے چپک جانے والے تباہ کن "ایکسپلوسو" لوہے کے ان ڈھانچوں پر تیزی سے نصب کروائے اور اب وہ بھاگتے ہوئے انہی درختوں میں چھپ رہے تھے۔

یہ شاید دھماکے سے گاڑیوں اور عمارتوں کو تباہ کرنے کی تربیت تھی ان نوجوانوں کو

اردو فینز ڈاٹ کام

ریموٹ کنٹرول بم چلانے کی تربیت دی جا رہی تھی ———

مائیکروفون پر "ریڈی" کی آواز سنائی دی۔ جس کے ساتھ ہی زور سے کسی نے "او۔کے" کہا

"گو" ———

مائیکروفون پر کوئی دوبارہ چلایا اور ایک کار تیزی سے دوبارہ نمودار ہوئی جمشید نے دیکھا جیسے جیسے وہ کار ایک "ڈمی" کے نزدیک سے گزرتی اس کے ساتھ اس "ڈمی" کو زیر تربیت تخریب کار دھماکے سے اڑا دیتے اس طرح انہیں موونگ ٹارگیٹ Movinge Targets ہٹ کرنے کی مشق کروائی جا رہی تھی ———

اس کھیل کا ڈراپ سین بڑا ہی اندوہناک تھا ———!!

اس نے دیکھا ایک نوجوان کو تین چار بھارتی سورمے کہیں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹتے ہوئے باہر لا رہے تھے۔

وہ نوجوان ان کے آگے خدا رسولؐ کے واسطے ڈال کر معافیاں مانگ رہا تھا جس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ان کے تخریب کاروں میں موجود کوئی غدار ہے ——— جمشید کو علم تھا کہ ایک مرتبہ بھارتی کیمپ میں پہنچنے والے کسی بھی تخریب کار پر اگر ان لوگوں کو معمولی سا بھی شک ہو جاتا کہ وہ کوئی گڑبڑ کر رہا ہے تو اس کا انجام بہت بھیانک ہوتا تھا ———

انہوں نے چیختے چلاتے اس بدقسمت تخریب کار کو میدان میں گڑے ایک لکڑی کے کھمبے سے باندھ دیا جس کے بعد کا منظر بڑا ہی لرزا دینے والا تھا ———

سرچ لائٹس کی تیز روشنیوں میں اس نے جین جیکٹ میں ملبوس ایک لڑکی اور ایک لمبے لمبے بالوں والے شخص کو شاید ان بیرکوں میں موجود کسی کمرے سے برآمد ہوتے دیکھا ———!!

○

دونوں کے چہرے سرچ لائٹ میں اس کے بالکل سامنے تھے ———!! اس کے دل

و دماغ کو زبردست دھچکا لگا کیونکہ دونوں چہروں سے وہ آشنا تھا۔ ان میں سے ایک ملک کی مشہور ماڈل گرل خانم اور دوسرا مشہور مذہبی اور سماجی لیڈر "سائیں لوک" تھا ———!!

سائیں لوک کا نام تو کچھ اور ہی تھا۔

لیکن ——— سیاسی اور سماجی حلقوں میں اسے سائیں لوک کہہ کر ہی پکارا جاتا تھا۔ اس کا تعلق کسی خاص سیاسی یا مذہبی جماعت سے تو نہیں تھا ——— لیکن اس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے پاس پراسرار علوم ہیں خصوصاً وہ دست شناسی کے حوالے سے ملک کی وی آئی پی شخصیات میں ایک اہم مقام رکھتا تھا۔

بڑے بڑے لوگ اس سے ایک دو ملاقاتوں کے بعد ضعیف العقیدہ ہو کر کسی بھی کام کو کرنے یا نہ کرنے کے لئے وقت سے متعلق دریافت کیا کرتے تھے ———!!

اور خانم ———

نام تو اس کا نجانے کیا تھا لیکن گلیمر کی دنیا میں اس نے ہنگامہ برپا کئے رکھا تھا۔ ملک کی سیاسی اور سماجی محفلوں کی تو وہ جان سمجھی جاتی تھی۔ اس سے تعلق قائم کرنا معاشرے میں تفاخر کی علامت سمجھا جاتا تھا ———

اس کے لئے ان دونوں کی اکٹھے یہاں موجودگی پہلے تو چونکا دینے والی تھی لیکن ——— جلد ہی اسے سمجھ آ گئی ———

سائیں لوک نے وہاں جمع ہونے والے نوجوانوں کے سامنے مختصر سی تقریر کی جمشید کو اس کی آواز تو سنائی نہیں دے رہی تھی ——— لیکن، وہ اس کا مطلب ضرور سمجھتا تھا۔ جب سائیں لوک دیوانگی کے عالم میں سامنے بندھے نوجوان کی طرف اشارہ کرتا تو وہاں موجود تخریب کاروں میں سے کوئی نہ کوئی آگے بڑھ کر اس کے منہ پر زوردار تھپڑ ضرور مارتا تھا۔

اچانک ہی جیسے خانم پر وحشیانہ دورہ پڑا ہو۔

اس نے اپنی پتلون کی بیلٹ اتاری اور اس نوجوان پر دیوانگی کے سے عالم میں پل پڑی۔ اس نے اپنی بیلٹ کو کوڑے کی شکل دے لی تھی جس سے وہ نوجوان کے جسم پر

اردو فینز ڈاٹ کام

ضربات لگا رہی تھی۔ جیسے جیسے اس کی آواز سے تڑپنے پر چیخیں بلند ہوتیں اس کے ساتھ ساتھ ان وحشیوں کے قہقہے بھی بلند ہونے لگتے ———

خانم اب تھک کر ہانپنے لگی تھی ———!!

اس نے بیلٹ زمین پر پھینک کر اس نوجوان کی ایک طرف ڈھلکی ہوئی گردن کو اس کے بال پکڑ کر سیدھا کیا اور زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا ———!!

مار کھانے والا شاید بے ہوش ہو چکا تھا کیونکہ ایک بھارتی فوجی نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے شروع کر دیے تھے ———!!

اس کے بعد کا منظر بڑا ہی خوفناک تھا ———!

سائیں لوک نے وہاں موجود ایک جوان کی گن پکڑ کر سیدھی کی اور اس نوجوان کے جسم میں گن میں موجود ساری گولیاں یکے بعد دیگرے اتار دیں ———

مرنے والے کے جسم سے خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ اس وحشیانہ کھیل کے باقی کردار زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے قہقہے لگانے والوں میں سائیں لوک کا ساتھ سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر خانم دے رہی تھی ———

جمشید کے سامنے اس وقت عورت کے روپ میں شیطان اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت موجود تھا اس نے دیکھا قہقہے لگاتے ہوئے سائیں لوک اسے اپنی بغل میں دبا کر ایک طرف لے گیا پھر وہ سب ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے ———

اس کے بعد لکڑی کے پلر سے بندھی اس لاش کو بھارتی فوجیوں نے زمین پر پھینک دیا۔ ان لوگوں کے وہاں سے غائب ہونے کے بعد سرچ لائیٹس بھی آف ہو گئی تھیں جس کا مطلب یہی تھا کہ ان کی آج کی تربیت ختم ہے۔

○

درختوں کے جھنڈ میں چھپے کیپٹن جمشید نے دو گھنٹے تک اس پوزیشن میں بیٹھ کر صورت حال کا جائزہ لیا ——— اس کے دائیں طرف شاید ان لوگوں کی پارکنگ تھی اور سامنے موجود میدان کے دوسرے کونے پر بارک اور اس سے ملحقہ تین چار کمرے ان

کے سٹور رومز تھے جو ایک طرح سے اسلحہ اور گولہ بارود کے ڈپو بھی تھے ———

جمشید نے دیکھا وہاں دو پہرے دار موجود تھے ایک ان کے سامنے والے حصے میں اور دوسرا پچھلی طرف ——— اس کے علاوہ اس ایریا میں کوئی پہرے دار نہیں تھا البتہ جنگل میں اور کہاں کہاں انہوں نے اپنی حفاظتی پوسٹیں بنا رکھی ہیں اس کا اسے علم نہیں تھا ———

دل ہی دل میں اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنے مشن کی کامیابی کے لئے دعا کی اور پھر اپنی معلومات کی حد تک ایک منصوبہ ذہن میں بنا کر نیچے اترنے کے ارادے سے کوئی آواز پیدا کئے بغیر درختوں کی ٹہنیوں سے باہر آ گیا۔ بارک کی چھت پر جس طرح وہ درخت کے ذریعے چڑھا تھا اسی طرح اتر آیا۔

ابھی اس نے بمشکل قدم زمین پر ٹکائے ہی تھے جب اچانک ہی اسے زمین بوس ہونا پڑا۔ کچھ فاصلے سے دو آدمیوں کے اونچی آواز میں باتیں کرنے کی آواز بھی سنائی دے رہی تھیں۔

یہاں چھپنے کے لئے بے شمار گنجائش تھی ———

زمین سے چپکے چپکے وہ کچھوے کی طرح درختوں کے درمیان موجود جنگلی گھاس میں پہنچ گیا۔ اب وہ اس گھاس کا حصہ بن چکا تھا۔

باتیں کرنے والے اب اس کے نزدیک آ رہے تھے ——— یہ شاید مقامی پہرے دار تھے جو معمول کی گشت پر تھے۔ انہوں نے اپنے معمول کے مطابق بارکوں کے گرد ایک چکر لگا کر اپنی پوسٹ تک واپس جانا تھا۔ آوازیں اب اتنی نمایاں تھی کہ وہ ان کی باتیں آسانی سے سمجھ سکتا تھا ——— لیکن ——— گردن اٹھا کر ان کو دیکھنے میں خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

اچانک ہی اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

ایک بوٹ اس کے منہ سے بمشکل چند انچ کے فاصلے پر ٹک گیا تھا۔ باتیں کرتے کرتے وہ دونوں رک گئے تھے۔

اردو فینز ڈاٹ کام

شاید سگریٹ سلگانے گئے تھے۔

ایک پہرے دار نے سگریٹ سلگایا اور جلتی ہوئی ماچس کی تیلی لاپرواہی سے نیچے پھینک دی جو کیپٹن جمشید کے ہاتھ پر گری تھی۔ خیریت گزری کہ گرتے ہی تیلی بجھ گئی ورنہ کوئی اور مصیبت بن جاتی——

سگریٹ سلگانے والا اپنے ساتھی کو شاید کوئی فحش لطیفہ سنا رہا تھا۔ باقی کا لطیفہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے مکمل کیا۔ اس دوران جمشید نے سانس بھی آہستہ اور احتیاط سے لیا تھا کہ مبادا وہ اس کی موجودگی کا انکشاف نہ کر دے——!

خدا خدا کر کے دونوں آگے نکل گئے اور اس نے سکون کا لمبا سانس لیا——!

اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر بیرکوں کی دیوار سے بائیں طرف چلنے لگا۔ اپنے اندازے کے مطابق وہ اسی طرف سے چکر کاٹ کر ان کمروں تک پہنچ سکتا تھا جہاں اسلحہ اور گولہ بارود موجود تھا——!

بیرکوں کے اختتام پر وہ پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ وہاں بڑے بڑے ڈرم اور ایک ٹینکر موجود تھا۔ یہ شاید ان لوگوں کا پیٹرول کا ذخیرہ تھا—— کچھ سوچتے ہوئے جمشید نے اپنا سر ہلایا اس نے اب اس پیٹرول کے ذخیرے کو اپنا پلاننگ میں مرکزی حیثیت دے دی تھی——

○

یہاں بیٹھ کر اس نے سن گن لینے کی کوشش کی پھر اس اطمینان کے بعد کہ میدان خالی ہے اٹھ کھڑا ہوا اور قریباً بھاگتا ہوا پنجوں کے بل بیرک اور سامنے والے کمروں کے درمیان کا فاصلہ طے کر گیا——

جیسے ہی وہ دوسری سمت پہنچا۔ اسے کمرے کی دیوار سے چپک جانا پڑا کیونکہ پہرے دار اس کی طرف آ رہا تھا۔ شاید کوئی معجزہ ہی تھا کہ پہرے دار کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی اور وہ اطمینان سے بیڑی کے کش لگاتا اسی طرف آ رہا تھا۔

جیسے ہی وہ کمرے کے کونے سے اندر کی طرف گھوما۔ اچانک کیپٹن جمشید نے

اسے آکٹوپس کی طرح جکڑ لیا۔

اس نے پہرے دار کے بالکل سامنے سے اسی طرح اچانک نمودار ہو کہ اس پر حملہ کیا کہ خوف اور حیرت کے مارے شاید وہ گنگ ہی ہو گیا——

اور——

اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے کوئی آواز نکلتی۔ جمشید کا ایک ہاتھ آہنی شکنجے کی طرح اس کے منہ پر اور دوسرا اس کی گردن پر جم گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی گردن سے کڑک کی آواز سنائی دی زندگی سے اس کا رابطہ منقطع ہو گیا——

جمشید نے اس کے مردہ جسم کو زمین پر گرنے نہیں دیا تھا بلکہ اس طرح کھینچتا ہوا کمرے کے پیچھے والی جھاڑیوں میں لے آیا تھا۔

اس کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ جمشید نے لاش کو گھاس میں چھپا دیا اور اس کی گن اور گولیوں کی بیلٹ اپنے قبضہ میں کر لی پھر اچانک کچھ سوچتے ہوئے اس نے مرنے والے کی جیب کی تلاشی لی جس میں بیڑیوں کا ایک بنڈل اور ماچس موجود تھی۔ اس نے بیڑیوں کا بنڈل تو وہیں پھینکا اور ماچس اپنی جیب میں ڈال لی اب وہ دوسرے شکار کا منتظر تھا——

اسے علم تھا کہ ایک پہرے دار بیرک کے سامنے والے حصے میں بھی پہرہ دے رہا ہے۔

جلد ہی اس کی مراد بر آئی جب اس نے دوسری سمت سے کسی کو "کندن" پکارتے سنا پھر اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

"سالے زیادہ چڑھالی ہے کیا؟"

آنے والا مرنے والے کا نام لے کر بڑبڑاتا ہوا اس طرح جمشد کے سامنے آ گیا ——اس کا انجام بھی اپنے ساتھی سے مختلف نہیں ہوا تھا۔ البتہ اس نے ایک ڈیڑھ کی بجائے دو ڈھائی منٹ لیے تھے اور مزاحمت کی کوشش کی تھی یہ الگ بات کہ اپنے منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی وہ "اکال چلنا" کر دیا گیا——!

اردو فینز ڈاٹ کام

اس کی جیب کی تلاشی پر بھی اسے ماچس اور بیڑیوں کے علاوہ کچھ نہیں ملا تو جمشید نے اس کی لاش کو بھی اسی طرح جنگلی گھاس میں چھپا دیا۔

اب اس کے بدن میں چیتے کی سی پھرتی آگئی تھی ———

اسے اپنا اگلا سارا آپریشن دس منٹ میں مکمل کرنا تھا۔ عین ممکن تھا کہ اس درمیان کوئی پٹرول پارٹی اس طرف نہ آجائے ———

یہی سوچ کر اس نے اپنا "ٹارگیٹ ٹائم" دس منٹ منتخب کیا تھا ——— !!

اب وہ اس کمرے کی پشت پر کھڑا تھا جس میں بارود اور ایکسپلوسو موجود تھے۔

اس کی اگلی ساری پلاننگ کا دارومدار یہاں سے ملنے والے مواد پر ہی تھا۔ اب اسے جو کچھ بھی کرنا تھا اس بارود کی مدد سے کرنا تھا ——— !

کمرے کی کھڑکی کے باہر موجود لوہے کی جالی اس نے بمشکل دو منٹ میں بندوق اور اپنی قوت بازو کے بل پر اکھاڑ دی ——— اس سے زیادہ آواز بھی پیدا نہیں ہوئی تھی ———

اندر لگی کھڑکی کھولنے کے لئے اس نے بڑی احتیاط سے شیشہ توڑا تھا۔ شیشہ زمین پر گرنے سے ہلکا سا ارتعاش ضرور ہوا ——— لیکن۔ اس نے صرف جمشید کے دل کی دھڑکن چند لمحوں کے لئے بڑھا دی تھی اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں کیا تھا ——— !

دوسرے ہی لمحے اس نے ہاتھ اندر کر کے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی اور اب اس کھلی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا جمشید نے اپنے ہاتھ میں موجود ماچس کی مدد سے ہلکی سی روشنی کی اور وہ دنگ رہ گیا یہاں تو دنیا کے خطرناک ترین دھماکہ خیز مواد کی پیٹیاں موجود ہیں اس کے لئے اس بارود کا تعارف کوئی نئی بات نہیں تھی ———

اس نے اس کا خصوصی کورس کیا ہوا تھا ———

یہ تمام ریموٹ کنٹرول بم تھے ———

جمشید نے دو تین ماچس کی تیلیاں جلائیں اور بمشکل پانچ منٹ یہاں گزارنے

کے بعد تین پیٹیاں اور ریموٹ کنٹرول حاصل کر لیے تھے ———

ان گتے کی پیٹیوں کو اس نے کھڑکی کی مدد سے باہر نکالا اور کھڑکی دوبارہ بند کر دی۔

سب سے پہلے ان میں سے ایک بم اس نے اندر پھینکا پھر ان بیرک نما کمروں کے ساتھ ساتھ تین چار بم چپکا دیے۔

ایک پیٹی یہاں خالی کرنے کے بعد اپنے گلے میں "آٹومیٹک" گن لٹکائے دونوں باقی پیٹیاں دونوں کندھوں پر رکھے وہ قریباً بھاگتا ہوا۔ اسی راستے سے واپس آیا ———

اگلے تین منٹ میں اس نے پیٹرول کے ڈپو اور ان بیرکوں کے گرد جہاں اس کے خیال میں باقی لوگ قیام پذیر تھے ان بموں کو نصب کر لیا۔

اب وہ تیزی سے دائیں کونے کی طرف بڑھ رہا تھا جدھر سے کار اس طرف آئی تھی ———

بیرکس کے خاتمے پر اسے کیمپ کا پارکنگ ایریا نظر آگیا۔ جہاں ایک جیپ پر مشین گن بھی نصب تھی۔

کیپٹن جمشید نے اس جیپ میں بم نصب کیا پھر باقی بموں کو نصب کرنے کے بعد وہ سانپ کی طرح گھاس کے اندر ہی اندر رینگتا ہوا ایک محفوظ کونے میں پہنچ گیا۔

اس نے دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد کیا جیب سے ریموٹ کنٹرول نکالے اور اللہ اکبر کہہ کر ان کے بٹن یکے بعد دیگرے دباتا چلا گیا۔

بھارتی انسٹرکٹر بڑی سخت تربیت کے بعد بھی ایسے نتائج اپنے تخریب کاروں سے برآمد نہیں کروا سکے تھے۔ جیسے نتائج کیپٹن جمشید کو حاصل ہوئے قدرت کی مدد شامل حال تھی۔

○

دوران تربیت بھی شاذونادر ہی وہ سوفی صد رزلٹ حاصل کیا کرتا تھا ———

لیکن ——— آج حیرت انگیز طور پر نتیجہ سوفی صد برآمد ہوا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا دھماکہ ہوا اور جیسے وہاں قیامت برپا ہو گئی ———

اردو فینز ڈاٹ کام

دھماکوں کا آغاز بارود خانے سے ہوا تھا جس نے اردگرد سو ڈیڑھ سو گز میں موجود ہر شے کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا۔

اس کے بعد بارکوں کا نمبر آیا پھر پارکنگ میں موجود گاڑیوں کا اور سب سے آخر میں پیٹرول ڈمپ کا ——!!

یہاں تو جیسے قیامت برپا ہو گئی تھی ——!!

کیپٹن جمشید اس درمیان اپنی بندوق سمیت جنگل سے باہر جانے والی سڑک کے کنارے گھات لگا کر بیٹھ گیا ——

اس نے دیکھا تھا کہ اس کیمپ کی سیکورٹی کا انتظام زیادہ تر ایس ایف کے پاس ہی ہے مگر اندر کے تمام معاملات کو "را" خود ہینڈل کر رہی تھی۔

پیٹرول کا ڈپو جلنے سے مسلسل دھماکے ہو رہے تھے ——!!

دوسری طرف تباہ کن بارود نے قیامت مچا رکھی تھی۔ اس کیمپ کے اردگرد موجود قریباً ہر عمارت اپنے سامان اور مکین سمیت اس جہنم کا ایندھن بن رہی تھی ——

کیپٹن جمشید نے اب خطرے کے سائرن سننے شروع کر دیے تھے۔ لیکن ——

وہ جانتا تھا کہ اب یہ لوگ کچھ بھی کرنے کے باوجود کیمپ کو نہیں بچا سکیں گے ——!!

اسے اب اپنے لئے سواری کا انتظام کرنا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سڑک پر آمدورفت شروع ہو گئی گھبرائے ہوئے جوان خوفزدہ بھیڑوں کی طرح جس طرف جس کا منہ اٹھا بھاگے چلے جا رہے تھے۔ شاید ان کے ذہنوں میں دور دور تک کبھی یہ بات نہیں رہی ہو گی کہ انہیں ایسے حالات سے بھی گزرنا پڑے گا۔

وہ تو اپنی دانست میں بڑے ہی محفوظ بیٹھے ہوئے تھے ——

اب اس طرح اچانک ٹوٹنے والی آفت سے ان کے ہاتھ پاؤں نہ پھولتے تو اور کیا ہوتا جیپوں کی آمدورفت بھی شروع ہو گئی تھی۔ کچھ جیپیں کمپنی ہیڈ کوارٹرز سے اس طرف آ رہی تھیں اور دو چار ادھر سے گئی تھیں۔

جمشید اندازہ کر سکتا تھا کہ جو جیپیں اس طرف سے گئی ہیں ان میں تو جان بچا کر فرار

ہونے والے افسر ہی ہو سکتے تھے۔ ان کے لئے اس آگ پر قابو پانا ممکن ہی نہیں تھا ——

آگ نے اب جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ہرے بھرے درخت خشک لکڑیوں کی طرح جل کر گر رہے تھے ——

اچانک ہی ایک جیپ جمشید سے کچھ فاصلے پر آ کر رکی تھی ——

یہ غالباً کوئی آرمی آفیسر تھا جو گالیاں دے کر بھاگنے والوں کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن انہیں روکنا اس کے بس کی بات دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اس نے جنگل کی سمت سے ہاتھی کی طرح جھومتی ہوئی ایک جیپ کو ہاتھ دے کر روکنا چاہا اور جو اس کے نزدیک سے زیادہ تیزی سے آگے نکل گئی۔

آفیسر نے جو اس وقت شب خوابی کا لباس پہنے ہوئے تھے جیپ سواروں کو زور زور سے گالیاں دینا شروع کر دیں اور تیزی سے جیپ کی طرف بڑھا۔

لیکن —— اسے جیپ تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ کیپٹن جمشید نے ایک ہی گولی میں اسے ڈھیر کر دیا تھا۔ پھر احتیاط" دو تین اور گولیاں اس پر خالی کر دیں۔ لاش کو اس نے سڑک کے کونے سے گھسیٹ کر درختوں کے جھنڈ میں پھینکا اور اس کی جیپ سنبھال لی' جیپ کا رخ کمپنی ہیڈ کوارٹر کی طرف تھا۔

○

بارود پھٹنے سے ہونے والے زوردار دھماکوں میں اس کی گولیوں کا نوٹس کسی نے نہ لیا؟

اس نے جیپ کو اسی سڑک پر ڈالا تھا جس پر چل کر یہاں تک آیا تھا اب وہ زیر تعمیر عمارت کے نزدیک پہنچ چکا تھا جہاں سے یہ سڑک گھوم کر کمپنی ہیڈ کوارٹر کی طرف جاتی تھی۔ جب اچانک ہی اسے سامنے سے ایک ٹرک اپنی سمت آتا دکھائی دیا۔ یہ آرمی ٹرک تھا جس میں شاید کچھ جوانوں کو اس طرف لے جایا جا رہا تھا۔ ٹرک نے اسے رکنے کا اشارہ کیا اور جمشید نے اچانک جیپ کو زوردار بریک لگا کر روک لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا

اردو فینز ڈاٹ کام

ہاتھ اپنی گن کی طرف بڑھا اور وہ جیپ سے نیچے اتر آیا۔

ٹرک ڈرائیور کے لئے اس کا اس طرح رکنا اتنا اچانک تھا کہ اس کے اچانک بریک لگانے سے ٹرک الٹتے الٹتے بچ گیا تھا۔

لیکن ——— کہاں تک بچتا؟ کیپٹن جمشید نے اپنی گن اس کی طرف سیدھی کی اور بوکھلائے ہوئے ڈرائیور کی طرف فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں ونڈ سکرین توڑ کر اس کے دماغ میں گھس گئی تھیں اور ٹرک الٹ کر گر پڑا اس میں موجود جوانوں کی چیخ و پکار اسے یہاں تک سنائی دے رہی تھی۔

"گو ٹو ہیل" ———

کیپٹن جمشید نے کہا اور جیپ آگے بڑھا دی۔

وہ جانتا تھا۔ اس حادثے کے بعد سے سرحد پر فوجوں کی تعداد چار گنا ہو چکی ہو گی اور اب تو کسی قیمت پر بھارتی انٹیلی جنس کے لوگ اسے کم از کم اس علاقے سے سرحد عبور نہیں کرنے دیں گے۔ اپنی گھڑی پر نظر رکھنے سے اسے علم ہوا کہ رات کا ایک بج چکا ہے۔

اچانک ہی ایک خیال سے اس کے رگ و پے میں بجلیاں سرایت کر گئیں۔ اسے علم تھا کہ رات کو ڈیڑھ اور دو بجے کے درمیان ایک مال گاڑی ادھر سے گزرتی ہے وہ پھر گنگا نگر کی طرف جاتی تھی۔ فی الوقت یہی اس کی منزل تھی۔ آسمان پر بکھرے ستارے اسے سمت کا اندازہ کروا سکتے تھے۔ لیکن ——— اس نے اپنے ناقص علم کی بنا پر ستاروں پر تکیہ کرنے کے بجائے اپنے اندازے کے مطابق قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا تھا ———

اسے اپنے ملک ہی میں اس بات کا علم تھا کہ کمپنی ہیڈ کوارٹر شہر کی طرف جانے والے راستے پر قریباً تین یا چار کلو میٹر دور جا کر ریلوے لائن آتی تھی۔

چاروں طرف اپنی گردن گھمانے سے اس نے دیکھا۔ ایک طرف کمپنی ہیڈ کوارٹر تھا۔ دوسری طرف سرحد تیسری طرف وہ جنگل اور شمال میں چوتھی سمت باقی تھی۔

اس نے جیپ کو اسی راستے پر ڈال دیا۔

کچے پکے ٹیڑے میڑھے راستوں پر وہ پوری رفتار سے جیپ بھگا رہا تھا۔ پیٹرول گیج نے اسے خاصا مطمئن کیا ہوا تھا۔ بیس پچیس منٹ کی قسمت آزمائی کے بعد اسے بالآخر جیپ کی ہیڈ لائٹس میں ایک کھیت کے کنارے ٹریکٹر کھڑا دکھائی دیا۔

جمشید سیدھا اس طرف چلا گیا ———!

ایک نوجوان ٹریکٹر سٹارٹ کر رہا تھا۔ یہاں لوگ اپنے کھیتوں میں رات کے اس حصے میں کام شروع کر دیا کرتے تھے۔ اچانک اپنے سر پر فوج کی جیپ اور بی ایس ایف کے انسپکٹر کو دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

"جے ہند سرکار" ———

اس نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ دیئے۔

"جے ہند" ———

جمشید نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا اور فوراً ہی اگلا سوال داغ دیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جی کرشن مورتی" ———

اس نے بدستور ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔

"کس گاؤں کے ہو" ———

جمشید نے بارعب لہجے میں اگلا سوال پوچھا۔

"جی بھیم نگر کا مہاراج ——— کیا بات ہے مائی باپ۔ میں سرپنچ نتھو لال کا بھانجا ہوں۔ مجھے شرما صاحب جانتے ہیں"

اس نے اپنی صفائی پیش کی۔

"اوہ ——— تم تو پھر اپنے یار ہوئے ناں ——— کرشن مورتی تم کتنی دیر سے یہاں کھڑے ہو" ———

اس نے بڑے اعتماد سے پوچھا۔

"میں مہاراج آدھے گھنٹے سے یہاں موجود ہوں۔ یہ دھماکوں کی آوازیں کیسی

اردو فینز ڈاٹ کام

تھیں ہم تو بڑے پریشان ہو گئے تھے ؟۔

کرشن مورتی نے جواب کے ساتھ ہی سوال کر دیا۔

"کرشن مورتی یہاں کچھ خطرناک گھس بیٹھے آ گئے ہیں۔ تم یہ بتاؤ تم نے کچھ دیر پہلے کسی کو بھی اس طرف آتے جاتے تو نہیں دیکھا ——"

جمشید نے اپنے لہجے کا اعتماد قائم رکھا تھا۔

"نہیں مہاراج —— اس طرف تو کوئی نہیں آیا —— ہم تو اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ میجر شرما صاحب کی ہم بہت عرصے سے سیوا کر رہے ہیں" ——

کرشن مورتی نے مستعدی دکھائی۔

"یار —— میں نے دو روز پہلے ہی چارج لیا ہے —— میں اس سے پہلے اس علاقے میں کبھی نہیں رہا۔ ادھر پنجاب اور بنگال میں رہا ہوں ہم لوگ "گھس پھٹیوں" کو تلاش کر رہے ہیں —— تمہارے خیال سے اگر وہ ادھر آئیں تو کہاں جا سکتے ہیں۔

اوہ یاد آیا —— اس طرف ریلوے لائن بھی تو ہے۔ کدھر ہے ریلوے لائن یقیناً وہ اس طرف گئے ہوں گے" ——

جمشید نے بڑی ہوشیاری سے اپنا الو سیدھا کیا۔

"مہاراج وہ تو اس طرف ہے بس کوئی ڈیڑھ دو کلو میٹر دور ہو گی ——"

کرشن مورتی نے جنوب کی سمت اشارہ کیا۔

"تمہیں کچھ علم ہے اس وقت کوئی گاڑی گزرتی ہے وہاں سے —— میں تو یار ابھی اس علاقے کے متعلق کچھ نہیں جانتا"۔

جمشید نے لاپرواہی سے اگلا سوال بھی پوچھ لیا۔

"مہاراج گاڑی کی بھلی پوچھی آپ نے —— رات کو ایک مال گاڑی آتی ہے —— کبھی ڈیڑھ بجے اور کبھی ڈھائی بجے —— کوئی ایک وقت ہو تو کہوں ——"

کرشن مورتی نے دیہاتی لہجے میں کہا۔

"او۔کے۔ ٹھیک ہے کرشن تمہارا دھنواد! لیکن چوکس رہنا۔ اس طرف لوگ

ضرور آئیں گے۔ خیال رکھنا انہوں نے ہماری "سینا" (فوج) کی وردی پہنی ہو گی —— ان سے صاحب دان (ہوشیار) رہنا۔ سالے بچ کر نہ جانے پائیں" ——

"مہاراج ہم بھی بھیم نگر کے راجپوت ہیں۔ سالوں کو باندھ کر شرما صاحب کے ہاں پیش نہ کر دیا تو میرا نام بدل دینا ——"

اس نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

کرشن مورتی سے اس نے ریلوے لائن کی طرف جانے والا راستہ پوچھ لیا تھا۔ اس نے بتایا تھا راستے میں ایک نہر کے پل سے گزرنے کے بعد ریلوے لائن آ جائے گی اور ہاتھ کے اشارے سے آسان راستہ بھی سمجھا دیا تھا۔

جمشید اس کا "دھنواد" کر کے جیپ میں بیٹھ گیا۔

○

نہر کے پل پر پہنچ کر اس نے ایک لمحے کا موقعہ کئے بغیر جیپ کو سٹارٹ کر کے نہر کی طرف اس کا منہ کیا پھر اپنے پاس موجود بندوق اور گولیاں بھی نہر برد کیں اور چند گز دور ریلوے لائن کی طرف بھاگنے لگا۔ رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا۔ اب کسی بھی لمحے ٹرین آ سکتی تھی۔

لیکن —— وہ اسے روکے گا کیسے؟

ریلوے لائن کی طرف جاتے ہوئے اس کے دماغ میں خیال آیا۔ پھر ٹرین کو روکنے کی تدبیر بھی اس نے سوچ لی اور اپنی رفتار تیز کر دی قریباً بھاگتا ہوا وہ ریلوے لائن تک پہنچ گیا تھا۔ اب اسے سگنل والے کھمبے کی تلاش تھی جو یہاں سے پندرہ بیس گز دور لگا ہوا تھا ——!

چند منٹ بعد جمشید بندروں کی طرح مضبوطی سے لوہے کے کھمبے پر ہاتھ جماتا ہوا۔ سگنل تک پہنچ چکا تھا ——

اس نے اپنے ہاتھ سے سگنل ڈاؤن کیا اور نیچے اتر آیا۔

ریلوے لائن زمین سے قدرے اونچائی پر نہیں ہوئی تھی۔ سگنل سے چند گز کے

فاصلے پر وہ جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا اس نے ریوالور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ فی الوقت اس کے پاس سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔ اس کے ذریعے اس نے بھارتی فوج سے مقابلہ کرنا تھا——!!

جھاڑیوں میں اس نے اگلے سترہ منٹ جس اذیت اور بے چینی سے گزارے اتنی اذیت اور بے چینی کا سامنا اسے زندگی میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

گاڑی کے انتظار میں اس کے اعصاب تڑخنے لگے تھے۔ نزدیک دور ہونے والی معمولی سی آہٹ پر بھی وہ اچانک چونک اٹھتا مبادا دشمن اس کے تعاقب میں یہاں تک نہ آگیا ہو۔ لیکن—— قدرت بھی شاید ان لوگوں پر ضرور مہربان ہوتی ہے جو زندگی کے تلخ ترین حالات سے بھی ہار تسلیم نہیں کرتے۔

اسے اپنے انسٹرکٹر کی ہدایات ازبر ہو چکی تھی۔

"لک جمشید! کسی بھی بدترین سچوایشن میں گھبرا جاؤ تو گھبرانے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ انتہائی برے حالات میں بھی امید کی کوئی نہ کوئی کرن اپنے اندر جگائے رکھنا —— آدمی حالات سے نہیں ہارتا۔ اپنے آپ سے ضرور ہار جاتا ہے—— Worrist Possiable کو اپنے ذہن میں رکھو—— اپنے آپ کو نتائج کے لئے تیار رکھو—— اور جو بھی کرنا ہے کر گزرو—— یہی ہے بہترین لائحہ عمل—— اگر گھبرا جاؤ گے تو جیتی ہوئی جنگ ہار جاؤ گے۔ LOOK! YOU ARE SOLDIER اور سپاہی لڑتا ہے۔ آخری گولی تک—— آخری دم تک——"

انہوں نے "ایس ایس جی" کورس کے دوران انہیں بتایا تھا——

اور——

اس نے ہمیشہ بہترین شاگرد ہونے کا ثبوت دیا تھا۔

" DOENT WORRY SIR—— میں لڑوں گا آخری گولی تک —— آخری سانس تک——"

اس نے اپنے عزم کا اعادہ کیا۔

○

گاڑی کے انجن کی آواز دور سے آتی سنائی دے رہی تھی——!!

اس کی تیز لائٹس نے سامنے کے ماحول کو ننگا کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر جمشید کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا جب اس نے گاڑی کے بریک لگنے کی آواز سنی——

آہستہ آہستہ گاڑی رینگتی رہی اور بالآخر انجن اس کے نزدیک آکر ٹھہر گیا——

اس نے جھاڑیوں ہی میں سے دیکھا تھا کہ انجن میں ایک ڈرائیور اس کا ہیلپر اور اس گاڑی کا گارڈ بیٹھا غالباً گارڈ نے مال گاڑی کے آخری ڈبے میں اکیلے بیٹھنے سے یہاں ڈیڈ کران لوگوں کے ساتھ گپ شپ لگانا زیادہ بہتر جانا تھا۔

گارڈ نیچے اتر آیا تھا——

وہ حیرانگی سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا جب اچانک ہی ریوالور کی ٹھنڈی نالی اس کی گردن سے چپک گئی۔

"خبردار اگر کوئی چالاکی دکھائی۔ اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو چپ چاپ میرے احکامات کی تکمیل کرتے رہو——"

اس نے گارڈ کی گردن پر ریوالور کا دباؤ اس طرح بڑھایا تھا اس کہ اس کی گھگھی بندھ ہو گئی۔

"آپ مجھے کچھ نہ کہیں مہاراج—— جیسے آپ حکم کریں گے—— جیسے آپ حکم کریں گے——"

اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی——

جمشید اسے اس پوزیشن میں انجن میں لے آیا تھا۔ جہاں ڈرائیور اور فائرمین خوف سے کپکپا رہے تھے۔

"دیکھو میری تمہاری کوئی لڑائی نہیں—— میں رانا شمشیر سنگھ ہوں—— وہی ڈاکو جسے سرکار نے چند روز پہلے گرفتار کر لیا تھا—— میں نے کبھی کسی کمزور پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ چپ چاپ میرے احکامات کی تعمیل کرتے رہو تمہاری جان سلامت رہے

اردو فنز ڈاٹ کام

گی۔ ورنہ میں تو مروں گا ہی تم بھی مارے جاؤ گے ——"

اس نے تینوں سے کہا۔

"جو حکم مہاراج —— آپ تو ہمارے لئے دیوتا سمان ہیں۔ میں بھگووال کا رہنے والا ہوں مہاراج —— آپ نے ہمارے ظالم "مکھیا" کو مار کر سارے گاؤں کے من جیت لیے تھے" ——

فائرمین عملاً اس کے قدموں سے لپٹ گیا تھا۔

گزشتہ تین ماہ میں اس نے اپنی ڈیوٹی کے دوران بھارتی سرحد کے اس طرف ہونے والے واقعات اور مقامی سیاست سے متعلق جتنی جانکاری حاصل کی تھی کیپٹن جمشید اس سب کو باری باری آزمانے پر تلا ہوا تھا۔ اسے علم تھا اس علاقے میں دو ڈاکو رانا شمشیر سنگھ اور شریمان نے دھوم مچا رکھی ہے۔ یہ لوگ فلمی قسم کے ڈاکو تھے جیسے عموماً فلمی کہانیوں میں دکھائے جاتے ہیں۔

مقامی غریبوں کے لئے "دیوتا" اور جاگیرداروں کے لئے "راکھشش" ——!!

چند روز پہلے ہی تلواڑہ پوسٹ کے حوالدار دین محمد نے اسے بتایا تھا کہ ڈاکو شمشیر سنگھ گرفتار ہو گیا ہے۔ اسے یہ خبر بھارتی بی ایس ایف کے ایک حوالدار نے دی تھی۔ یہ لوگ آپس میں کبھی کبھی گشت کے دوران دن کے اوقات میں بات چیت کر لیا کرتے تھے۔

اور ——

آج اس نے حوالدار دین محمد کی اس اطلاع کو بھی کیش CASH کروا لیا تھا۔

اس نے محسوس کیا تھا کہ شمشیر سنگھ کا نام سن کر وہ لوگ واقعی اس سے عقیدت کا اظہار کرنے لگے تھے۔ ان کے چہروں پر خوف کے بجائے اب عقیدت جھلک رہی تھی ——

"سگنل کو سیدھا کر دو" ——

جمشید نے اس نوجوان سے کہا۔ جس نے اپنے گاؤں کا نام بھگووال بتایا تھا۔

اس نے چھلانگ لگائی اور بمشکل تین منٹ میں اپنا کام مکمل کر لیا۔ اس دوران جمشید کے حکم پر ڈرائیور نے انجن سٹارٹ کر دیا تھا۔ گاڑی نے رفتار پکڑ لی تھی —— تینوں باری باری اپنے "دیوتا" کے چرن چھو رہے تھے۔

شاید تینوں راجستھان کے اس علاقے کے رہنے والے تھے ——!!

"مجھے فوراً ایک کپڑے کا جوڑا چاہئے —— شمشیر سنگھ کی زبان پر اعتبار کرنا —— تم دنیا کے جس کونے میں بھی ہو گے۔ اس کی سو گنا زیادہ قیمت تمہیں مل جائے گی۔"

اس نے تھوڑی دیر بعد جب گاڑی نے سپیڈ پکڑ لی تو ان سے کہا۔

"مہاراج ہماری تو جان آپ کے لئے حاضر ہے"

یہ کہتے ہوئے ڈرائیور نے ایک کونے میں دھرا کینوس کا بیگ اٹھایا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔

اس میں تین چار کپڑوں کے جوڑے ٹوتھ برش اور صابن وغیرہ رکھے تھے —— جن کی ضرورت اسے اکثر رہتی ہوگی ——

کیپٹن جمشید نے اس کے ڈیل ڈول کا جائزہ لیا اور دل ہی دل میں کہا "چلے گا" ——! اس نے ایک شرٹ اور پتلون نکال لی۔ یہ ریلوے کی نیلے رنگ کی پتلون تھی ایک دھاری دار شرٹ اس کے علاوہ تھی ——!! اس نے بیگ ہی میں موجود پولی تھن کے ایک تھیلے میں اپنی بی ایس ایف کی وردی ڈال دی اور انجن میں ہی کپڑے پہن لئے۔

ڈھیلے ڈھالے کپڑے اس کے لئے یوں بھی فائدہ مند تھے کہ ان میں وہ آسانی سے ریوالور اور کچھ گولیاں چھپا سکتا تھا جس کی اسے بعد میں ضرورت پیش آتی ——

قریباً ایک گھنٹہ گاڑی تیز رفتاری سے چلتی رہی۔ اس درمیان تین چھوٹے چھوٹے پلیٹ فارم نما سٹیشن ان کے راستے میں آئے لیکن —— انہیں چونکہ یہاں نہیں رکنا تھا اس لئے خیریت رہی —— جمشید کو علم ہوا تھا کہ ان کی منزل گنگا نگر ہے۔

تینوں ڈر کے مارے اس سے زیادہ بات بھی نہیں کرتے تھے کہ مبادا وہ ناراض ہی

اردو فینز ڈاٹ کام

نہ ہو جائے ——!!

گنگا نگر سے کچھ پہلے ہی ڈرائیور نے ایک مرتبہ پھر گاڑی کی رفتار اس کے کہنے پر بہت کم کر دی تھی۔ اتنی کم کہ جمشید آسانی سے اتر سکے۔

اور ——

وہ بخیر عافیت ان سے الگ ہو گیا۔

تینوں نے بڑھ چڑھ کر اسے امدادی رقم دی تھی کیونکہ تینوں کو امید تھی کہ کچھ دنوں کے بعد یہ رقم ہزار گنا ہو کر انہیں واپس مل جائے گی۔

جمشید نے ان کی ضد کے پیش نظر تینوں سے ڈیڑھ دو سو روپے لے لیے تھے اور یہ وعدہ بھی کہ بھلے ان کی جان چلی جائے۔

لیکن —— وہ کسی کو نہیں بتائیں گے کہ مفرور ڈاکو رانا شمشیر سنگھ نے ان کے ساتھ سفر کیا تھا۔

***

باب

دھماکوں کی آواز نے کرنل واڈیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

وہ اس وقت کمپنی ہیڈ کوارٹر میں موجود تھا جبکہ میجر شرما اپنی جیپ پر باہر گیا ہوا تھا۔ انہیں امید تھی کہ کیپٹن جمشید آخر ان کے قابو آ جائے گا۔ آخر وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ انہوں نے سرحد تو ایک طرح سے سیل کر دی تھی اور اس دوران پندرہ بیس دیہاتوں کا کونہ کونہ چھان مارا تھا۔

لیکن —— خدا جانے اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا ——

ساری رات اور اگلے روز شام تک انہوں نے جمشید کی تلاش جاری رکھی تھی اور شام کے بعد تمام لوگ ایک ایک کر کے بے نیل و مرام واپس لوٹ آئے تھے۔

کرنل واڈیا کو کسی پل قرار نہیں تھا ——

اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ کیپٹن جمشید نے ابھی سرحد عبور نہیں کی وہ ابھی تک بھارتی علاقے میں موجود تھا اور ان کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام تھا جو ابھی تک وہ اسے ڈھونڈ نہیں پائے تھے —— رات کو تھک ہار کر وہ صرف اس امید پر چار پائی پر بیٹھا تھا کہ سفید پوشوں کی جو فوج اس نے میجر شرما کی کمان میں اس علاقے میں پھیلا دی ہے وہ لوگ ضرور اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔

کرنل واڈیا نے شام سے پہلے ہی اس علاقے میں آپریٹ کرنے والی تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ایک ٹاسک فورس بنا کر انہیں یہ مشن سونپا تھا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

لیکن ——— جمشید کی گرفتاری کی بجائے اب اسے دھماکوں نے بیدار کیا تو وہ چند لمحوں کے لئے گڑبڑا کر رہ گیا۔

یہ بات تو اسے سمجھ آگئی کہ دھماکوں کی آوازیں "ٹریننگ سنٹر" سے آرہی ہیں۔

لیکن ——— وہاں ہوا کیا ہے؟

سوال کا جواب لیے وہ چارپائی سے اٹھ کر ننگے پاؤں ہی بھاگتا ہوا کمپنی ہیڈ کوارٹر کے آپریشن روم میں پہنچا تھا ——— جہاں "ریڈ الرٹ" ہو چکا تھا۔

اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی کمپنی کمانڈر سمیت سارا اسٹاف مستعد ہو گیا۔

"کیا ہوا؟" ـ

اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

"سر! کچھ CLEAR نہیں ہے" ـ

کمپنی کمانڈر نے جواب دیا۔

"کیا بکتے ہو ——— تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟ کیا CLEAR نہیں یہ دھماکے کیسے ہو رہے ہیں کوئی آتش فشاں پھٹ گیا ہے کیا ———

اس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سر! کمیونی کیشن بھی نہیں ہو رہا۔ ادھر کیمپ میں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ سیکورٹی کمانڈر کا کہنا ہے اچانک دھماکوں کے بعد آگ لگ گئی ہے ——— پیٹرول ڈمپ جلنے سے بہت نقصان ہوا ہے ———"

کمپنی کمانڈر نے کہا۔

کرنل واڈیا کو سمجھ آگئی کہ یہ آگ کیسے لگی ہے؟

کیا کیپٹن جمشید اس تربیتی کیمپ کو تباہ کرنے کے مشن پر آیا ہے؟

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا؟ پھر خود ہی گردن ہلا دی۔

ایک بات تو صاف ظاہر تھی کہ یہ اس کا کارنامہ ہے ——— رپورٹس کے مطابق اس ایریا میں "ایف آئی یو" کا سیکٹر کمانڈر کیپٹن جمشید ایک تربیت یافتہ کمانڈو اور دھماکہ

خیز مواد کا ماہر تھا۔ اس کی انہی خصوصیات کی وجہ سے اسے اس علاقے میں تعینات کیا گیا تھا۔

"ڈیم اٹ ———"

کرنل واڈیا غصے سے کھول رہے تھا۔

ان لوگوں نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا کہ اس کیمپ کو تباہ کرنے کی کوشش بھی دشمن کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

اس کے باوجود وہاں سیکورٹی کا جدید انتظام موجود تھا۔

کرنل واڈیا کا بس نہیں چلتا تھا کہ اپنا منہ خود ہی نوچ لے ——— اس نے زندگی میں ایسی ہزیمت کا سامنا کبھی نہیں کیا تھا۔

اس نے زندگی میں ہارنا تو سیکھا ہی نہیں تھا۔

اس کے متعلق تو مشہور تھا کہ جس سرحدی علاقے میں کرنل واڈیا کی ڈیوٹی ہو گی وہاں دشمن کوئی Covert آپریشن کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچے گا۔

آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کہ اس نے کسی علاقے میں کمانڈ سنبھالی ہو اور دشمن سے مار بھی کھائی ہو۔

لیکن ——— یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ گئی تھی ———

ایک کیپٹن نے ——— کل کے لونڈے نے ——— کرنل واڈیا جیسے گھاگ کو چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ اس کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ میجر شرما سمیت کیمپ کے تمام ذمہ داروں کو قطار میں کھڑے کر کے انہیں گولیوں سے اڑا دے لیکن ——— سب کچھ کرنا اس کے اختیار میں نہیں تھا

اس نے فوری طور پر وہسکی کا ایک بڑا پیگ تیار کر کے اپنے اوسان بحال کئے اور اپنی جیپ تیار کرنے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے چار مستعد کمانڈوز کے ساتھ کیپٹن جمشید کی تلاش میں نکل گیا

اردو فینز ڈاٹ کام

○

اس کی توقعات کے عین مطابق کمپنی ہیڈ کوارٹر والوں کے ہاتھ پاؤں اسی حادثے سے پھول چکے تھے اور وہ بے وقوفوں کی طرح اپنے ہتھیار سنبھالے جنگل کی طرف بھاگ رہے تھے جہاں سوائے جلتی ہوئی آگ تباہ شدہ سامان اور مسخ شدہ لاشوں کے اور کچھ نہیں تھا۔

شاید ابھی تک ان کے ہوش و حواس قائم تھے جس نے آگ بجھانے والے سسٹم کی طرف توجہ دی اور اب تین چار فائرمین کافی فاصلے سے آگ پر پانی پھینک رہے تھے۔

لیکن ——— یہ پانی بھی پٹرول بن کر آگ پر گر رہا تھا۔ جو بجائے آگ بجھانے کے اسے اور زیادہ بھڑکا دیتا۔

کرنل واڈیا جانتا تھا کہ اب جمشید یہاں نہیں رہا ———

اس نے اگلی رات دھوکے کی شاندار چال چلی تھی اور ان کے بغل میں چھپ کر بیٹھا رہا جبکہ وہ اس کی تلاش میں سارے شہر کی خاک چھانتے رہے اور اب اپنا کام کر کے نکل گیا تھا۔

اس مرتبہ واڈیا نے عقل سے کام لیا اور جنگل کی طرف جا کر اپنا خون جلانے کے بجائے اسے تلاش کرنا زیادہ احسن خیال کیا۔ ابھی وہ کمپنی ہیڈ کوارٹر سے باہر والی سڑک کی طرف گھوما ہی تھا جب اسے ایک فوجی ٹرک الٹا ہوا دکھائی دیا جس کے باہر لاشیں پڑی تھیں اور کچھ جوان ابھی تک وہیں طبی امداد کے لئے چیخ چلا رہے تھے۔

کرنل واڈیا نے ان کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا۔

"اگر یہ لوگ اس قابل ہی نہیں کہ دشمن کے ایک فوجی کو قابو کر سکیں تو ان کا یہی انجام ہونا چاہئے تھا" ———

اس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"یس سر!" ـ

اس کی بات سمجھے بغیر ہی ڈرائیور کے منہ سے نکلا۔

"ریلوے لائن کی طرف جانے والے راستے پر چلو ——— ہمیں فوراً ریلوے اسٹیشن پہنچنا ہے۔ ٹرین آنے میں کتنی دیر باقی ہے ———"

اس نے اپنے ایک ساتھی سے دریافت کیا۔

"سر! ٹرین تو شاید گزر چکی ہو گی" ———

جواب ملا۔

"Any Way تم سٹیشن پر پہنچو ———"

اس نے اگلا حکم جاری کیا۔

ڈرائیور بڑا ماہر دکھائی دے رہا تھا۔ شاید وہ بطور خاص ایسے فوجی آپریشن میں کام کرنے اور خصوصی حالات میں ڈرائیونگ کا ماہر تھا۔

اس نے بیس منٹ کا فاصلہ بمشکل دس بارہ منٹ میں طے کر لیا تھا۔

جیپ اس نے پلیٹ فارم پر چڑھا دی اور اس کمرے کے بالکل سامنے جا کر کھڑی کی تھی جس میں سٹیشن ماسٹر شراب کے نشے میں دھت پڑا ہوا تھا۔

○

لالو پرشاد گذشتہ سولہ سال سے یہاں کا سٹیشن ماسٹر تھا۔

اسے علم تھا کہ اس لائن پر کوئی کراسنگ نہیں ہوتی اس لیے یہاں کسی ایکسیڈنٹ کا بھی خطرہ نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ کم ہی جھنڈی ہلانے کا تکلف کیا کرتا تھا۔ جمعرات کو یہاں رکنے والی مال گاڑی صرف کاروائی کے لئے دو تین منٹ ٹھہری تھی ورنہ تو اس لائن پر کوئی سامان بھی لوڈ کرنے کے لئے نہیں ہوتا تھا۔

اس روٹ پر جانے والے ریلوے عملے کو اس کی عادتوں کا علم تھا اور یہ بھی جانتے تھے کہ ریلوے میں اپنے ایک رشتہ دار اعلیٰ افسر کی وجہ سے وہ اب تک یہاں ٹکا ہوا ہے ورنہ اس کا دھندہ تو کوئی اور ہی ہے۔

اس علاقے میں جوئے کا سب سے بڑا اڈہ وہی چلا رہا تھا اور یہ اڈہ اور کہیں نہیں بلکہ اس ریلوے سٹیشن کے ایک کمرے میں چلتا تھا۔

لالو پرشاد کو بھگوان نے تمام بری عادتیں دے کر اس دنیا میں بھیجا تھا۔ وہ شکل سے ——— چھٹا ہوا غنڈہ دکھائی دیتا تھا۔

لیکن ——— ریلوے میں نائب اسٹیشن ماسٹر ہونے کہ وجہ سے اس کا پردہ قائم تھا۔ مقامی تھانے کو وہ باقاعدگی سے حصہ پہنچاتا رہتا تھا۔ اس لئے کسی نے اسے کبھی تنگ بھی نہیں کیا تھا ———

آج ہی وہ ایک گھٹیا سی عورت کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے بعد نشے میں دھت اس سے لپٹا گہری نیند سو رہا تھا جب زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز نے اسے باؤلا کر دیا۔

"ارے کون ہے؟"۔

اس نے اتنے غصے سے حلق پھاڑ کر دروازہ کھٹکھٹانے والے کو گالی دی کہ اس کے ساتھ لیٹی فاحشہ کی ڈر کے مارے چیخ نکل گئی۔

"چپ کر جا سالی"۔

اس نے فاحشہ کو گالیاں بکنی شروع کر دیں۔

ابھی تک اس کے دماغ پر شراب کا نشہ سوار تھا۔ نزدیک گاؤں کے سانسی اس کے لئے بطور خاص پہلے توڑ کی شراب لایا کرتے تھے۔

"دروازہ کھولو" ———

باہر سے ایک بارعب آواز سنائی دی۔

لالو پرشاد نے اپنے سرہانے دھری دھوتی جلدی سے باندھی اور دروازہ بری طرح کھٹکھٹانے والے کو ماں بہن کی گالیاں بکتے ہوئے غصے سے دروازہ کھول دیا۔

لیکن ——— دروازے کے باہر کا منظر دیکھ کر خوف کے مارے اس کا نشہ تو ہرن ہوا ہی تھا۔ اس کی زبان بھی بند ہو گئی۔

اسے یوں محسوس ہوا جیسے ہمیشہ کے لئے اس کی قوت گویائی چھن گئی ہے ———

"گگ گگ کیا بات ہے مہاراج؟"۔

اس نے اپنے بدن کی ساری توانائیاں صرف کر کے ایک فقرہ ادا کیا۔

لیکن ——— اس کے سوال کا جواب اس کے لئے اتنا غیر متوقع تھا کہ لالو پرشاد کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔

اس کے سامنے موجود جوانوں میں سے ایک نے پوری قوت سے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔

لالو پرشاد کو یوں لگا جیسے اس کے گال پر پانچ دہکتے ہوئے انگارے رکھ دئے گئے تھے اور اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا ہو۔

"شما کر دیجئے مہاراج ——— شما کر دیجئے" ———

وہ خوف کے مارے گھگھیاتا ہوا طمانچہ مارنے والے کے قدموں سے لپٹ گیا۔

لیکن ——— اس کی زوردار ٹھوکر سے دور جا گرا۔

"اندر کون ہے؟

دوسرے جوان نے اس کی طرف بندوق کا رخ کرتے ہوئے پوچھا۔

"مم میری گھر والی ہے مہاراج ———"

لالو پرشاد نے فوراً جھوٹ بول کر اپنی جان چھڑانا چاہی۔

"ابھی دیکھتا ہوں سالے تیری گھر والی کو بھی ———"

اتنا کہہ کر اس نے دروازے کو زور سے ٹھوکر ماری اور اندر کا منظر دیکھ اس کی رال ٹپک پڑی لیکن ——— یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ کرنل واڈیا جیپ میں ان کا منتظر تھا

———

اس نے برہنہ عورت کو گردن سے دبوچا جو خوف کے مارے نیم بے ہوش ہو گئی تھی اور گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔

تینوں جوان ان دونوں کی دھنائی کرتے ہوئے گھسیٹ کر کرنل واڈیا کی جیپ تک لائے تھے۔

"سر! یہ ہے سٹیشن ماسٹر۔ حرامی اپنے کمرے میں عیاشی کر رہا تھا" ———

اس جوان نے اپنی رپورٹ پیش کی۔

کرنل واڈیا جیپ سے اتر آیا۔ اس نے دو تین منٹ میں اپنا سارا غصہ لالو پرشاد پر اتار دیا اور اسے مار مار کر ادھ موا کر دیا۔

لالو پرشاد کو مارتے ہوئے وہ مسلسل گالیاں دے رہا تھا۔

"کون آیا تھا یہاں؟"۔

اچانک ہی کرنل نے اس کے بال اپنی مٹھی میں جکڑ کر اسے جھٹکے سے زمین سے اٹھا کر کھڑا کیا

"مائی باپ کوئی نہیں آیا——کوئی نہیں آیا"——

"بکواس کرتا ہے حرام خور—— معلوم ہوتا ہے اس کا دماغ ابھی تک ٹھکانے نہیں لگا——مارو اسے"——

کرنل نے اپنے جوانوں کو حکم دیا۔

جوانوں نے دو منٹ کے اندر اسے مار مار کر بے ہوش کر دیا۔

"مر تو نہیں گیا"——

کرنل نے لاپرواہی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

لڑکی اسی دوران چکرا کر زمین پر بے سدھ گر پڑی۔

"نو سر! مکر کر رہا ہے"——

ایک جوان نے زمین پر اکڑوں بیٹھ کر اس کی نبض ٹٹول کر کہا۔

ہوش میں لاؤ اسے"——

کرنل واڈیا غصے سے چلایا۔

اور——

وہ اسے ہوش میں لے آئے

عورت کو انہوں نے دو چار جوتے مار کر اسے اسی حالت میں بھگا دیا تھا اور اب کرنل واڈیا زخموں سے چور چور درد سے "ہائے رام ہائے رام" پکارتے لالو پرشاد سے

تفتیش کر رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ کی عرق ریزی کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر کیپٹن جمشید اس طرف آیا بھی تو کم از کم اس گدھے کو اس بات علم نہیں ہو سکا۔ اس کے علم کی حد تک کوئی ایسا شخص یہاں نہیں آیا جو اس کے لئے اجنبی رہا ہو——

تھوڑی دیر بعد لالو پرشاد کو ادھ موا کر کے وہیں پھینکنے کے بعد یہ قافلہ اگلی منزل کی طرف چل دیا۔

"ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلو"۔

اس نے ڈرائیور کو حکم دیا۔

"رائیٹ سر!"۔

مستعد ڈرائیور نے تیزی سے ایک طرف سٹیرنگ گھمایا اور جیپ کو لائن کے ساتھ ساتھ بھگا دیا۔ پانچ چھ کلومیٹر چلنے کے بعد اچانک کرنل واڈیا نے اسے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا

○

گاڑی رکتے ہی جوانوں کے ہاتھ اپنی گنوں پر جم گئے۔

"انجن بند کرو——"

کرنل واڈیا نے اگلا حکم دیا۔

وہ کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ ٹریکٹر چلنے کی آواز کدھر سے آ رہی ہے"۔

اس نے اچانک ہی اپنے ساتھیوں سے سوال کر دیا۔

سر! ادھر بھیسم نگر کی طرف سے آواز آ رہی ہے"۔

اسے جواب ملا۔

"چلو ادھر—— اس ٹریکٹر والے تک چلو"——

اگلے پانچ منٹ بعد وہ ٹریکٹر والے کے پاس پہنچ گئے—— جس نے کرنل واڈیا کے حوالدار کو پہچان کر جے ہند بلائی تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"سر! یہ تو اپنا آدمی ہے رام مورتی ——— میجر صاحب کے ساتھ کام کرتا ہے" ———

حوالدار نے کرنل کو سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے صاحب ابھی تک پکڑا نہیں گیا سالا ———؟"

اچانک ہی رام مورتی نے ان سے سوال کرلیا۔

کرنل واڈیا کا ماتھا ٹھنکا اس نے محسوس کیا دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔

"تمہیں کیسے علم ہوا اس کا؟"

کرنل واڈیا نے بے تکلفی سے دریافت کیا۔

"صاحب! ابھی کوئی آدھ پون گھنٹہ پہلے ایک انسپکٹر صاحب بھی جیپ پر اسے ڈھونڈتا اس طرف آیا تھا۔ اس نے ہم کو بتایا اور "صاحب وان" (ہوشیار) بھی کہا تھا۔ میں نے چوکیدار کو کہہ دیا ہے صبح گاؤں والوں کو بھی "صاحب وان" کردوں گا" ———

رام مورتی کہتا چلا گیا۔

اور ———

کرنل واڈیا کا دل بیٹھنے لگا۔

"اچھا یار باقی باتیں چھوڑو ——— وہ انسپکٹر کدھر گیا تھا" ———

اسے یقین تھا کہ یہ انسپکٹر ہی دراصل کیپٹن جمشید تھا اور وہ اس طرف فرار ہوا ہے۔

"سر! اس نے ریلوے لائن کا پوچھا تھا ——— ادھر ہی ڈھونڈنے گیا تھا وہ گھس پٹیھے کو اس راستے سے گیا تھا ——— جیپ تھی اس کے پاس" ———

رام مورتی نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی راہنمائی کی۔

کرنل واڈیا نے اپنے ڈرائیور کو راستہ سمجھنے کے لئے کہا اور رام مورتی کو کچھ کہے سنے بغیر اس طرف چل دیے۔

نہر کے پل کے پار وہ رک گیا۔ اس نے اپنے پیچھے ایک جوان کو مخاطب کیا۔

"مسٹر کمار ——— نہر میں اترو اور یہاں جیپ تلاش کرو ——— اس نے ضرور جیپ کو اس نہر میں پھینکا ہوگا" ———

"یس سر" ———

مسٹر کمار نے کہا اور اپنی گن اور کپڑوں سے ایک منٹ میں نجات حاصل کرکے نہر میں چھلانگ لگادی۔

کرنل واڈیا نے اپنی جیپ کی ہیڈ لائٹس کی روشنی کا رخ اس طرف کروادیا تھا اور وہ خود بھی ٹارچ جلائے کھڑا رہا۔

بمشکل دو منٹ بعد ہی مسٹر کمار نے۔ چیخ کر نہر میں جیپ کی موجودگی کا انکشاف کردیا ———!

اور کرنل کے حکم پر باہر آگیا ———

کرنل واڈیا کو اب ساری بات سمجھ آگئی تھی۔

وہ جان چکا تھا کہ انسپکٹر کی وردی میں ملبوس کیپٹن جمشید نے جنگل سے جیپ چرائی اور اس پر فرار ہوا تھا اور یہاں سے یا تو وہ پیدل یا پھر ٹرین پر فرار ہوا ہے

دو ہی امکانات ہوسکتے تھے ———

لیکن ——— ٹرین یہاں رکتی تو نہیں؟

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا اور پھر خود ہی اسے اس سوال کا جواب بھی مل گیا۔ ایسے چالاک آدمی کے لئے یہ کون سا مسئلہ تھا۔ اس نے سگنل ڈاؤن کرکے ٹرین رکوادی ہوگی یا پھر کوئی اور طریقہ اختیار کیا ہوگا۔

لیکن ——— یہ بھی تو ممکن تھا وہ یہاں سے پیدل نہ فرار ہوا ہو ———!

کرنل واڈیا نے فی الوقت کسی ایک آپشن پر مغز ماری کرنے کے بجائے دونوں مفروضات پر کام کرنا زیادہ بہتر سمجھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ جیپ کے وائرلس سے خصوصی احکامات جاری کررہا تھا۔

کرنل واڈیا نے جہاں ایک طرف اس علاقے میں موجود تمام ایجنسیوں اور پولیس

کو ریلوے لائن کے ساتھ دونوں طرف موجود دیہاتوں ' ٹرکوں ' ندی نالوں کا چپہ چپہ چھاننے کا حکم دیا تھا وہیں دوسری طرف اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کر کے انہیں صورت حال کی سنگینی کا احساس دلا دیا تھا۔

ہیڈ کوارٹر نے ریلوے کے اعلیٰ احکام کو سٹینڈ بائی کرتے ہوئے گنگانگر ریلوے سٹیشن کی طرف فوجیوں کی دو ٹریں لگوادی تھیں ——— ! کرنل واڈیا نے خود وہاں ہیلی کاپٹر منگوالیا جس پر وہ گنگانگر کی طرف جا رہا تھا۔

○

مال گاڑی جب گنگانگر کے ریلوے سٹیشن میں داخل ہوئی تو ڈرائیور اور اس کے باقی دونوں ساتھیوں کو یوں لگا جیسے وہ میدان جنگ میں پہنچ گئے ہوں۔

"فوج نے گھیرا ڈال رکھا ہے ———"

اس نے اپنے ساتھیوں سے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"ابے وہ کوئی معمولی ڈاکو نہیں تھا ——— فوج نہیں تو اور کیا یہاں شہر کی طوائفیں آتیں اس کے استقبال کے لئے سالے زبان بند رکھنا ورنہ یہ مار مار کر حلیہ بگاڑ دیں گے۔"

گارڈ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ تم چپ رہو" ———

ڈرائیور اتنی فوج دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔

ٹرین کے بریک اس نے بڑی گھبراہٹ ہی میں کھینچے تھے اور وہ معمول سے قدرے پہلے ہی رک گئی تھی ٹرین کے آہستہ ہوتے ہی اس نے دیکھا کئی فوجی ڈبوں سے لٹک گئے تھے ٹرین رکتے ہی انہوں نے ان تینوں کی طرف رائفلیں تان لیں۔

تینوں گھبرا گئے۔

"نیچے اترو ———"

ایک فوجی آفیسر نے انہیں حکم دیا۔

تینوں نیچے آ گئے ———

"تمہارے ساتھ اور کوئی ہے؟"

اس فوجی آفیسر نے بڑی سختی سے پوچھا۔

"نہیں مہاراج ——— ہمارے ساتھ اور کون ہوتا" ———

انجن مین نے جو قدرے ہوشیار دکھائی دیتا تھا جواب دیا۔

"ہوں ———"

اس کی طرف دیکھ کر اسی فوجی آفیسر نے بڑے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تو تمہارے ساتھ اور کوئی نہیں تھا" ———

"نہیں مائی باپ مہاراج ہم ہمیشہ تینوں ہی ہوتے ہیں۔ اگر ریلوے سٹاف کا کوئی آدمی سوار ہو تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہی آتا ہے ——— باقی بوگیاں سب "لاک" LOCK ہیں ان میں مال ہوتا ہے یا پھر پیٹرول انہیں پیچھے ہی سیل کر دیا جاتا ہے" ———

اس نے اپنی چرب زبانی کا مظاہرہ کیا۔

"اسے میرے پاس لاؤ ———"

فوجی آفیسر نے اچانک اپنے جوانوں کو حکم دیا اور خود دوسری طرف منہ کر کے چل دیا اس نے بڑا زبردست نفسیاتی حربہ آزمایا تھا۔

تین چار فوجیوں نے اسے گھیرے میں لے کر ایک طرف چلنے کا حکم دیا باقی دونوں کو بھی وہ الگ الگ لے جا رہے تھے ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ خوف کے مارے یہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں خون ہی نہیں ———

انجن مین کی حالت کچھ زیادہ ہی غیر ہونے لگی تھی۔

اسے جب فوجی آفیسر کے سامنے پیش کیا گیا تو فوجی آفیسر نے اپنے جوانوں کی طرف دیکھتے ہوئے سختی سے کہا۔

"اسے فوراً لے جا کر گولی مار دو" ———

"لیکن کیوں مہاراج ——— مم میرا کیا گناہ ہے؟" ———

اردو فینز ڈاٹ کام

انجن مین کی جان ہی نکل گئی تھی۔

"تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ تم نے پہلے ایک پاکستانی جاسوس کو پناہ دی اور اب جھوٹ بول رہے ہو ——— اچھا تم ہی بتاؤ کہ تمہیں اس کے لئے کون سی سزا دی جائے"

———

فوجی آفیسر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو انجن مین کو یوں لگا جیسے اس کی آنکھوں سے برقی لہریں خارج ہو کر انجن مین کے جسم کو چھیدنے لگی ہوں۔

"لیکن وہ تو رانا شمشیر سنگھ تھا ——— ڈاکو رانا شمشیر سنگھ؟" ———

بے ساختہ انجن مین کے منہ سے نکلا۔

اس کے ساتھ ہی اس پر گھونسوں، تھپڑوں اور لاتوں کی بارش شروع ہو گئی۔ دوسری طرف اس کے باقی دونوں ساتھیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ ان تینوں کو الگ الگ کر کے اس خصوصی آپریشن میں موجود "را" کے افسران نے چند منٹ کے اندر اندر ہی ساری باتیں اگلوا لی تھی۔

انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ تینوں بے چارے اپنی سادہ لوحی میں مار کھا گئے ہیں کیپٹن جمشید نے انہیں بھی دھوکے میں رکھا تھا اور اصلی شناخت کے ساتھ فرار نہیں ہوا تھا۔

کرنل واڈیا ہیلی کاپٹر کے ذریعہ یہاں پہنچا تو تینوں کو باری باری اس کے سامنے پیش کر دیا گیا کرنل واڈیا نے بھی تینوں سے الگ الگ سوالات کئے تھے اور انہیں بے گناہ پایا تھا۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ اسے کم از کم انہوں نے اب کوئی بات نہیں چھپائی کیونکہ وہ تینوں بھی اس بات سے بہت پریشان تھے اور ندامت محسوس کر رہے تھے کہ رانا شمشیر سنگھ بن کر انہیں ڈاج کرنے والا ایک خطرناک پاکستانی جاسوس تھا جسے فوج تلاش کرتی پھر رہی تھی ———

○

کرنل واڈیا اس وقت "را" کے مقامی افسران کے ساتھ ہنگامی میٹنگ کر رہا تھا۔

"سمارٹ — ویری سمارٹ" ———

اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"نو ڈاؤٹ سر!"۔

اس کے ایک ماتحت نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"حیرت کی بات ہے کہ سرحد سے یہاں تک کہ اس نے کسی بھی جگہ اپنی اصلیت ظاہر نہیں ہونے دی اور اب تک کامیابی سے اپنا کھیل کھیل رہا ہے" ———

کرنل واڈیا نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت خطرناک لوگ ہیں سر! وقت آنے پر بچھوے کی طرح پھیلنے لگتے ہیں"

ایک اور ماتحت نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ویل جنٹل مین ——— ہمارے لئے بہت شرم کی بات ہو گی اگر وہ اس طرح ڈاج دے کر سرحد پار کر گیا۔ اس نے سارا کیمپ ملیامیٹ کر کے رکھ دیا ہے ——— وہاں کوئی شے سلامت نہیں رہی۔ اس کی لگائی ہوئی آگ نے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے ——— برسوں کی محنت سے ہم نے جو "سیف ہاؤس" بنایا تھا اور جسے اتنے شاندار طریقے سے کیموفلاج کیا گیا تھا ——— اسے جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے ——— میں نہیں جانتا کہ اس علاقے میں موجود کوئی فائر بریگیڈ اس پر قابو پائے گا ——— اوہ مائی گاڈ ——— سارا کیمپ جل کر راکھ ہو رہا ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے"۔

غصے سے اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"سر! ہم اسے نہیں چھوڑیں گے سر! اب وہ اور نہیں بھاگ سکتا" ———

ایک نوجوان لیفٹیننٹ نے گرم جوشی دکھائی۔

کرنل واڈیا نے اس کی طرف دیکھ کر زہرخندہ سی مسکراہٹ اچھال دی۔

"ویل جنٹل مین اس وقت صبح کے پانچ بج رہے ہیں ——— ہمارے اور اس کے درمیان صرف ڈھائی گھنٹے کا فاصلہ ہے ——— لیکن وہ اکیلا ہے اور ہم ہزاروں کی تعداد میں یہاں اس ایریا میں موجود ہیں اگر ہمارے ہزاروں جوان اس ڈھائی گھنٹے کے فاصلے کو نہ پاٹ سکیں تو بہت شرم کی بات ہو گی ——— بہت شرم کی بات ہو گی ——— دہلی میں اس

کا سخت نوٹس لیا جائے گا"۔۔۔۔۔

والڈیا نے وہاں موجود "را" کے افسران کو بریفنگ دیتے ہوئے کہا۔

اس نے فوری طور پر یہاں بھی ایک "آپریشنل کیمپ" بنا کر اس کی کمانڈ خود سنبھال لی تھی اور اور گنگا نگر ریلوے سٹیشن ہی کے ایک کمرے میں دیوار سے نقشہ لٹکا کر انہیں بریفنگ دینے لگا تھا۔

ان لوگوں نے ریلوے ملازمین کی مدد سے اس کے اترنے کی جگہ کی نشاندہی کرنے کے بعد اردگرد کے علاقے سے وہاں کا مکمل جغرافیہ چھپنے کی ممکنہ جگہیں وغیرہ۔۔۔۔۔ سب نوٹ کر لی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ خصوصی میٹنگ برخاست ہو گئی اور اس ایریا میں موجود تمام انٹیلی جنس یونٹوں کو ریڈ الرٹ آرڈر جاری ہو گئے۔

میٹنگ ختم ہونے کے بمشکل دس منٹ بعد ہزاروں کی تعداد میں فوجی اور سویلین ایجنسیوں کے جوان کیپٹن جمشید کے تعاقب میں شکاری کتوں کی طرح نکل گئے تھے۔۔۔۔۔"

❀❀❀

نیا باب

بی ایس ایف کے انسپکٹر کی وردی کو اس نے مختلف حصوں میں ضائع کیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ پستول اپنے پاس ہی رکھا تھا۔ جو ڈھیلا ڈھالا لباس بھی اسے ملا تھا اس میں پستول کو آسانی سے چھپایا جا سکتا تھا۔ جمشید کو اس بات کا علم تھا کہ اب تک "را" نے گاڑی کے ڈرائیور اور باقی عملے کو قابو کر لیا ہو گا اور انہوں نے یقیناً جمشید سے متعلق سب کچھ انہیں بتا دیا ہو گا کیونکہ جب انہیں یہ علم ہو گا کہ جمشید نے انہیں ان کے ایک مفرور ڈاکو کے نام پر بے وقوف بنایا ہے ان کے دلوں میں اس کے لئے موجود ہمدردی کئی گنا زیادہ نفرت میں تبدیل ہو جائے گی۔

وہ جانتا تھا کہ "را" نے اب تک اس کا سکیچ بھی بنا لیا ہو گا۔ اس کے پاس موجود کپڑوں کا بھی انہیں علم ہے اور اس ایریا میں وہ پھیلنا بھی شروع ہو گئے ہوں گے۔ اسے اب جلد از جلد یہاں سے نکلنا تھا۔۔۔۔۔ یہاں ایک ایک پل اس کے لئے خطرات میں اضافہ کر رہا تھا۔

سرحدی علاقہ ہونے کے سبب عین ممکن تھا کہ یہاں پہلے ہی سے "را" اور بھارت کی دوسری انٹیلی جنس ایجنسیوں نے اپنا مضبوط جال پھیلا رکھا ہو۔

وہ خوفزدہ نہیں تھا۔۔۔۔۔

سانپ سیڑھی کے اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اس نے ذہنی طور پر خود کو آمدہ حالات کے لئے تیار کر لیا تھا۔ بھارتی انٹیلی جنس کو

اس نے راجستھان کا تخریبی تربیتی مرکز تباہ کر کے ایسا دھچکا لگایا تھا جس سے وہ لوگ لمبے عرصے تک سنبھل نہیں سکتے تھے ــــــ اب اس کے ساتھ کچھ بھی ہو جاتا مہنگا سودا نہیں تھا۔

اسے افسوس بس تب اگر وہ کچھ کئے بغیر دشمن کے ہتھے چڑھ جاتا۔ گذشتہ روز اس نے اگلے چوبیس گھنٹے کا راشن اپنے معدے میں سٹور کر لیا تھا۔ وہ اس حالت میں دو تین دن آرام سے گزار سکتا تھا اب اسے فیصلہ یہ کرنا تھا کہ سرحد کی طرف واپس لوٹے یا بھارت کے اندر داخل ہو اور وہاں کچھ دن گزارنے کے بعد سرحد پار کرنے کی کوشش کرے۔

وہ پنجاب اور راجستھان کے مرکز اتصال پر کھڑا تھا ــــــ

اس طرف کی سرحد پر بھارتیوں نے خار دار تار کی دیواریں تان رکھی تھیں جن میں شام ڈھلنے کے بعد کرنٹ دوڑا دیا جاتا تھا۔

کیا وہ یہاں سے سرحد عبور کر سکے گا؟

اگر راجستھان کی طرف واپس لوٹے تو وہاں بھارتی فوج کی پلٹنیں اپنے بازو پھیلائے اس کی واپسی کی منتظر تھیں

بالآخر اس نے خود کو تقدیر اور حالات کے رحم و کرم پر چھوڑنا ہی مناسب سمجھا۔

اسے امید تھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی اب تک راہنمائی اور مدد کی ہے اب بھی کوئی نہ کوئی وسیلہ ضرور پیدا کریں گے ــــــ!

ریلوے لائن کے ساتھ جہاں اسے ڈرائیور نے اتارا تھا دور دور تک آبادی کا نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

صبح کاذب کی روشنیاں مشرق کی سمت نمایاں ہو رہی تھیں۔ مغرب کی سمت سے چلنے والی ہلکی ہلکی ہوا کے دوش پر نزدیکی مندروں اور گوردواروں سے کیرتن اور بھجن کی ملی جلی آوازیں جمشید کے پردہ سماعت سے ٹکراتیں تو اسے احساس ہو جاتا کہ شہر یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں تھا ــــــ

بسر حال ابھی شہر سے بچ کر چلنا تھا۔

لیکن ــــــ یہ علاقہ بھی تو محفوظ نہیں تھا۔

اگر "را" نے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ اس کی تلاش شروع کر دی تو۔ وہ لوگ جلد ہی اس تک پہنچ جائیں گے۔ ممکن ہے شہری آبادی میں اسے کوئی گوشہ عافیت میسر آجائے۔ یہی سوچ کر وہ اندازے سے شہر کی سمت جانے والی سڑک کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

کیپٹن جمشید کو تب علم نہیں تھا کہ وہ گنگا نگر کو ابوہر سے ملانے والی شاہراہ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔

صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ سردیوں کی وجہ سے سورج تاخیر سے طلوع ہوتا تھا ورنہ اب تک تو یہاں دن چڑھ آیا ہوتا۔ جلد ہی اسے ایک پٹرول پمپ کی موجودگی کے نشان دکھائی دینے لگے ــــــ تھوڑی دیر بعد اسے ایک مسافر بس اس طرف آتی دکھائی دی۔ جمشید نے سڑک کے کنارے لگے درختوں کی اوٹ سے چھپ کر بس کا نمبر وغیرہ پڑھنے کی کوشش کی۔

بس کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں اور اس کی ڈیکوریشن لائٹس کی مدد سے اس نے بس کی چھت پر انگریزی میں لکھا پنجاب روڈ ویز کا سائن پڑھ لیا تھا۔ باقی سب کچھ گورمکھی اور ہندی زبان میں لکھا تھا جو وہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔

بس اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی ــــــ

یہ شاید کوئی سٹاپ تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ یہ مضافاتی علاقہ ہے۔ جمشید کی خواہش تھی کہ کسی طرح اسے ارد گرد کے دو تین دیہاتوں کے نام معلوم ہو جائیں جو اس کے لئے مدد میں آسانی پیدا کر سکتے تھے ــــــ

اس ارادے سے وہ اس طرف جا رہا تھا جہاں بس رکی تھی اور اس میں سے دو مسافر اتر کر سڑک کی دوسری طرف چل دیے تھے۔

جمشید نے ان کے کچھ دور جانے کا انتظار کیا اور تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچ گیا

اردو فینز ڈاٹ کام

——بس سٹاپ کے نزدیک زمین میں لوہے کا ڈنڈا گاڑ کر ایک چھوٹی سی تختی پر کچھ گور مکھی یا ہندی زبان میں لکھا تھا جو اس کے پلے نہ پڑا۔ پھر اچانک ہی اس کی مشکل آسان ہو گئی۔ یہاں سے چند قدم آگے سڑک کے کنارے کی کمپنی کا ایڈورٹائزنگ بورڈ دکھائی دیا تھا۔

نزدیک پہنچے پر جمشید کی مراد بر آگئی۔ یہ مقامی لوکل کونسل کی طرف سے کھاد کی سپلائی کے ڈپو کی تفصیل تھی جو صوبائی محکمہ زراعت کی طرف سے جاری کی گئی تھی، جس پر بڑے سلیقے اور ترتیب سے نزدیک کے ان علاقوں کے نام لکھے تھے جہاں پر کھاد میسر تھی۔ یہ نام انگریزی اور ہندی گور مکھی زبانوں میں لکھے تھے۔

جمشید نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے۔ چھ سات نام حفظ کر لیے۔ اور ان کو دہراتا ہوا اس سمت چل دیا جدھر سے بس اس طرف آئی تھی۔

○

اسے اب چائے کی طلب محسوس ہو رہی تھی گو کہ اتنی زیادہ بھی نہیں جو قابل برداشت نہ ہو محض "بیڈ ٹی" کی عادت کی وجہ سے وہ چائے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔

جمشید نے سڑک پر چلنے کے بجائے سڑک کنارے درختوں کی اوٹ لے کر چلنا زیادہ مناسب جانا تھا اور اس طرف جا رہا تھا جدھر سے بس آئی تھی۔ اب اس سڑک کے کنارے ایک کھلا میدان اور اس کے ساتھ کچھ ٹیوب لائٹس دکھائی دے رہی تھیں۔

یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ اس علاقے میں نزدیک ہی کوئی ہوٹل آرہا ہے۔ ایسے سفری ہوٹل عموماً بسوں اور ٹرکوں کے ڈرائیوروں کے لئے بنائے جاتے تھے۔ جمشید نے چند لمحوں کے لئے رک کر کچھ سوچا پھر شہر کی طرف جانے کے بجائے یہیں قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا

○

اسے ٹیوب لائٹس کے عقب میں کچھ ٹرک بھی دکھائی دے رہے تھے۔ شاید ان کے ڈرائیور اس ہوٹل پر ستانے کے لئے رک گئے تھے۔

جمشید نے آگے جانے کے بجائے دوبارہ واپس جانے کا فیصلہ کیا تھا اور اب اپنی دانست میں وہ ایک چکر کاٹ کر ان ٹرکوں کے عقب میں اس طرح پہنچنا چاہتا تھا کہ کسی کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو——

یہ سوچ کر اس نے ابھی چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اچانک اس کی نظر سڑک کی طرف اٹھی اور دوسرے ہی لمحے اس کے سارے بدن میں بجلیاں تڑپنے لگیں——

سامنے سڑک پر ایک دوسرے کے تعاقب میں تین چار جیپیں آرہی تھیں۔ جمشید آسانی سے اندازہ کر سکتا تھا معمول کی فوجی ٹریفک نہیں بلکہ اس کی تلاش میں نکلنے والے شکاریوں کا گروہ تھا——!!

حیرت انگیز طور پر خوفزدہ ہونے کے بجائے وہ چوکنا ہو گیا تھا۔ بالکل اس جنگلی چیتے کی طرح جس کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ اس کے لئے آگے شکاریوں نے گھات لگا رکھی ہے۔

اس نے چوکنے چیتے کی طرح چاروں طرف گردن گھما کر صورت حال کا جائزہ لیا اور پھر قدرے جھک کر نیم دائرے کی صورت بھاگتا چلا گیا۔ بمشکل دو منٹ بعد وہ ٹرکوں کے عقب میں پہنچ چکا تھا۔ اسے یہاں سے کچھ فاصلے پر چارپائیاں دکھائی دے رہی تھیں جن پر بیٹھے ڈرائیور خوش گپیوں اور کھانے پینے میں مصروف تھے——!

ایک لمحے کا توقف کئے بغیر وہ فروٹ کی پیٹیوں سے لدے ایک ٹرک کے پچھلے حصے سے اس پر چڑھا اور پلک جھپکتے ہی ٹرک کے سر پر بنے اس ڈبے میں داخل ہو گیا جس میں ایک فالتو ٹائر اور ترپالیں دھری تھیں——

پتلون میں چھپائے پستول کو اس نے بالکل فائرنگ کی پوزیشن میں کر لیا تھا——!

ٹرک کے اوپر والے حصے سے اس نے اپنی نظریں سامنے جما رکھی تھیں لیکن اتنا محتاط ضرور تھا کہ وہاں کسی کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

سامنے اسے ایک بڑا سا برآمدے نما ہوٹل دکھائی دے رہا تھا جس کے آگے بڑے بڑے چھ سیمنٹ کے چولہوں پر مختلف دیگچیاں دھری تھیں جن کے پیچھے ایک سکھ پوری

اردو فنز ڈاٹ کام

آواز سے ٹیپ لگائے بیٹھا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر مختلف کونوں میں چارپائیاں بچھی تھیں اور ان سے چند گز دور تین ٹرک کھڑے تھے جن میں سے ایک پر وہ سوار تھا۔ اس طرف قدرے اندھیرا تھا اور کوئی ٹیوب لائیٹ نہیں تھی۔

اس کی توقعات کے عین مطابق چاروں جیپیں اس ہوٹل کے نزدیک رکی تھیں۔ انہیں دیکھ کر سکھ نے جو اس "ڈھابے" کا مالک تھا ٹیپ بند کر دی اور اپنی گدی سے نیچے اتر آیا۔

ایک جیپ سے اترنے والے فوجیوں نے اسے گھیر لیا تھا۔ باقی اپنی جیپوں میں چوکس بیٹھے تھے اسے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی لیکن —— اس نے اب ٹرکوں کے عملے کو بھی جو چارپائیوں پر فروکش تھا ان کی طرف بڑھتے دیکھا۔

وہ لوگ آپس میں کچھ سوال جواب کر رہے تھے۔ ٹیوب لائٹس کی روشنیوں میں اسے صرف سکھ دوکاندار اور ڈرائیوروں کے سر نفی میں ہلتے دکھائی دے رہے تھے جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ وہ لوگ ان سے یہاں آنے والوں کی نقل و حرکت دریافت کر رہے ہوں گے اور انہیں جواب نفی میں مل رہا تھا جیپوں کی تعداد چار تھی اور ہر جیپ میں پانچ پانچ فوجی موجود تھے ——

شاید آنے والوں نے ان کی باتوں پر یقین کر لیا تھا کیونکہ اس نے ایک نوجوان آفیسر کو ہاتھ سے مختلف سمت اشارے کرتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی جیپ سٹارٹ ہونے لگی —— دو جیپیں سڑک سے اتر کر اس راستے پر چل پڑی تھیں جدھر سے چل کر وہ اس طرف آیا تھا۔

جمشید نے اس شاندار "ٹائمنگ" پر خدا کا شکر ادا کیا۔

ایک جیپ سیدھی آگے نکل گئی او چوتھی سڑک کے مخالف سمت میں گھوم گئی۔

وہ اپنی دانست میں اب سڑک سے اترنے کی نیت باندھ رہا تھا اور اس ارادے سے اٹھا ہی تھا۔ کہ اچانک ہی جھک کر دوبارہ اسی پوزیشن میں واپس آ گیا کیونکہ سامنے سے ٹرک ڈرائیور اور اس کا ساتھی اونچی آواز میں اناپ شناپ الاپتے اس طرف آتے دکھائی

○

دے رہے تھے۔

ڈرائیور نے پگڑی باندھ رکھی تھی اور وہ سکھ دکھائی دے رہا تھا جبکہ اس کے ساتھ کنڈیکٹر ایک سرمنڈا (مونا) نوجوان تھا۔

ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھال۔

انجن سٹارٹ ہوا۔

کیپٹن جمشید کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا اور ٹرک نے رینگنا شروع کیا۔ ہچکولے کھاتا وہ سڑک تک آیا اور پھر اپنی پوری رفتار سے بھاگنے لگا۔

جمشید نے مسکراتے ہوئے خود کو خدا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا اس بات کا اندازہ اسے ہو چلا تھا کہ یہ ٹرک سرحد کی طرف نہیں بلکہ اندرون ملک جا رہا ہے۔

اس کی منزل کون سی ہے؟

وہ خود کہاں ہے؟

اس کے آگے کیا ہونے والا ہے؟

جمشید کے پاس اپنے ذہن میں اٹھنے والے ان سوالات کا بظاہر کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد کیا۔ آمدہ حالات سے متعلق سوچا اور پھر خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ٹرک کے ٹول بکس میں ہی لمبی تان کر سونے کا فیصلہ کر لیا ——

اس نے اپنے نزدیک موجود ترپالوں کو بچھا کر بستر کی شکل دے لی تھی اور اپنے جسم کو اس پوزیشن میں کر لیا تھا کہ اچانک زوردار بریک لگنے سے وہ باہر گرنے کے بجائے اندر ہی محفوظ پڑا رہے۔

ستم ظریفی حالات پر غور کرتا تھوڑی دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں سما گیا ——!

○

کیپٹن جمشید کب تک سوتا رہا؟

اسے قطعاً" احساس نہ ہو سکا کیونکہ گھڑی کی طرف دیکھنے کا تو موقعہ ہی نہیں ملا تھا۔ اس کی آنکھ زوردار بریک لگنے کی آواز اور جسم کو جھٹکا لگنے سے کھلی تھی۔ آسمان شفاف تھا۔ اس پر دھوپ پھیل رہی تھی۔ جس سے اس نے اندازہ کر لیا کہ دن خاصا چڑھ آیا ہے۔

اچانک ہی تو تکار کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

ڈرائیور کے کسی کے ساتھ اونچی آواز میں بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

کیپٹن جمشید نے ہمت کر کے اپنا سر ٹول بکس کے برابر کیا اور آنکھیں اٹھا کر باہر جھانکا اور کسی میکانکی عمل کے تحت اپنی پوزیشن پر واپس لوٹ آیا۔

باہر کا منظر لرزا دینے والا تھا——!

اس نے دیکھا پولیس اور آرمی کی دو جیپوں نے ٹرک کو گھیر رکھا تھا۔ شاید انہوں نے ڈرائیور کو کہیں رکنے کا اشارہ کیا تھا جس کی پرواہ کئے بغیر وہ چلتا چلا گیا تھا۔ جس پر انہوں نے تعاقب کرنے کے بعد اسے روکا تھا اور اب ان کی آپس میں تو تکار ہو رہی تھیں۔ ڈرائیور بھی کوئی خاصا گرم مزاج سکھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ پولیس والوں سے زیادہ غصے میں بول رہا تھا۔

فریقین پانچ سات منٹ تک آپس میں جھگڑتے رہے جس کے بعد ایک گونجدار آواز نے جمشید کو ایک زبردست ذہنی جھٹکے سے دوچار کر دیا۔

"سالے کو لے چلو ہیڈ کوارٹر"——

ایک غصیلی آواز سنائی دی۔

اس کے ساتھ ہی گالم گلوچ شروع ہو گئی۔

شاید ڈرائیور ان سے الجھ پڑا تھا جسے انہوں نے چند منٹ میں ہی مار مار کر ادھ موا کر دیا اور اب غالباً پولیس ہی کا کوئی جوان ڈرائیور کی سیٹ سنبھال رہا تھا۔

جمشید کے لئے سوائے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے کچھ چارہ نہیں

تھا——!!

○

ٹرک سٹارٹ ہوا تو اس نے دوبارہ وہاں موجود سارا الم غلم اپنے اوپر لاد لیا اور اس کے نیچے اس طرح دب کر لیٹ رہا جیسے وہ بھی جاندار کی بجائے ایسی ہی کوئی چیز ہو جس قسم کی چیزیں وہاں موجود تھیں——!!

شدید گرمی دھوپ اور جسم پر موجود کینوس کی چادروں اور دوسرے سامان سے اس کا سارا جسم پسینے میں ڈوب چلا تھا۔

لیکن——اس کا عزم جوان تھا۔

وہ ابھی تک اسے معمول کی پریکٹس ہی سمجھ رہا تھا اور اس نے اپنے حواس مکمل بحال رکھے تھے صرف آزادانہ سانس کے لئے اس نے کچھ خلا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن—— اس میں بھی یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی گئی کہ اگر کوئی اوپر چڑھ کر بھی حالات کا جائزہ لے تو بھی بغور دیکھنے کے بعد ہی اسے علم ہو کہ ان بے جان اشیاء میں ایک زندہ انسان بھی موجود ہے۔

✽✽✽

اردو فنڈز ڈاٹ کام

وی آئی پی لاؤنج کے باہر پارکنگ میں بھی تل دھرنے کو جگہ نہیں رہی تھی ——— لاؤنج کے اندر تو عام آدمی کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مختلف اخبارات کے نمائندے حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ——— گو کہ ان کے لئے ایسا رش معمول کی بات تھی۔

لیکن ———

عموماً بہت اہم شخصیات کی آمد پر ہی ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے تھے۔ "سائیں لوک" کی مقبولیت سے وہ بے خبر تو نہیں تھے۔ لیکن اس کے استقبال کے لئے ایسے ایسے لوگ کھنچے چلے آئیں گے۔ اس کا اندازہ انہیں نہیں تھا۔

آٹھ دس روز پہلے ہی "سائیں لوک" بھارت یاترا پر گئے تھے۔ ان کے اس دورے کا مقصد اپنے بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دینے کے علاوہ حضرت شاہ جی کے سالانہ عرس میں شرکت بھی تھا۔ جس کے لئے انہیں حضرت شاہ جی کے سجادہ نشین نے اجمیر شریف سے خود دعوت نامہ ارسال کیا تھا اور "سائیں لوک" کی خصوصی شخصیت کے پیش نظر ان کے لئے جہاں ویزہ وغیرہ کے حصول میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی وہاں انہیں بھارتی حکومت کی طرف سے بھی خصوصی طور پر وی آئی پی پراٹوکول دیا گیا تھا اور دہلی کے ہوائی اڈے پر ان کے استقبال کے لئے جہاں حضرت شاہ جی کے سجادہ نشین چھوٹے شاہ صاحب موجود تھے وہاں دو سرکاری اہلکار بھی موجود تھے جنہوں نے "سائیں

لوک" کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر ان کا بڑے "ہارد ک من" سے سواگت کیا تھا۔

سائیں لوک یوں تو گزشتہ سات آٹھ سال سے بھارت میں مختلف بزرگوں کے عرس میں شمولیت کے لئے جاتے رہے تھے لیکن' ——— اس مرتبہ ان کی شرکت بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

○

سائیں لوک کا تعلق ملک کے ایک پسماندہ سرحدی علاقے سے تھا۔ ان کے آباؤ اجداد کی مجرمانہ سرگرمیوں کا ریکارڈ حکومتی فائلوں میں جابجا موجود تھا۔ ان کے والد مرحوم اپنے علاقے کے مانے ہوئے ڈکیت تھے اور یہ سلسلہ نسل در نسل ان تک منتقل ہوتا آیا تھا۔

سائیں لوک پر اللہ کا خصوصی کرم ہوا۔ ان کی والدہ کا کہنا تھا کہ سائیں لوک بزرگ بابا شاہ جیونہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے اور کم عمری میں ہی اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لئے شہر بھیج دیا گیا جہاں سکول کے زمانے ہی سے ان سے متعلق عجیب و غریب کہانیاں سنائی دینے لگیں۔

سائیں لوک کے متعلق نوجوانی ہی میں انکشاف ہو گیا کہ ان کے سر پر کسی "بزرگ" کا سایہ ہے اور اسی بزرگ کے قدم سے سائیں لوک کے والد صاحب بھی اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اب سیاسی زندگی گزارنے لگے تھے۔

سائیں لوک کے والد کی زندگی میں یہ انقلاب اچانک کیسے آ گیا؟

وہ ایک خاندانی ڈاکو سے معزز شہری اور سیاسی لیڈر کیسے بن گیا؟ راتوں رات سائیں لوک سے متعلق پر اسرار داستانیں نزدیک دور کے گوٹھ میں کیسے پہنچنے لگیں؟

ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کبھی کسی نے ایمانداری سے کوشش نہیں کی۔ اگر کسی ایجنسی نے اپنے کسی اہلکار کے ذمے یہ تفتیش لگائی تو اس نے بزدلی سے انٹ شنٹ رپورٹ لکھ کر اپنی گلو خلاصی کروالی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

یہ بے چارے بھی مجبور تھے۔

اصل میں سائیں لوک کے والد نے اچانک ہی اتنا سیاسی اور سماجی اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا کہ اس تک پہنچنا اور اس کے متعلق کوئی بھی "اہم اطلاع" اوپر تک پہنچانا خطرے سے خالی نہیں رہا تھا۔

جب سے ایک تحقیقاتی ایجنسی کے دو انسپکٹروں کی یکے بعد دیگرے گوٹھ ناتھن میں پراسرار طریقے سے اموات ہوئی تھیں اس کے بعد سے دوسری ایجنسیوں کے اہلکار کچھ سہم سے گئے تھے۔ دونوں کی موت سے متعلق حقائق جاننے کے لئے سرکاری سطح پر جو کمیٹی بنائی گئی اس کا سربراہ جس ایم پی اے کو نامزد کیا گیا وہ خود سائیں لوک کے خاندان کا پروردہ تھا۔ اس کے کئی ناجائز دھندے سائیں لوک کے والد کے ساتھ سانجھے تھے۔

لیکن ——

اس بات کا علم اول تو کسی کو تھا نہیں۔ اگر کسی کو تھا بھی تو وہ کبھی اپنی زبان پر ایک لفظ بھی لانے کو تیار نہ ہوتا۔

نتیجہ حسب توقع نکلتا ——

تحقیقاتی کمٹی نے اپنی رپورٹ میں یہی لکھا کہ ایک انسپکٹر سانپ کے ڈسنے سے اور دوسرا کسی گاڑی کے ساتھ اچانک کسی ویرانے میں ٹکرانے سے مر گئے تھے ان کی موت اتفاقی اور حادثاتی تھی —— جس کا ایکسیڈنٹ ہوا اس بے چارے سے متعلق کسی نے یہ جاننے کی زحمت ہی گوارا نہ کی کہ وہ جائے حادثہ پر کیا لینے گیا تھا جبکہ جائے حادثہ گوٹھ ناتھن سے دس بارہ میل دور تھی اور جس ٹریکٹر کے ساتھ اس کی موٹر سائیکل ٹکرائی اس کا نمبر وہاں موجود کسی کو بھی معلوم نہیں تھا ——

جائے واردات پر موجود پانچ چھ ہاریوں نے ایک ہی رٹا رٹایا بیان دیا کہ وہ کسی کام سے اس طرف آرہے تھے جب رات کے اندھیرے میں انہوں نے کسی موٹر سائیکل سوار کو ٹریکٹر سے ٹکراتے دیکھا۔ ٹریکٹر والا فرار ہو گیا اور موٹر سائیکل والے کو وہ نہ بچا سکے۔ نزدیکی ہسپتال بھی وہاں سے کم از کم پندرہ میل دور تھا۔

اسی طرح بے چارہ دوسرا انسپکٹر گوٹھ ناتھن کے باہر صحرائی علاقے میں کسی سانپ کے ڈسنے سے مر گیا۔

اس بات کا علم کسی کو نہ ہو سکا کہ وہ رات کے اس پہر اچانک مقامی تھانے کی عمارت سے جہاں اس کا قیام تھا وہاں ریتلے میدان میں کیا کرنے گیا تھا؟

مقامی تھانیدار نے ایک ہی بات کہی تھی کہ مرحوم کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا یا اسے روکنا اس کے فرائض میں شامل نہیں تھا۔

مرنے والے ایک انسپکٹر نے جو ادھوری سی رپورٹ اپنے ہیڈ کوارٹر تک کسی طرح پہنچائی تھی اس کے مطابق سائیں لوک کے والد نے ایک مقامی لسانی تنظیم کے لیڈر سے جس کی سرگرمیاں ہمیشہ مشکوک رہی ہیں اچانک گہرے مراسم پیدا کر لیے تھے انہوں نے بڑی خوبصورتی سے پلان تیار کر کے اس پر عمل کیا جس کے مطابق نزدیک دور کے دیہاتوں میں "سائیں لوک" سے متعلق پراسرار داستانیں پھیلائی گئی موقع کے گواہ پیدا کیے گئے۔ —— دیکھتے ہی دیکھتے سائیں لوک کا حلقہ احباب بڑھتا گیا اور اس کے والد کی موت تک نزدیک دور کے شہروں سے اس کی شہرت نکل کر ملک کے کونے کونے تک پھیل گئی۔

سائیں لوک اب اپنے "گوٹھ" پر سال میں ایک دو مرتبہ ہی جاتے تھے اور اکثر ان کا قیام اپنی شہر کی رہائش گاہ ہی میں ہوتا تھا۔ ان کے مریدوں کا حلقہ کسی ایک طبقہ فکر کے لوگوں تک محدود نہیں تھا۔

مختلف سیاسی جماعتوں کے راہنما، سماجی، مذہبی راہنما، شوبزنس کے بڑے بڑے لوگ ان کے حلقہ ارادت میں آگئے تھے۔

سرکار دربار تک ان کی رسائی تھی۔

ان کے حکم اور اشارے سے کئی تقدیریں بننے اور بگڑنے لگتی تھیں۔

اور ——

مزے کی بات تو یہ تھی کہ سائیں لوک مردوں سے زیادہ خواتین میں مقبول تھے

بڑے بڑے عمائدین شہر و مملکت کی بیگمات' ایکٹریس سوشل ورکرز ان کی مرید تھیں۔

ان میں خانم بھی شامل تھی جو ملک کی سب سے مہنگی اور سرکاری حلقوں میں سب سے مقبول ماڈل شمار ہوتی تھی۔

گو کہ اب خانم نے ماڈلنگ کو خیرباد کہہ دیا تھا اور سوشل ورکر کی حیثیت سے اپنی شناخت بنالی تھی۔

لیکن —— آج بھی اس کے سینکڑوں عشاق ملک کے کونے کونے میں اس کے ایک اشارہ ابرو پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

O

سائیں لوک نے شعور کی آنکھ کھولی تو خود کو دولت میں کھیلتے پایا۔

اس کا باپ بڑا ہوشیار آدمی تھا۔ شاید اس نے وقت کی نزاکت کا احساس کر لیا تھا اور وہ حالات کے جدید تقاضوں کا شعور بھی رکھتا تھا۔

اسے علم تھا کہ اب اس ملک میں ڈاکوں کی جگہ سیاسی لیڈروں نے حاصل کر لی ہے اور وہ اندھیر نگری چوپٹ راجا کے مصداق اپنی پیشانیوں پر ایم پی اے' ایم این اے' سینٹر وغیرہ کی مہریں چپکا کر کے وہ سب کچھ کر رہے ہیں جس کا تصور روایتی ڈاکوؤں نے شاید کبھی نہیں کیا تھا ——

اقتدار کی روشن ایوانوں میں بیٹھنے والے ان سیاسی بازی گروں نے اندھیر نگری مچا رکھی تھی ——!!

"وڈا سائیں" نے جس کے آباؤ اجداد ڈاکو تھے صورت حالات کی نزاکت کو سمجھا اور روز روز پولیس کی بک بک جھک جھک سے تنگ آنے کی بجائے اچانک ہی اپنا رخ بدل دیا۔

اس علاقے کا وڈیرہ مانک شاہ اس طرح کا ایم این اے تھا جس طرح کا وڈا سائیں

فرق صرف یہ تھا کہ مانک شاہ کے آباؤ اجداد نے غیر ملکی حکمرانوں کے دور ہی میں ان کے ایوانوں تک اپنی روایتی مکاری اور حرام کاری کے بل بوتے پر رسائی حاصل کر لی تھی اور ان کے لئے ہر وہ کام کرتے آئے تھے جو موجودہ دور کے سیاسی دلال اپنے آقاؤں کے لیے بھی نہ کر سکیں ——

مانک شاہ کے بڑے بوڑھے بھی کئی سالوں سے —— وڈا سائیں کے بڑے بوڑھوں کا تعاون حاصل کرتے آئے تھے اور مانک شاہ نے بھی اسی روایت کو نبھایا تھا۔

اپنے سیاسی حریفوں کے گوٹھ پر حملہ کروانا' اغوا' قتل' ڈکیتی' آبرو ریزی جیسے تمام ناجائز کام وہ وڈا سائیں ہی سے کروالیا کرتا تھا۔

اس روز جب وڈا سائیں نے اچانک ہی اس سے یہ کہا کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے اس کا نام سرکاری فائلوں سے نکلوائے تو ایک لمحے کے لئے چونک کر مانک شاہ نے اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن کیوں بابا" ——

اس نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

"بس یوں ہی" ——

وڈا سائیں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"بابا —— تمہیں اس سے کیا لینا دینا —— پولیس کی کیا مجال ہے جو تمہارے گوٹھ کے نزدیک بھی پھٹکے۔ تمہارا نام پولیس کی فائلوں میں رہے یا نہ رہے —— اس سے کیا فرق پڑے گا —— سائیں وڈا جب تک ہم زندہ ہیں کسی کی مجال ہے جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے ——"

مانک شاہ نے کہا۔

"وڈیرا بات یہ ہے کہ اب میں کوئی اور چولا پہن کر تمہاری سوا کرنا چاہتا ہوں۔ سائیں لوک اب شہر کے کالج میں پڑھ رہا ہے —— میں نہیں چاہتا کہ ساری زندگی

اردو فینز ڈاٹ کام

پولیس اور اس کے درمیان بھی آنکھ مچولی ہوتی رہے ——"

وڈا سائیں نے اپنی دانست میں بڑی مدلل بات کی تھی ——

لیکن ——

اس نے یہی سمجھا کہ اب وڈا سائیں اس کے برابر بیٹھ کر اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ ساری زندگی تو اس کے بزرگ مانک شاہ کے بزرگوں کے سامنے کمیوں کی سی زندگی گزارتے رہے اور اب وہ اس کی برابری کرے گا ——

ایک لمحے کے لئے تو اس کا خون ہی کھول اٹھا۔

لیکن ——

دوسرے ہی لمحے اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاید زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی زبان دانتوں تلے ہی دبالی۔ وہ اچانک بھڑک کر یا ایک لمحے کے لئے بھی اپنی زبان سے کوئی غلط بات نکال کر ساری زندگی کے لئے وڈا سائیں کا عذاب نہیں پال سکتا تھا ——!!

سیاست، حرامکاری کے ساتھ ساتھ مکاری بھی اسے نسل در نسل منتقل ہوتی آئی تھی۔ اس نے چند لمحات ہی میں فیصلہ کر لیا تھا کہ فی الوقت وڈا سائیں کی بات مان کر آئندہ موقعہ ملنے پر اس کا پتہ اس کے کسی دشمن کے ہاتھوں صاف کروادے گا۔

"ٹھیک ہے بابا —— جیسی تمہاری مرضی۔ تم بھی سیاست کا مزہ لے لو" ——

بظاہر مانک شاہ نے بڑی مکاری سے اپنے دانتوں کی نمائش کی تھی

لیکن ——

وہ اندازہ نہ کر سکا کہ جو بات اس کے دل و دماغ میں کہیں بہت دور دفن ہے وہ وڈا سائیں کے ذہن میں نقش ہو چکی ہے ——

وڈا سائیں کا اس خاندان سے کوئی چند ماہ و سال کا تعلق نہیں تھا —— وہ کئی سالوں سے ان وڈیروں سے منسلک تھا اور ان کی رگ رگ کو سمجھتا تھا۔ اس نے جان لیا

تھا کہ مانک شاہ ٹھنڈے پیٹوں اس کی بات ہضم نہیں کر پائے گا ——

اور —— موقعہ ملتے ہی اپنے راستے کا کانٹا نکال باہر کرے گا۔

اس امکان کو ذہن میں رکھتے ہوئے وڈا سائیں نے کمال ہوشیاری سے اپنا "ہوم ورک" مکمل کرنے کے بعد ہی مانک شاہ کے سر پر یہ ٹائم بم چلایا تھا۔

اس نے دو تین روز پہلے ہی لسانی پارٹی کے سربراہ اور مقامی وڈیرے سولنگی سے خفیہ ملاقات کر کے اس پر اپنا عندیہ ظاہر کیا اور اسے اپنی مکمل وفاداری کا یقین دلایا تھا ——

یہ ملاقات بھی وڈا سائیں نے یوں ہی نہیں کر لی تھی ——

اسے علم تھا کہ لسانی پارٹی کے لئے سرحد پار سے آنے والی امدادی رقم کے سلسلے میں وڈیرہ سولنگی اور وڈیرہ مانک شاہ میں چل رہی چپقلش نے دونوں کو دوران خانہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا رکھا ہے اور بظاہر وہ ایک ہی پارٹی میں رہتے اور ایک دوسرے کا دوست ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو رہے تھے ——

یہی بہترین وقت تھا جس سے وڈا سائیں نے فائدہ اٹھایا ——

وڈیرہ سولنگی وڈا سائیں کی طاقت اور وڈیرہ مانک شاہ سے اس کے خصوصی تعلقات سے بخوبی آگاہ تھا اور اسے مانک شاہ کے نزدیک کسی ایسے ہی آستین کے سانپ کی ضرورت تھی جس کو وہ ہمیشہ خطرے کی تلوار بنا کر مانک شاہ کے سر پر لٹکائے رکھے۔

بصورت دیگر مانک شاہ سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ کیا کر گزرے ——!!

مرے پر درے مانک شاہ کو مختلف کارنرز سے وڈا سائیں نے وڈیرہ سولنگی کے ساتھ اپنی ملاقات اور اس طرف سے ملنے والی آشیرواد سے بھی آشنا کروا دیا تھا جس کے بعد مانک شاہ کی حالت واقعی زخم خوردہ سانپ کی سی ہو رہی تھی جو صرف تلملا سکتا تھا۔ کاٹ نہیں سکتا تھا۔

○

لسانی پارٹی کا قیام کب عمل میں آیا؟

اس کے روابط سرحد پار ملک کے دشمنوں سے کب استوار ہوئے؟

بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی سے ان کا گہرا تعلق کیسے قائم ہوا؟

ان سوالات کے جوابات تو کسی کے پاس نہیں تھے۔ البتہ ایک بات سب جانتے تھے کہ وڈیرہ سولنگی کی "را" سے گاڑھی چھنتی تھی اور آج بھی بھارتی قونصلیٹ میں اس کا نام کسی کی سفارش کے لئے حتمی سمجھا جاتا تھا ——

وڈیرہ سولنگی آئے روز بین الاقوامی دوروں پر جاتا رہتا تھا —— اسے اس بات کا علم تو تھا کہ اس کے پیشرو کے "را" سے خصوصی روابط تھے اور سرحد پار سے اکثر بڑی بڑی رقمیں اور اسلحہ ان کے ہاں آتا رہتا تھا —— انہیں لانے اور ادھر سے لسانی پارٹی کے ایک دو کارکنوں کو تخریب کاری کی تربیت کے لئے لے جانے والوں کو بھی وہ پہچانتا تھا۔

لیکن ——

راز داری کا ایسا نظام اس کے پیشروؤں اور "را" کے افسران نے قائم کر دیا تھا کہ سوائے پارٹی سربراہ کے اور کسی سے ان کا براہ راست کبھی کوئی رابطہ نہیں ہوتا تھا۔

اپنے ایک ہاری کے ہاتھوں جس کی بیٹی کے ساتھ لسانی پارٹی کے سربراہ نے اغوا کے بعد زبردستی ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے، ایک روز اس کی موت واقع ہو گئی ——

اس روز اچانک ہی اور بالکل خلاف توقع بدقسمت بیٹی کے باپ ہاری نے لسانی پارٹی کے سربراہ پر کلہاڑی سے حملہ کیا اور اس کے مددگاروں کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کی گردن اڑا کر رکھ دی —— جس کے فوراً بعد ہاری بھی مارا گیا۔

سربراہ کی موت کے بعد پارٹی کا صدر وڈیرہ سولنگی کو بنایا گیا جو اپنے پیشرو کے قریب ترین سمجھا جاتا تھا اور جس کے متعلق پارٹی کی اعلیٰ قیادت کو یقین تھا کہ وہ سابق سربراہ کے ساتھ مل کر سرحد پار سے آنے والا مال پچاس فی صد تو خود ہی ہڑپ کر جاتے تھے اور باقی کا پچاس فیصد دوسروں تک پہنچتا تھا ——!

مانک شاہ کا شمار وڈیرہ سولنگی کے مخالف گروپ میں ہوتا تھا۔

لیکن ——

اس کی جرات نہیں تھی کہ کبھی کھل کر اس کے خلاف کوئی قدم اٹھائے کیونکہ سرحد پار سے فوراً ہی وارننگ مل گئی تھی جس میں اسے حکم دیا گیا تھا کہ وہ بلا چوں چراں وڈیرہ سولنگی کے احکامات کی تعمیل کرے بصورت دیگر دوسرا راستہ اپنا لے —— اور وڈیرہ مانک شاہ جانتا تھا کہ اب زندگی میں کوئی بھی دوسرا راستہ اسے صرف موت کی شاہراہ تک ہی لے جائے گا۔

اگر اس کا کچھ بھرم اور رعب داب باقی تھا تو اسی پارٹی کے دم قدم سے تھا جس کے ٹکٹ پر وہ اسمبلی کا رکن بھی منتخب ہو چکا تھا ——

وہ اس علاقے کا واحد بلا مقابلہ منتخب ہونے والا رکن تھا کیونکہ "را" نے اس کے مدمقابل کو الیکشن سے 24 گھنٹے پہلے ہی بم دھماکے سے ہلاک کروا کر اس کی کامیابی کی راہ استوار کر دی تھی جس سے اس کی کامیابی کی راہ صاف ہو گئی الیکشن ملتوی ہو گیا۔

لیکن ——

جب الیکشن کا اعلان ہوا تو آخری لمحات تک کسی کو اس کے خلاف کاغذات نامزدگی داخل کروانے کی ہمت نہ ہوئی جس کی وجہ وڈا سائیں کی طرف سے متوقع مخالف امیدواروں کو جاری ہونے والی وارننگ تھی۔

O

وڈیرہ سولنگی کو پارٹی سربراہ منتخب ہونے کے چند روز بعد ہی سرحد پار سے سگنل موصول ہو گیا کہ ایک یورپی ملک میں ہونے والی کانفرنس میں اس کی شرکت کا بندوبست ہو گیا ہے اور وہ تیار رہے ——

یورپی ملک میں ریجنل زبانوں پر ہونے والی اس کانفرنس میں اسے بطور مہمان خصوصی بلایا گیا تھا۔

لیکن ——

یہ سب تو "آئی واش" تھا۔

اس کے پیچھے باقاعدہ ایک پلاننگ تھی۔ "را" کی اعلیٰ قیادت نے اب ہمسایہ ممالک میں اپنے ایجنٹوں سے رابطے کا یہ محفوظ اور "فول پروف" طریقہ اپنایا تھا—— جس کے ذریعے وہ کسی بھی یورپی ملک میں کوئی کانفرنس منعقد کروانے اور وہاں اپنے ان ایجنٹوں کو بلا کر ان سے مذاکرات کرتے تھے——

تیسرا ملک ہونے کی وجہ سے عموماً اس طرح یہ غدار اپنے ملک کی ایجنسیوں کی نظروں میں نہیں آتے تھے۔

وڈیرہ سولنگی بھی جانتا تھا کہ کانفرنس تو ایک بہانہ ہی ہے۔ اس کا استقبال تو لندن کے ائرپورٹ پر اس کے مقامی پارٹی ورکرز اور کانفرنس سے کرتا دھرتا لوگوں نے ہی کیا تھا جن میں "را" کے لوگ بھی معقول تعداد میں موجود تھے۔

لیکن——

اس مرحلے پر انہوں نے وڈیرہ سولنگی سے دور ہی رہ کر صرف اس امکان پر نظر رکھی تھی کہ پاکستان کی کسی ایجنسی کے لوگ تو اس کی نگرانی نہیں کر رہے——

وڈیرہ سولنگی کو وہ لوگ کاروں کے جلوس کی شکل میں ہوٹل برسٹل کے اس وی آئی پی روم تک لائے تھے جو بطور خاص اس کے لئے بک کروایا گیا تھا۔

یہ تین کمروں پر مشتمل ایک مکمل سویٹ تھا——

شام تک تو کانفرنس کے لوگ وڈیرہ سولنگی سے بات چیت کرتے رہے اور رات ڈنر پر اس کی ملاقات مسز للتا سے کروائی گئی۔ جو مقامی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت اور اس کانفرنس کی کرتا دھرتا تھی۔ اپنی سوشل سرگرمیوں کی وجہ سے لندن کے اعلیٰ حلقوں میں مسز للتا کو اہم مقام حاصل تھا——

اس کے پاس خوبصورت جسم، بے پناہ دولت اور زرخیز دماغ موجود تھا اور سوائے مقامی بھارتی قونصلیٹ میں فرسٹ سیکرٹری کے عہدے پر موجود رام ملانی کے اور کسی کو اس کی اصلیت کا علم نہیں تھا——

رام ملانی "را" کا اعلیٰ عہدے دار اور برطانیہ میں اس کے ڈیسک کا انچارج تھا اور

مسز للتا اس ملک میں "را" کی سب سے بڑی ایجنٹ تھی—— "را" کی اعلیٰ قیادت میں اس کے اثر و رسوخ کا یہ عالم تھا کہ رام ملانی جو ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھا اس کے سامنے دب کر بات کرتا تھا—— اسے علم تھا کہ "را" کے اعلیٰ حلقوں سے میڈم للتا کے سوشل ہی نہیں، جسمانی تعلقات بھی بڑے مضبوط ہیں۔

وہ اتنی ہی خوبصورت اور جنسی کشش کی حامل عورت تھی جس کی محض ایک رات کی صحبت کے لئے اس کے ملک کی اہم شخصیات کچھ بھی قربان کرنے کو تیار رہتی تھیں۔

مقامی قونصلیٹ کی تو وہ بے تاج ملکہ تھی——

اس کی بے جا اور روز روز کی مداخلت اور کئی معاملات میں ٹانگ اڑانے کا بھارتی وزارت خارجہ نے سخت نوٹس لیا تھا۔

مقامی قونصلیٹ نے اس مداخلت بے جا پر زبردست احتجاج ریکارڈ کروایا تھا۔

لیکن——

جب بھی اعلیٰ سطح پر اس کے خلاف کوئی سمری تیار ہوتی "پر اسرار ہاتھ" اسے وہیں روک دیتے۔

اب تو حالت یہ ہو گئی تھی کہ بھارتی وزارت خارجہ کے افسران نے اس کے خلاف شکایات کا طومار باندھنے کے بجائے اس سے خوشگوار تعلقات ہی میں عافیت تلاش کر لی تھی۔

○

وڈیرہ سولنگی نے ساری زندگی حرام کاری میں بسر کی تھی۔ اس نے دنیا بھر کی عورتوں کو صرف ایک ہی نظر سے دیکھا تھا۔

تماش بین کی نظر سے——

اس کی زندگی میں سینکڑوں عورتیں آئی اور گئی تھیں۔

لیکن—— ایسی بھرپور عورت اس نے شاید پہلی مرتبہ دیکھی تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

مسز للتا کے ساتھ چند منٹ کی ملاقات ہی نے وڈیرہ سولنگی کے اعصاب پر اس کو سوار کروادیا۔

وہ سولنگی کو چھوڑنے کے لئے اس کے کمرے تک آئی اور دونوں کا صحیح تعارف یہیں ہوا تھا۔

اگر وڈیرہ سولنگی نے زندگی میں کبھی "را" سے علیحدگی اختیار کرنے کے لئے سوچا بھی ہوتا تو وہ للتا کے ساتھ اپنی ملاقات کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیتا۔

وہ ایسی ہی عورت تھی جو کسی بھی صوفی کا ایمان خراب کرنے کی اہلیت رکھتی تھی۔ سولنگی کے "اصرار" پر اس نے رات کا خاصا حصہ اس کے ساتھ گزارا ——— اس درمیان وہ سولنگی کے اعصاب پر مستقل سوار رہی ——— اور وہ زیدے بچوں کی طرح اس کے جسمانی خدوخال میں کھویا رہا ———

رات ایک پہر بیت چلی تھی جب میڈم للتا کے دستی فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف کسی نے اس سے بات کی اور اس نے او۔کے کہہ کر فون بند کر دیا ———

"آیئے آپ کی ملاقات گپتا جی سے کروادیں ——— وہ تو بھارت سے بطور خاص آپ کو ملنے کے لئے یہاں آئے ہیں ———"

اس نے وڈیرہ سولنگی کی طرف جگرپاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وڈیرہ سولنگی کے لئے یہ بالکل اچانک "حکم" تھا ———

لیکن ———

کیا مجال جو اس نے زرا سی بھی سرتابی کی ہو ———

"آل رائیٹ ——— جیسا آپ کا حکم میڈم ———"

اس نے بڑی خوشدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہو ——— مجھے میڈم کیوں کہتے ہیں آپ ——— للتا کافی نہیں کیا؟"

میڈم للتا نے بے تکلفی سے وڈیرہ سولنگی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر دبایا تو ڈیرہ سولنگی کے بدن میں برق سرایت کر گئی۔

اسے اپنی رگوں میں خون کے بجائے سنسناہٹ دوڑنے کا احساس ہوا ———!!

دل کی دھڑکن سانسوں کی طرح بے قابو ہو گئی۔

شاید وہ کوئی اور قدم بھی اٹھاتا ———

لیکن ———

اس سے پہلے ہی میڈم للتا نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر اپنی گھڑی پر نظر جمائی اور اسے وقت گزرنے کا احساس دلانا چاہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ ہوٹل کی لفٹ کے بجائے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے۔ یہ محفوظ طریقہ بھی میڈم للتا ہی نے اختیار کیا تھا۔ شاید اس نے ہوٹل سے باہر پارکنگ تک جانے کا چور راستہ پہلے ہی سے تلاش کیا ہوا تھا۔

وڈیرہ سولنگی نے اپنے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کئے ہوئے تھے اور بطور خاص ماحول پر نظر رکھی تھی۔ ابھی تک اسے کوئی متجسس چہرہ دکھائی نہیں دیا تھا۔ دونوں پارکنگ تک آئے جہاں ایک مرسڈیز گاڑی ان کی پہلے سے منتظر تھی ———

میڈم للتا کو دیکھتے ہی مئودب شوفر نے دروازہ کھولا اور دونوں پچھلی سیٹوں میں دھنس گئے۔

گاڑی اپنی اگلی منزل کی طرف چل دی۔

O

اس سفر کا اختتام قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد لندن کے ایک مضافاتی علاقے کے شاندار بنگلے کے سامنے ہوا۔

یہ لندن کا مہنگا ترین علاقہ تھا جہاں عام آدمی پھٹکنے کی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وڈیرہ سولنگی کی تو یہی خواہش تھی کہ یہ سفر کبھی ختم ہی نہ ہو کیونکہ میڈم للتا اس کے اتنا نزدیک بیٹھی تھی کہ سولنگی کو اس کی قربت اپنے روئیں روئیں میں اترتی محسوس ہونے لگی تھی۔

تمام راستے جہاں میڈم للتا اس کی جنسی ہوس کو باتوں کے ذریعے مزید بھڑکاتی آئی

اردو فنڈز ڈاٹ کام

تھی وہاں اس نے کمال ہوشیاری سے سولنگی کے لسانی پارٹی کی پالیسیوں سے متعلق خیالات کا بھی بخوبی اندازہ لگالیا تھا۔

وہ اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ سولنگی اور اس جیسے دوسرے غداروں کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا۔

اور ——— یہ حرص و ہوس کے پجاری اپنی ڈیمانڈ پوری ہونے پر کسی کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔

انہیں اس بات سے کچھ غرض نہیں تھی کہ انہیں پیسہ دینے اور اپنا الو سیدھا کرنے والے کون ہیں!

ان کے مقاصد کیا ہیں؟

وہ ان کے ذریعہ ان کے ملک کی جڑوں کو کتنی آسانی سے کھوکھلا کر رہے ہیں انہیں صرف اپنی ناجائز خواہشات کی تسکین سے مطلب تھا۔ اور وہ اس کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔

کسی کو "را" کے حکم پر قتل کر دینا ———

کہیں بم نصب کر دینا ———

اپنے پروردہ مفرور مجرموں سے "را" کے ڈیمانڈ کردہ کسی بھی مقام، موقعہ یا شخصیت پر گولیوں کی بارش کروادینا۔

چلتی ریل گاڑیوں پر راکٹ لانچر فائر کروانا۔

اغوا برائے تاوان ———

توڑ پھوڑ ———

تخریب کاری ———

مذہبی اور لسانی منافرت پھیلانا ———

یہ سب کچھ وہ کیوں کر رہے تھے؟

اس کے پس پردہ ان کے اپنے کیا عزائم تھے؟

ایسے سوالات نہ کبھی ان کے ذہن میں پیدا ہوئے نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی۔

ان کے ضمیر تو کبھی کے مر چکے تھے۔

اور ——— اب ان کے زندہ ہونے کے چانسز بھی نہ ہونے کے برابر رہ گئے تھے۔ "را" نے اپنے حرص و ہوس کے ہتھیاروں کے ذریعے ان کے دل و دماغ اس طرح اپنے شکنجے میں جکڑ لیے تھے کہ اب وہ اپنی مرضی سے کچھ سوچنے کے قابل رہ ہی نہیں گئے تھے۔

"را" کے لئے سولنگی ایسے گدھے "بھگوان کی خصوصی کرپا" تھے ——— انہیں نظریاتی کارکن نہیں چاہئے تھے۔

نظریاتی لوگ تو پہلے ہی سے گمراہ ہو چکے تھے۔

وہ تو "را" کی مرضی اور منشاء پر اس کے اشارے کے بغیر ہی عمل پیرا تھی۔ انہوں نے اپنے گمراہ اذہان میں جنم لینے والی متعصب دلیلوں کے ذریعے جو ایک نقطہ نظر اپنا لیا تھا اور جس طرح محض اپنی انا کی تسکین کے لئے ملکی سلامتی کو بھی داؤ پر لگانے پر تل گئے تھے۔ اس کے بعد "را" کے کرنے کا کام ہی کیا باقی رہ جاتا تھا۔

سولنگی جیسے ورکر ان کے لئے ناگزیر تھے ———

انہیں ان کی کمزوریوں کا علم تھا اور "را" والے جانتے تھے کہ اپنی کمزوریوں کے لئے یہ لوگ مرتے دم تک ان کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے رہیں گے یوں بھی ان کے تجربے نے بتایا تھا کہ نام نہاد قسم کے نظریاتی لوگ وقت آنے پر کچھ بھی نہیں کرپاتے۔

البتہ حرص و ہوس کے اندھے ان کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے تھے۔

وفادار کتے کی طرح ہر وقت دم ہلاتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔

سابقہ سربراہ کا غیر ملکی بینک اکاؤنٹ بھی "را" نے کھلوایا تھا اور اب وہ یہی جال سولنگی پر پھینکنے والے تھے۔

رات ایک پہر ڈھل چکی تھی۔

لندن کی فضا میں موجود کہر نے سڑکوں پر پھیلتی تیز روشنیوں کو جیسے چاٹ لیا تھا۔

مرسڈیز کی تیز ہیڈ لائٹس میں بھی چند گز کے بعد کہیں کہیں منظر غائب ہو جاتے تھے اور آنکھوں کے آگے کہر کا جال تن جاتا تھا۔

باہر سردی سے ماحول منجمد ہو رہا تھا۔

لیکن ——

گاڑی کے اندر کا ماحول بڑا گرم اور آرام دہ تھا۔

وڈیرہ سولنگی بیک وقت گاڑی کے ہیٹروں اور للتا کے قرب کی گرمی سے پگھل رہا تھا۔

اگر اسے ایک رات کے لئے ہی اس عورت کا قرب نصیب ہو جاتا تو وہ اس کے عوض اپنی جان سے گزرنے پر بھی تیار تھا۔

للتا کو بھی یہی گارنٹی درکار تھی۔

اس نے تب سے اب تک ایک ہی کارنامہ انجام دیا تھا کہ سولنگی کی آتش ہوس کو مسلسل بھڑکاتی آرہی تھی۔

یہی اس کا کام تھا ——

اور —— یہی اس کا مشن۔

وہ "را" اور بھارت ماتا کے لئے کچھ بھی قربان کرنے کے لئے ہر لمحہ تیار رہتی تھی اس کی اس کومٹ منٹ کے سامنے بڑے بڑے ایجنٹ دم بخود رہ جاتے تھے جس کام کے لئے وہ مہینوں محنت کرتے وہ للتا ایک رات یا چند دنوں میں مکمل کر دیتی۔

بیشتر شکار تو اس نے صرف اپنے نازو ادا کے بل پر ہی کئے تھے۔ بہت کم اس کے آگے نوبت آئی تھی۔

لیکن ——

وڈیرہ سولنگی کی خصوصی اہلیت کے پیش نظر وہ اس کے لئے کچھ بھی کر گزرنے پر

تیار تھی۔

○

تھوڑی دیر بعد دونوں گپتا کے سامنے موجود تھے۔

گپتا کا شمار "را" کے چوٹی کے افسران میں ہوتا تھا۔ وہ فی الوقت یورپ کے سارے ڈیسک کا انچارج تھا اور لندن کے بھارتی قونصلیٹ میں اپنے دفتر جا کر بیٹھتا تھا۔

وڈیرہ سولنگی کے لئے اس کا نام نیا نہیں تھا۔ البتہ ملاقات پہلی مرتبہ ہو رہی تھی۔

گپتا نے اس کا استقبال زبردست مکارانہ مسکراہٹ اور بے پناہ گرمجوشی کے ذریعے کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا حال احوال دریافت کیا اور گپتا مرنے والے سربراہ کی اپنے ساتھ دوستی کو یاد کر کے اسے خراج تحسین پیش کرتا رہا۔

وہ سولنگی سے بھی اسی نوعیت کی دوستی کا خواہاں تھا۔

"مسٹر گپتا آپ کا براہ راست ہمارے ساتھ یہ پہلا رابطہ ہے چند دنوں بعد آپ مرنے والے کو بھول جائیں گے۔ ہم یاروں کے یار ہیں اور اپنے دوستوں کے لئے کچھ بھی نہ کر گزرنے کے لئے صرف تیار ہی نہیں رہتے اس کی طاقت بھی رکھتے ہیں"۔

اس نے یہ بات میڈم للتا کے ہاتھ سے وہسکی کا جام پکڑتے ہوئے بطور خاص اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہی تھی۔

تینوں نے "دوستی" کے نام پر ایک دوسرے سے اپنے جام ٹکرائے اور گپتا نے اس سے "بزنس" کی باتیں شروع کر دیں۔

اس نے تھوڑی دیر بعد ہی وڈیرہ سولنگی کو بتایا کہ میڈم للتا آپ کے لئے لندن میں غیر ملکی بنک میں اکاؤنٹ کھولے گی اور ایک خطیر رقم دوستی کی پہلی قسط کے طور پر آج ہی اس کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دی جائے گی یا پھر وہ جہاں بھی چاہے وہاں پہنچا دی جائے گی۔

"وڈیرہ سولنگی —— ہمیں کچھ نوجوان دو —— اپنے جیسے بہادر نوجوان' ہم انہیں خود تربیت دیں گے —— تمہارے یہ ڈاکو دوست ہر جگہ کام نہیں آسکتے ——

اردو فینز ڈاٹ کام

ہمیں پڑھے لکھے نوجوانوں کی ضرورت ہے—— خوبصورت لڑکیوں کی ضرورت ہے۔

ہم انہیں تمہارے بادشاہوں کے ایوانوں میں پہنچا کر ان کے دماغ درست کروانا چاہتے ہیں ——!!

گپتا نے یہ بات کہہ کر زوردار قہقہہ لگایا۔

سولنگی نے مکمل بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے بھی زیادہ بلند قہقہہ لگایا تھا۔

برازیل کی قیمتی وہسکی اس کے دماغ کو چڑھنے لگی تھی اور گپتا محسوس کرنے لگا تھا کہ اگر وہ کچھ دیر اور للتا اور اس کے درمیان حائل رہا تو سولنگی پھٹ جائے گا۔

اس نے للتا کو مخصوص اشارہ کرنے کے بعد سولنگی سے جانے کی اجازت طلب کی اور اسے بتایا کہ اب وہ رات یہیں آرام کرے صبح اسے اطمینان سے ہوٹل پہنچا دیا جائے گا۔

گپتا نے اب وہاں ہونے والی "نام نہاد کانفرنس" کے خاتمے پر ہی اس سے اگلی ملاقات کے لئے کہا تھا۔

اس نے رخصت ہونے سے پہلے وڈیرہ سولنگی سے بہت سے وعدے لیے تھے۔

گپتا کا دل کہہ رہا تھا کہ اگر ان میں سے 25 فی صد وعدوں پر بھی سولنگی نے عمل کر دکھایا تو سرکار دربار میں اس کی مقبولیت میں کئی گنا مزید اضافہ ہو جائے گا اور وہ پاکستانی حکومت کے لئے بے پناہ مسائل پیدا کر دیں گے۔

گپتا کو دروازے تک رخصت کرنے کے لئے للتا خود گئی تھی۔ سولنگی نے اٹھنا چاہا۔

لیکن——

للتا نے اسے بڑے پیار سے سینے پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ صوفے میں دھنسا دیا۔

دونوں کے کمرے سے نکلنے میں وڈیرہ سولنگی نے ندیدی بچوں کی طرح وہسکی کا سارا پیگ دو تین گھونٹوں سے حلق میں انڈھیلا اور کپکپاتے ہاتھوں سے اسے دوبارہ بھر

کیا۔

للتا واپس لوٹی تو وہ مکمل فاحشہ بن چکی تھی——

چند منٹ میں ہی اس نے شراب کے نشے میں وحشت عقل کے اندھے اور بے شمار جسمانی عوارض کے مالک لسانی پارٹی کے سربراہ وڈیرہ سولنگی کو چاروں شانے چت کر دیا۔

***

اردو فینز ڈاٹ کام

نیاباب

سولنگی نے چند روزقیام کے بعد واپسی کے لئے رخت سفر باندھ لیا ——— !

اس درمیان میڈم للتا اور "را" نے اس کی اتنی جی جان سے خدمت کی کہ وڈیرہ سولنگی تو ان کا بندہ بے دام بن گیا۔

اس کے گمراہ دل و دماغ نے اس پر یہی باور کیا کہ ان لوگوں کی دوستی کے ذریعے ساری زندگی مہاراجوں کی طرح بسر کر سکتا ہے اور یہ کہ "را" بے پناہ اثر و رسوخ اور وسائل کی مالک ہونے کے سبب اس کے چھوٹے سے ملک کو جب چاہے (خام بدین) تو ڑ سکتی ہے ———

وڈیرہ سولنگی نے اس وزٹ پر نہ صرف اپنے غیر ملکی اکاؤنٹ دو چند کئے بلکہ لندن کے ایک اور مضافاتی علاقے میں اپنی میری کے نام پر اپنے لئے ایک گھر بھی خرید لیا

———

اس کی خواہش تھی کہ اس کے ایسے گھر دنیا کے کونے کونے میں موجود ہوں جہاں سارا سال نوکروں کی فوج اس کی آمد کی منتظر رہا کرے اور عیاشی بدمعاشی کا سارا سامان اسے پلک جھپکنے میں میسر آجائے

اور ———

ایسے بھیانک خواب کی تعبیر کم از کم اس کے مقامی ذرائعے پر انحصار سے تو ممکن

نہیں تھی۔

مقامی ڈاکو جن کی وہ پشت پناہی کرتا تھا ان کے ذریعے وہ کبھی اتنی دولت اکھٹی نہیں کر سکتا تھا۔

ان سے حاصل کردہ حرام کا مال آدھے سے زیادہ تو انہیں پر خرچ آجاتا تھا۔ پولیس کا مستقل بھتہ ——— متعلقہ تھانوں کی خرید و فروخت اور اعلیٰ سرکاری ہکام کے اللوں تللوں پر خرچ کرنے کے بعد اس کے پاس بچتا ہی کیا تھا ———

بمشکل حاصل کردہ آمدن کا پچیس فیصد ———

اور ———

اس کے دوستوں سے حاصل کردہ تو صد فیصد رقم اس کی اپنا تھی ——— اس رقم کا بیس فیصد خرچ کرنے کے وہ مزید سو فیصد "را" سے اینٹھنے کا حقدار ٹھہرتا تھا ———

اس مرتبہ تو گپتا نے اسے بڑا شاندار آئیڈیا دیا تھا۔

"وڈیرہ سولنگی ——— اب تم دیہاتوں سے باہر نکلو" ——— شہروں کا رخ کرو شہروں کا اس نے رخصتی پر ہونے والی ملاقات میں سگریٹ کا طویل کش کھینچتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"لیکن گپتا صاحب ہمارے پاس شہر میں کام کرنے والے لوگ نہیں ہیں ——— اور یوں بھی وہاں کا ماحول ہمارے لوگوں کے لئے اجنبی ہو گا۔"

سولنگی نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"وڈیرہ سولنگی ہم کس روز تمہارے کام آئیں گے ——— تمہارے لئے یہی بندوبست تو میں کرنے آیا ہوں ——— وڈیرہ اپنے پندرہ بیس جوان ہمارے حوالے کر دو ——— کراچی' حیدر آباد اور تمہارے ملک کے دوسرے شہروں میں ہم تمہارا سکہ جما دیں گے ——— ذرا سوچو وڈیرہ سولنگی ——— تم اپنے علاقے میں بڑی سے بڑی واردات کروا کر کیا حاصل کر لو گے محض چند لاکھ روپے ——— اور بڑے شہروں سے ایک موٹی آسامی اغوا کر کے کروڑوں روپے تاوان حاصل کر سکتے ہو ——— ہمارے دوست تمہاری

ہر طرح معاونت کریں گے"

گپتا نے اس کی رگ حرص کو بھڑکاتے ہوئے کہا۔

"واہ سائیں واہ ——— آپ تو بڑے کام کے بندے ہو سائیں ——— میرا تو دماغ کبھی نہیں گیا تھا اس طرف ——— یہ ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔ میرے پاس ہیں کچھ لڑکے ——— بھیج دوں گا۔ ——— بس اب رابطہ رہنا چاہئے ———"

وڈیرہ سولنگی کے تو منہ میں پانی آ گیا تھا۔

"اس کا انحصار تمہاری کارکردگی پر ہے وڈیرہ سولنگی ——— تم ہمارے پرانے دوستوں کے جانشین ہو ——— اس لئے ہم یہ دوستی نبھا رہے ہیں ——— ورنہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اس سے آدھی قیمت پر بھی ہم سب کچھ کروا سکتے ہیں ——— تمہارے مخالفین ہم سے رابطہ کرتے ہیں لیکن جب تک ہم جیسے لوگ ایجنسی میں موجود ہیں ان کی دال نہیں گل سکے گی ——— اور' وڈیرہ تم یہ بات بھی ذہن میں رکھنا کہ ہم بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہیں گے ——— تبادلے ہوتے رہتے ہیں۔" مجھے کہیں اور بھی بھیجا جا سکتا ہے ——— اور نیا آنے والا ان باتوں کا خیال نہیں رکھے گا ——— وہ تو کارکردگی کو دیکھے گا ——— اگر تم سے اچھا کارکردگی دکھانے والا مل گیا تو ادھر چلا جائے گا ——— اس لئے میں تو یہی کہتا ہوں وڈیرہ کہ تم اپنی کارکردگی دکھاؤ ——— اگلے ایک ماہ میں دو بڑے دھماکے کر کے دکھاؤ ——— یہ بہت ضروری ہے ——— بہت ضروری ———"

گپتا نے مسکراتے ہوئے وڈیرہ کے پاؤں ہی زمین سے اکھاڑ دیے۔

"سائیں تم بے فکر ہو جاؤ ——— ایک مہینہ تو بڑی مدت ہے۔ اس میں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے ——— تم یہ بتاؤ کہ ہم سے کیا امید رکھتے ہو" وڈیرہ سولنگی نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

اور ———

جواب میں گپتا نے اسے بتا دیا کہ "را" کیا چاہتی ہے ———

اس نے کچھ مخصوص مقامات کی نشاندہی کرنے کے بعد وہاں دھماکے کروانے

گاڑیوں کی پٹڑیاں اکھاڑنے اور بے گناہ مسافروں پر فائرنگ کر کے انہیں بے موت مارنے اور دہشت پھیلانے کا تقاضہ کیا تھا ———

وڈیرہ سولنگی نے اس سے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے میڈم للتا کے متعلق دریافت کیا تھا جو کل سے غائب تھی ———

"ارے وڈیرہ وہ سالی کیا ہے ——— جس عورت کی طرف اشارہ کرو گے تمہارے بیڈروم میں پہنچا دی جائے گی ——— بس ایک بات کا خاص خیال رکھنا کہ کسی سے زیادہ گھلنا ملنا ٹھیک نہیں ——— تمہارے لوگ بڑے چالاک ہیں۔ یہ جو تمہاری آئی ایس آئی ہے ناں ——— بڑی خطرناک ہے ——— اسے نظرانداز کرنے کی کبھی غلطی نہ کرنا ——— یہاں بھی یہ لوگ تمہاری سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہیں ——— محتاط رہو ——— ہماری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہو گی جو تمہارے متعلق ان لوگوں کو کسی شک میں مبتلا کرے ——— میڈم للتا یہاں کی مشہور عورت ہے ——— پبلک پلیس پر وہ تمہارے ساتھ نہیں گھوم سکتی ——— اس طرح تم اپنے لوگوں کی نظروں میں آ جاؤ گے ——— اور ہم یہ نہیں چاہتے۔ تم بھی احتیاط کرنا" ———

گپتا نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا۔

اس لہجے میں اگر اس کے شہر کا ڈپٹی کمشنر بھی اس سے بات کرتا تو وڈیرہ سولنگی کبھی برداشت نہ کرتا ———

لیکن ———

حیرت انگیز طور پر اسے گپتا کی بات پر غصہ نہیں آیا بلکہ وہ فرمانبردار نوکروں کی طرح سر ہلاتا رہا ———

○

سولنگی نے ملک واپس پہنچ کر تین چار بیانات بڑی سخت زبان میں یکے بعد دیگرے حکومت کے خلاف جاری کر دیے۔ جن میں حسب روایت اپنے پیشروؤں کے الزامات کی تکرار کی گئی تھی جن کے مطابق حکومت ان کے ساتھ اقلیتوں جیسا سلوک کر رہی ہے۔

انہیں نوکریاں نہیں دی جاتیں۔ ان کا صوبہ پولیس سٹیٹ بن کر رہ گیا ہے۔ سرکاری اہلکاروں کے ہاتھوں کسی کی عزت محفوظ نہیں رہی ——— ایک سازش کے تحت ان کی زمینوں پر دوسری قوموں کے لوگ قابض ہو رہے ہیں ——— ان کے حقوق کو بری طرح کچلا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ

اپنے کراچی والے محل میں چند روز ٹھاٹھ سے گزارنے اور لندن کی عیاشیوں کا اعادہ کرنے کے بعد وہ بالآخر اپنے گوٹھ میں پہنچ گیا۔ جہاں اگلے ہی روز اس نے وڈا سائیں کو ملاقات کے لئے طلب کر لیا ———

وڈا سائیں اپنے صاحبزادے "سائیں لوک" کو بھی اس ملاقات پر بطور خاص اپنے ہمراہ لے کر آیا تھا۔

سائیں لوک کا حلیہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو وڈیرہ سولنگی حیران ہی رہ گیا۔ اس نے انگوری رنگ کا چولا پہن رکھا تھا آنکھوں میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے جبکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں انگوٹھیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ شکل ہی سے وہ چھٹا ہوا غنڈہ دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ کیا ہے بابا ———"

وڈیرہ سولنگی نے وڈا سائیں سے گرم جوشی سے مصافحہ اور پھر معانقہ کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"بس وڈیرہ تمہاری مہربانی اور اللہ سائیں کا کرم ہے ——— میں نے سائیں لوک کو فقیری لائن میں ڈال دیا ہے ——— وڈیرہ! ادھر شہر میں بہت لوگ ماننے لگے ہیں اسے ——— نزدیک دور کے دیہاتوں میں بھی اس کی کہانیاں پہنچ رہی ہیں وڈیرہ سائیں ——— اب سیاست میں آئے ہیں تو کچھ سیاست بھی کرنا پڑے گی ناں ——— آپ تو جانتے ہی ہو ———

اس نے وڈیرہ سولنگی کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

دونوں نے ایک ساتھ قہقہہ بلند کیا۔

"ٹھیک ہے سونیا ٹھیک ہے ——— بس کام ہونا چاہئے بابا" ———

اس نے سائیں لوک سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"وڈیرہ کام تو ایسا کروں گا سائیں کہ آپ پچھلے سارے کام بھول جائیں گے۔ میں نے تو بابا سائیں سے کہہ دیا ہے کہ تم ادھر گوٹھ کو سنبھالو ——— اور میں ادھر شہر والوں کو …کتا ہوں ——— وڈیرہ کام کرنے کا مزہ تو سائیں اب آئے گا ——— اب آئے گا"

———

اس نے بھی دونوں کی تقلید میں قہقہہ لگایا۔

○

چھ سات ماہ میں وڈا سائیں نے اپنے صاحبزادے سائیں لوک کا سٹنٹ بڑی کامیابی سے چلایا تھا اور اس کے الٹے سیدھے اندازوں نے شہر میں پہلے ہی اس کی شہرت بنا رکھی تھی جب سے اس نے چولا پہنا تھا اور محرومی کے شکار امرائے شہر کی ٹولیاں اس کے پیچھے لگ گئی تھیں۔

سائیں لوک کو مجرمانہ فطرت ورثے میں عطا ہوئی تھی۔ اس نے جیسے تیسے بی۔ اے پاس کر کے اس کو سائنٹیفک انداز سے استعمال کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنی جگہ معاشرے میں بنا لی۔

اس نے کراچی سے اپنے کام کا آغاز کیا اور چند ماہ بعد ہی یہاں کی ایک مہنگی آبادی کا بنگلہ خرید کر وہاں رنگ برنگے جھنڈے لہرا دیے ——— گوٹھ سے وڈا سائیں نے اس کی خدمت کے لئے آٹھ دس ہاری مستقل اس کے ساتھ لگا دیے تھے۔

سائیں لوک کی شہرت ایک اللہ والے کی حیثیت سے جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے لگی۔

اس کے تعلیم یافتہ جرائم پیشہ ہم عصروں نے سائیں لوک کی شہرت کو جان بوجھ کر ایک مخصوص حلقے میں پھیلایا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے اس حلقے تک رسائی حاصل کی تھی اور مختلف حوالوں سے ان لوگوں کے کانوں تک سائیں لوک کے اثر و رسوخ کی

اردو فینز ڈاٹ کام

کہانیاں پہنچائی ہیں۔

یہ شہر کے شرفا کا حلقہ تھا۔ جس میں بڑے بڑے بیورو کریٹ، بیگمات، شوبزنس کے لوگ، تاجر اور اعلیٰ حکام شامل تھے——

یہ سب اپنی خواہشوں کے غلام انسان نما درندے تھے——

ان کی محرومیاں ختم ہونے میں نہیں آتی تھیں——

انہوں نے جہنم کی آگ سے اپنے پیٹ بھر لیے تھے۔ کوئی دم جاتا تھا جب ان کے پیٹ پھٹ جاتے۔

لیکن——

ان کی ہوس ٹھنڈی نہیں پڑتی تھی۔

وہ ہر لمحہ ہر پل ہل من مزید، ہل من مزید کی صدائیں بلند کر رہے تھے بڑے بڑے محلات میں رہنے والے، مسلح پہرے داروں کی حفاظت میں زندگی بسر کرنے والے، معاشرتی اور موسمی جبر سے بے نیاز اور اپنی فرعونیت میں مست یہ انسان نما بھیڑیے اندر سے بڑے ہی بزدل تھے——

ان سب کو مخصوص خوف لاحق تھے——

کروڑ پتی تاجر جو دن رات بے بس، بے کس اور زبردستی زندگی کی ڈور سے بندھے عوام کو دن رات لوٹ رہے تھے۔

لیکن——

انہیں ہر لمحے یہ خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں کوئی ایسا بندہ خدا ان کے شہر میں نہ آجائے جو ان کی حرام کی کمائی پر قدغن لگا دے اور ان کی تجوریوں اور پیٹوں سے حکومت اور عوام سے لوٹ کر جمع کرنے والا مال نہ نکلوا لے——

آسمان شہرت کے افق پر جگمگاتے شوبزنس کے ستاروں کو ہر لمحے یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں شہرت کی بلندیوں پر اڑتی ان کی پتنگ کی ڈور کٹ گئی تو ان کا کیا بنے گا۔

خوبصورت جنسی بلیاں جو بظاہر شریف زادیوں کے روپ میں معاشرتی غیرت پر

بڑی کامیاب نقب لگائے ہوئے تھیں رات کی تنہائیوں میں اپنے آرام دہ پلنگوں سے اچانک ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتیں اور یہ خوف ان کی جان کو آجاتا کہ جب ان کا شباب ڈھل گیا ان کے جسم کی منڈی ویران پڑ گئی تو ان کا کیا ہو گا؟——تب ان کے یہ عاشق جو اپنے ہوس کی آگ میں اندھے ہو کر ان کے تلوے چاٹنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں شاید ان پر تھوکنا بھی پسند نہ کریں——

اربوں کی ناجائز آمدن سے محلات تعمیر کرنے والے سرکاری اہلکاروں اور اعلیٰ حکام کو یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ جلد یا بدیر ان کے کالے کرتوت بے نقاب ہو جائیں گے اور انہیں اگلے پچھلے سارے حساب چکانے پڑیں گے۔ پھر کون ان کا والی وارث بنے گا۔

شہروں کو باپ کی جاگیر اور بے چارے عوام کو اپنی رعایا سمجھ کر دن رات دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والے قانون کے محافظوں کی جان کو ایک ہی خوف آیا رہتا تھا کہ اگر ان کے بڑوں نے کبھی ان کا تبادلہ یہاں سے وہاں یا پھر وہاں سے یہاں کر دیا تو ان کا کیا بنے گا۔

یہ سونے کی کانیں جن پر وہ سانپ بن کر بیٹھتے ہیں کسی اور کے قبضے میں چلی جائیں گی اور ان کو عوام کے بپھرے ہوئے جلسے جلوسوں کو روکنے یا پھر منصب داروں کے بچوں اور بیگمات کی دن رات حفاظت پر مامور کر دیا جائے گا۔

یہ خوف زدہ لوگ تھے——

اپنے سایہ سے سہم جانے والے——

اپنے نفس اور خواہشات کے غلام——

انہوں نے اس خوف سے وقتی نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر تہہ در تہہ غلاف اوڑھ رکھے تھے——

یہی خوف تھا جو ان مہذب لٹیروں کو ایک دوسرے کے دست و بازو بنے رہنے پر مجبور کرتا تھا۔

وہ ایک دوسرے کا بادل نخواستہ سہارا بنے ہوئے تھے——

کرپٹ سیاستدان کرپٹ بیورو کریسی سے تعاون کرتے تھے کہ ان کے ذریعے اپنے

ناجائز مطالبات پورے کرواتے رہیں۔

اور ——

کرپٹ بیوروکریٹ بے ضمیر سیاست کاروں کی سیاہ کاریوں پر پردہ ڈالے رکھتے تھے کہ ان کے اپنے کالے کرتوت سامنے نہ آجائیں اور ان کے پیٹ کا جہنم بھی آسانی سے بھرتا رہے۔

ان کی روحوں کو حرام کاری کا کوڑھ لگ گیا تھا ——

بظاہرہ چمکتے دمکتے چہروں کو اپنے جسموں پر سجانے والے ان بیماروں کو ہر وقت ایک ایسے معالج کی ضرورت رہتی تھی جو انہیں جھوٹی طفل تسلیاں دیے رکھے ——

اور ——

سائیں لوک جسے جرائم پیشہ وحشی ان کے بہترین معالج تھے۔

وہ اپنے ہر گاہک کی ضرورت پہچان کر اس کا سودا کرتے تھے۔ ان کی ایک ضرورت کو پورا کرتے اپنے بہت سے الوان کے ذریعے سیدھے کرلیا کرتے تھے۔ سائیں لوک ان تمام حرامکاروں کا باپ تھا ——

وہ انہیں ایک دوسرے کا خوف دلا کر اپنا معاملہ سیدھا رکھتا تھا —— وہ بڑا ماہر نفسیات تھا۔

اسے ان کی رگ رگ سے آگاہی تھی۔

کس افسر کی نظر کس پلاٹ پر ہے؟

کس بیگم کی نظر کس افسر پر ہے؟

کس افسر کے تبادلے کو روکنے کا کسے اور تبادلہ کرنے کا کسے اختیار ہے؟

کس کی بیٹی کس کے بیٹے کے ساتھ اور کس کا بیٹا کس کی بہو کے ساتھ ناجائز مراسم رکھتا ہے؟

اسے ان تمام معاملات کی خبر رہتی تھی۔

اس نے ان لوگوں کی مدد سے ان کے گھروں کے اندر اپنا جاسوسی جال بڑی کامیابی

سے بنا دیا تھا۔

افسر اعلیٰ سائیں لوک کے پاس اپنی بیگم اور بیگم افسر اعلیٰ کا کچا چٹھا کھول جاتی تھی۔

دونوں اس فریب میں مبتلا رہتے تھے کہ سائیں لوک ان کا ہمدرد ہے۔ لیکن دونوں اس سے لاعلم تھے کہ وہ سوائے اپنے اور کسی سے مخلص ہو ہی نہیں سکتا ——

جسم فروشی سے ایمان فروشی تک ہونے والے دھندوں پر اس کی گہری نظر تھی۔

ان دھندوں میں وہ اکثر و بیشتر کسی نہ کسی مقام پر کوئی نہ کوئی رول ادا کر رہا ہوتا تھا۔

لیکن ——

اس کھیل کے کسی کیریکٹر کو علم نہیں ہو پاتا تھا کہ "سائیں لوک" بھی ان کے درمیان کہیں موجود ہے۔

○

"بابا سائیں لوک کوئی بڑا کام کرو ناں —— کوئی بڑا مال تب ہی ملے گا ناں بابا۔"

وڈیرہ سولنگی نے سائیں لوک کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"ہو جائے گا وڈیرہ سائیں ہو جائے گا —— آپ حکم تو دے کر دیکھیں۔"

سائیں لوک نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

اگلی بات کرنے سے پہلے وڈیرہ سولنگی نے اپنا بریف کیس کھولا اور بڑے نوٹوں کی دو بڑی گڈیاں وڈا سائیں کی طرف بڑھا دیں۔

باپ بیٹے نے زرخرید بچوں کی طرح ان کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ انہیں وصول کرنے کی لئے آگے کو لپکے۔

"بابا ایک ہی بات ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی لے لے ——"

یہ کہتے ہوئے وڈا سائیں نے نوٹوں کی دونوں گڈیاں پکڑ کر نظروں ہی نظروں میں انہیں تولا اور پھر ایک گڈی اپنے صاحبزادے کی طرف بڑھا دی۔ جس کی رال اب باقاعدہ ٹپکنے لگی تھی۔

"رکھ لو بابا سائیں لوک ادھر شہر میں خرچ بہت زیادہ ہونے لگا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وڈا سائیں نے نوٹوں کی ایک گڈی اپنے بیٹے سائیں لوک کی طرف بڑھادی۔

وڈیرہ سولنگی کی جہاندیدہ آنکھوں نے دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کی خلاف نفرت و حقارت دیکھ لی تھی۔

یہ دونوں بظاہر باپ بیٹا ضرور تھے۔

لیکن ——

اصل میں دونوں مجرم تھے۔

ایک پولیس ریکارڈ کے مطابق مجرم تھا اور دوسرا مذہب کی آڑ میں بدترین مجرمانہ سرگرمیوں کا مرتکب ہو رہا تھا۔

وڈیرہ سولنگی نے محسوس کر لیا تھا کہ سائیں لوک میں دم ہے۔ شہر سے اس کی شہرت اب نزدیک اور دور تک پہنچنے لگی تھی اور سائیں لوک کی شکل میں اسے اپنے مستقبل کو محفوظ اور شاندار بنانے کے لئے ایک شاندار مہرہ ہاتھ لگ رہا تھا ——

وہ اس کے ذریعے "را" کے ڈپٹی ڈائریکٹر گپتا کی خواہشات کے عین مطابق ایسے گھناؤنے کارنامے کر سکتا تھا جو اس کی "را" کے ساتھ دوستی کی بہترین بنیاد بن جاتے ——

وڈیرہ سولنگی نے وہیں بیٹھے ہوئے ایک خطرناک فیصلہ کر لیا تھا ——

وہ ایک چال سی دو بازیاں مات دینے جا رہا تھا ——

دوسرے ہی لمحے اس کے حکم پر دونوں باپ بیٹے کے لئے شاندار دعوت کا اہتمام ہو رہا تھا۔

"اب تو وڈا سائیں نوجوانوں کا وقت ہے۔ میں تو کہتا ہوں سائیں لوک کو بھی پارٹی میں لے آؤ۔ اسے کوئی بڑا اور اس کی مرضی کا عہدہ بھی دے دیں گے۔"

اس نے اچانک ہی عجیب سی بات کہہ دی۔

سائیں لوک کی آنکھوں میں اچانک چمک پیدا ہوئی تھی۔

"وڈیرہ سائیں —— آپ کو آم کھانے سے مطلب ہے گٹھلیاں کیوں گنتے ہو بابا کام ہو رہا ہے یا نہیں ——"

وڈا سائیں نے قدرے چڑ کر جواب دیا۔

یہی جواب سولنگی سننا چاہتا تھا۔

اس نے باپ کے جواب پر بیٹے کی آنکھوں میں پہلے سے موجود نفرت کو دوچند ہوتے دیکھ لیا تھا۔

"وڈیرہ سائیں ٹھیک تو کہہ رہا ہے سائیں۔" ——

سائیں لوک بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"چپ کر جا —— میرے ہاتھوں نے ہی تیرا بت بنایا ہے۔ زیادہ ہوشیار بنا تو اپنے ہاتھوں توڑ کر پھینک دوں گا۔" ——

تھوڑی دیر تک تلخ جملوں کا تبادلہ کرنے کے بعد وڈا سائیں نے کہا

وڈیرہ سولنگی نے اس مرحلے پر مداخلت کو ناگزیر جانا۔

"ٹھیک ہے بابا۔ ٹھیک ہے۔ تم چپ کرو ناں سائیں لوک۔ وڈا سائیں ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔" ——

اس نے گردن گھما کر دوسری طرف بیٹھے سائیں لوک کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔ وڈیرہ سولنگی کا تیر عین نشانے پر لگا تھا۔

○

اس نے نوکر کو اشارہ کیا اور دوسرے ہی لمحے وہاں شراب کی بوتل آ گئی۔

"بابا انگریزی دارو ہے —— کھانے سے پہلے کچھ ہو جائے —— خاص طور پر تمہارے لئے نکالی ہے ——"

اس نے سائیں لوک کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ اچھالی۔

وڈا سائیں اپنے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

تھوڑی دیر بعد شراب کا دور شروع ہو گیا۔ سولنگی کے اشارے پر جان بوجھ کر اس کا ملازم سائیں لوک والا گلاس بار بار بھرتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ہی سائیں لوک آؤٹ ہو گیا۔

اس نے بغیر کسی جھجک کے اپنے باپ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔۔۔۔ وڈا سائیں غصے سے تلملاتا اس کی طرف بڑھا تو سولنگی کے ملازموں نے دونوں کے درمیان اپنے جسموں کی چادر تان دی۔

"بابا تم ادھر آؤ۔۔۔۔ میرے ساتھ۔۔۔۔"

سولنگی نے اپنے ملازموں کو سائیں لوک کو سنبھالنے کا اشارہ کیا اور وڈا سائیں کو دوسرے کمرے میں لے گیا۔

"کیوں جگ ہنسائی کروا رہے ہو وڈا سائیں۔۔۔۔ دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔۔۔۔ دشمنوں کو تماشا دکھاؤ گے۔۔۔۔ بابا کیا فائدہ ہو گا۔۔۔۔ چھوڑو۔ مٹی ڈالو نوجوان ہے سمجھ جائے گا۔۔۔۔ میں اسے رات کو سمجھا دوں گا۔۔۔۔ تمہارا اس سے الجھنا ٹھیک نہیں۔۔۔۔ ہوش کرو وڈا سائیں۔۔۔۔ ہوش۔۔۔۔"

اس نے دوسرے کمرے میں پہنچ کر وڈا سائیں کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک پلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں اس کو زندہ گاڑ دوں گا وڈیرہ سائیں اس کا باپ ہی نہیں۔ اس کا ان داتا بھی ہوں۔۔۔۔ ارے! اس کی حیثیت ہی کیا ہے۔۔۔۔ اگر میں اس کا یہ سوانگ بھر سکتا ہوں تو ختم بھی کر سکتا ہوں۔۔۔۔ میں اسے کتے کی موت مرنے پر مجبور کر دوں گا۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا سولنگی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"عقل کرو وڈا سائیں۔۔۔۔ عقل کر۔ ہم دشمن دار ہیں۔۔۔۔ یہ خبر بڑے گوٹھ میں پہنچے گی تو تماشا لگ جائے گا۔ بابا جو جی چاہے کر لینا لیکن ابھی تو چپ کر جا۔۔۔۔"

اس نے وڈا سائیں کو ٹھنڈا کیا اور اس کی نگرانی پر ملازم کو مامور کر کے دوسرے کمرے میں واپس آ گیا جہاں سائیں لوک شراب کے نشے میں وحشت اپنے باپ کو قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا۔

"سائیں لوک بابا چپ کر جا۔۔۔۔ بوڑھا بیٹھ گیا ہے۔۔۔۔ دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا۔۔۔۔ اسے تیری ہستی کا اندازہ ہی نہیں ہو رہا۔۔۔۔ اسے علم نہیں کہ تو بابا کتنا بڑا آدمی ہے۔۔۔۔ شہر میں تیرا نام ہے عزت ہے۔۔۔۔ بڑے بڑے لوگ تیرے مرید بنے ہوئے ہیں اور یہ بڈھا ابھی تک اپنی اکڑ میں ہے۔۔۔۔ دماغ کی خرابی ہے ناں بابا۔۔۔۔"

سولنگی نے اسے بھڑکانے کے انداز میں بظاہر ٹھنڈا کرنا چاہا۔

اور کہا۔۔۔۔ "وڈیرہ سچ تو کہتا ہے"۔۔۔۔

وڈیرہ سولنگی کے منشی نے اپنے مالک کا اشارہ سمجھ کر اپنا کام شروع کر دیا۔۔۔۔

عین ان لمحات میں جب منشی ادھر سائیں لوک کو طیش دلا رہا تھا دوسرے کمرے میں موجود اس کا دوسرا خاص ملازم یہی کارنامہ وڈا سائیں کے ساتھ انجام دے رہا تھا۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے سائیں اس کا۔۔۔۔ اسے علم نہیں کہ آج بھی تیرے نام سے نزدیک دور کے سو پچاس گوٹھ کانپتے ہیں۔۔۔۔ ارے تو مرد ہے مرد۔۔۔۔ تو نے پولیس کی دوڑیں لگائی ہیں۔۔۔۔ بڑے بڑے طرم خاں تیرے سامنے دم نہیں مار سکتے اور یہ کل کا چھوکرا۔۔۔۔ بابا وڈا سائیں تم نے اسے شہر بھیج کر بڑی غلطی کی اور اس کا اتنا دبدبہ کیوں بنایا۔۔۔۔ تم خود ہی بھگتو۔۔۔۔ کس نے کہا تھا کہ تم اپنے سے زیادہ اسے اوپر لے جاؤ۔۔۔۔ ہاں کس نے کہا تھا۔۔۔۔"

اس نے وڈا سائیں کو غصے سے نیم پاگل ہی کر دیا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے زور زور سے اپنے بیٹے کو گالیاں اور دھمکیاں دینی شروع کر دیں جس کی آواز دوسرے کمرے میں سائیں لوک کو اچھی طرح سنائی دے رہی تھی۔

وڈیرہ سولنگی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ گہری ہو گئی ——

وہ دونوں مہروں کو اپنی مرضی کی بساط پر لے آیا تھا اور اب آسانی سے کسی پر بھی شہ مات دے سکتا تھا۔

"بابا ان کا دماغ ٹھنڈا کرو میں ذرا دوسری حویلی میں جا کر ایک ٹیلی فون کر آؤں ——"

اس نے اپنے منشی کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

وڈیرہ سولنگی کا دماغ شیطان کی فیکٹری تھا —— اسے ہر لمحہ نئی شیطانی سوجھتی تھی۔ برق رفتاری سے وہ اپنے شب خوابی کے کمرے تک پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے سرہانے دھرا وہ "ہینڈی کیمرہ" اٹھا لیا جو اسے میڈم للتا نے بطور تحفہ دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی وہ وڈا سائیں والے کمرے کے دروازے سے لگ کر کھڑا ہو گیا ——

اس کے کارندے اپنے کام میں جتے تھے ——

چند سیکنڈ تک دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کو گالیاں دیتے رہے جس کے بعد شراب کے نشے اور غصے سے نیم پاگل سائیں لوک نے کمرے کے کونے میں دھری وہ تیز دھار کلہاڑی اٹھا لی جو اس کا باپ یہاں تک لایا تھا اور جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی۔

وہ غصے سے باؤلا ہوا دوسرے کمرے کی طرف لپکا ——

اس مرحلے پر دونوں کو قابو کرنے والوں نے جان بوجھ کر دونوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔

اور زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔

○

وڈا سائیں کو اپنے سر پر کلہاڑا لگنے کا احساس اس وقت ہوا جب اچانک درد کی ایک تیز لہر اس کے سارے بدن کو کاٹ کر رکھ دیا۔

یہ حملہ سائیں لوک کی طرف سے اتنا اچانک اور بھرپور تھا کہ ایک ہی وار میں اس کی گردن ڈھلک گئی۔

"ارے بابا یہ ظلم نہ کرو۔ یہ ظلم نہ کرو۔"

منشی اور دوسرے دونوں ملازمین نے چلاتے ہوئے ان کے گرد چکر لگانے شروع کر دیے۔

اور ——

اس وقت تک آدم خوروں کی طرح ان کے گرد چکر لگاتے رہے جب تک کہ انہیں وڈا سائیں کے مرنے کا یقین نہ ہو گیا ——

سائیں لوک نے جنونی قاتل کی طرح اپنے باپ کے جسم کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

لیکن ——

اس کے فرشتوں کو بھی اس بات کی خبر نہ ہو سکی کہ وڈیرہ سولنگی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور جدید ترین "ہینڈی کیمرے" سے ساری فلم بنا لی تھی۔ اور اب وہ واپس اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

بڑی فاتحانہ انداز سے اس نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کیمرے کی طرف دیکھا اور اسے چوم کر دوبارہ الماری میں رکھ دیا —— دوسرے ہی لمحے وہ بظاہر بڑی افراتفری میں قریباً بھاگتا ہوا دوسرے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

○

"ارے کیا ہو گیا بابا —— ارے یہ کیا ظلم ہو گیا —— سائیں لوک تم نے کیا کر دیا" ——

اس نے کمرے میں آتے ہی چلانا شروع کر دیا۔

سائیں لوک کو اچانک ہی جیسے ہوش آ گیا ——

واقعی اس سے بڑا پاپ ہو گیا تھا —— اور وہ یہاں رنگے ہاتھوں پکڑا بھی گیا۔

وہاں شہر میں تو کوئی اور بات تھی۔

لیکن یہاں؟ ——

اس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

خون میں لت پت اس کے باپ کی لاش اس کی آنکھوں کے سامنے پڑی تھی۔

اس نے زندگی میں ابھی تک کوئی قتل نہیں کیا تھا——

یہ اس کا پہلا قتل تھا۔

اور——

مقتول بھی کون؟

اس کا باپ——

سائیں لوک سہم گیا——

"بابا کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے—— یہاں چڑیا پر نہیں مار سکتی۔ کسی کو علم نہیں ہو گا—— بابا سائیں لوک تم جاؤ دوسری حویلی میں—— میں اس کا بندوبست کرتا ہوں——"

اس کے ساتھ ہی اس نے منشی کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

"سائیں لوک کو مہمانوں کی حویلی میں لے جاؤ—— اس کی خدمت کرو—— خبردار اسے ناراض ہونے کا موقعہ نہ ملے—— ارے جاؤ بابا میرا منہ کیا دیکھتے ہو——"

"چلو سائیں لوک بابا چلو——"

منشی نے حیران پریشان سائیں لوک کا بازو پکڑا اور اسے دوسری طرف لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ سائیں لوک کے ساتھ دوسری حویلی میں موجود تھے۔ یہ حویلی وڈیرہ سولنگی کے انتہائی خاص مہمانوں کے لئے مخصوص تھی۔ جہاں اس کے تمام ملازم بھی نہیں جا سکتے تھے۔ یہاں بہت کم لوگوں کو داخلے کی اجازت تھی۔

اس حویلی پر جنگل میں منگل والا محاورہ بالکل صادق آتا تھا۔ سندھ کے اس دور دراز گوٹھ میں جہاں لوگوں کو زندگی کی عام سہولتیں بھی ڈھنگ سے میسر نہیں تھیں۔ جہاں کسی خوش قسمت دیہات تک ہی سڑک جاتی دکھائی دیتی تھی ورنہ میلوں کچے پکے راستوں پر چلنے کے بعد لوگ گھروں تک پہنچا کرتے تھے اور ضروریات زندگی کے حصول

کے لئے بھی انہیں اس طرح میلوں پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔

ایسے علاقے میں یہ حویلی اپنے دامن میں کسی بھی فائیو سٹار ہوٹل کی تمام سہولتیں سے لیس تھی۔

یوں تو ایم پی اے ہونے کے ناطے وڈیرہ سولنگی کے گاؤں تک بجلی کی خصوصی سپلائی بحال رہتی تھی اور اپنے اثر و رسوخ اور دھونس دھاندلی سے اس نے ناقابل یقین سہولتیں حاصل کر رکھی تھیں۔

لیکن——

اس حویلی میں تو بطور خاص اس کا اہتمام کیا گیا تھا کہ یہاں 24 گھنٹے بجلی کی سپلائی بحال رہے۔ جس کے لئے تین مختلف ٹرانسفارمرں سے براہ راست لائین یہاں تک لائی گئی تھیں تا کہ ایک لائن پر بجلی آف ہونے کی صورت میں متبادل سپلائی بحال رہے۔

وڈیرہ سولنگی نے ڈیزل جنریٹروں کے علاوہ رکھا ہوا تھا جس میں آدھے گاؤں کو بجلی پہنچانے کی استعداد موجود تھی۔

منشی نے سائیں لوک کو یہاں "خاص مہمان" کی حیثیت سے اس مہمان خانے کے مینجر کے حوالے کیا تھا۔ جو سائیں لوک کو ایک لگژری کمرے تک لے آیا جس کے دروازوں پر ننگی تصاویر نے سائیں لوک کو تھوڑی دیر پہلے کے سارے واقعات ہی بھلا دیے اور اس پر دوبارہ شراب کا نشہ سوار ہونے لگا۔

شام گئے تک سائیں لوک آرام دہ پلنگ میں دھنسا ٹھنڈے کمرے کے ماحول میں مست رہا۔

شام ڈھلے اسے وڈیرہ سولنگی کی طرف سے پیغام ملا کہ رات کے کھانے پر وہ اس سے ملاقات کرے گا۔

شام ڈھلے جو ویٹرس سائیں لوک کے لئے بیئر لے کر آئی اسے دیکھ کر سائیں لوک کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کسی گوٹھ میں موجود ہے—— ایسی قتالہ تو اس نے شہر میں بھی نہیں دیکھی تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

کافی دیر تک وہ سائیں لوک کے اعصاب پر سوار رہی پھر جس طرح ٹہلتی ہوئی آئی تھی اسی طرح واپس لوٹ گئی۔

اس کے سامنے بڑی سکرین کا ٹی وی موجود تھا جس کا رابطہ چھت پر رکھی بڑی بڑی ڈشوں سے تھا اور اس سائیں لوک کے لئے ساٹھ ستر سے زیادہ بین الاقوامی چینل دیکھنے کی سہولت موجود تھی۔ اس نے ریموٹ پکڑا اور یکے بعد دیگرے اسے دباتا چلا گیا۔

"واہ وڈیرہ سائیں واہ —— تم نے تو جنگل میں منگل بنا دیا ہے" بے ساختہ اس نے دل ہی دل میں وڈیرہ سولنگی کو خراج تحسین پیش کیا اور ایک یورپی چینل پر موجود نیم برہنہ لڑکیوں پر نظریں جما دیں جو اس کی آنکھوں کے راستے اب اس کے دل و دماغ پر قابض ہو رہی تھیں۔

○

مانک شاہ کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں رہی تھی کہ اس طرح اچانک دوپہر کے وقت میں وڈیرہ سولنگی اس کی ملاقات کو آئے گا۔ ایک لمحے کے لئے تو وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

وڈیرہ سولنگی اس کی پارٹی کا سربراہ ضرور تھا۔

لیکن ——

اس کا شمار بہرحال مانک شاہ کی بکس میں نہیں تھا کیونکہ وڈا سائیں وڈیرہ سولنگی کے بل بوتے پر ہی اس کے سامنے سینہ سپر تھا اگر وڈیرہ سولنگی اس کے سر سے ہاتھ اٹھا لیتا تو مانک شاہ اسے کتے کی موت مروا دیتا ——

وڈا سائیں کی حرکتوں پر کبھی کبھی اس کا خون کھول اٹھتا تھا۔ خصوصاً جب سے اس نے سیاست میں منہ مارنا شروع کیا تھا اور نزدیک دور کے دیہاتوں میں یہ افواہ پھیلائی کہ سال کے آخر میں ہونے والے انتخابات میں پارٹی کا ٹکٹ اسے ملے گا تو مانک شاہ پریشان بھی رہنے لگا تھا۔

یہ اس کی آبائی سیٹ تھی۔

اس سیٹ پر وہ اپنے دادا کے زمانے سے مقامی ہاریوں پر حکومت کرتا آ رہا تھا اگر وڈیرہ سولنگی اس مرتبہ اس کے مقابلے میں پارٹی ٹکٹ وڈا سائیں کو دے دیتا تو اس کی سیاسی ساکھ تباہ ہو جاتی جس کے بعد اس کا اس گوٹھ میں رہنا بھی ممکن نہ رہتا ——

مانک شاہ دن رات اس فکر میں غلطاں رہتا تھا کہ کب اسے موقعہ ملے اور وہ وڈا سائیں کو سبق سکھائے۔

اس نے مکمل منافقت کے ساتھ اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر اور دونوں بانہیں پھیلاتے ہوئے بظاہر بڑے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا تھا ——

جس کے بعد وڈیرہ کے خاص اشارے پر اس نے باقی لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔

"جی سائیں حکم" ——

تخلیہ ہوتے ہی مانک شاہ نے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کیا۔

"مانک شاہ بابا —— تمہارا شمار پارٹی کے خاص لوگوں میں ہوتا ہے مجھے تو کل ہی پتہ چلا کہ وڈا سائیں نے یہاں بہت غلط باتیں پھیلا رکھی ہیں —— یہ ذات کا کمی کمین ہے اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ وڈیرہ بننے کا خواب دیکھے —— بابا یہ تو بہت غلط بات ہے۔ اس طرح تو ہر کوئی ہاری ہمارے مقابلے میں اٹھ کھڑا ہو گا۔" ——

وڈیرہ سولنگی نے مونچھوں کو الٹے ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"سائیں —— آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی" ——

مانک شاہ پھٹ پڑا۔

اور ——

اس نے وڈیرہ سولنگی کے سامنے اپنا دل چیر کر رکھ دیا۔ اس تک اپنا گلہ بھی پہنچا دیا

——

"بس کرو —— اوا سائیں بس کرو —— میں سب سمجھ گیا —— میں نے آج ہی فیصلہ کر لیا ہے —— آج ہی اسے پار کروا دیتا ہوں —— بندہ میرے پاس موجود ہے اور وڈا سائیں بھی میری حراست میں ہے —— بس تم دس لاکھ کا بندوبست

اردو فینز ڈاٹ کام

کرو باقی سب کچھ میں سنبھال لیتا ہوں ———"

اس نے مانک شاہ کی بات کاٹ کر حتمی فیصلہ بھی سنا دیا۔

مانک شاہ کے لئے وڈا سائیں کے سر کی قیمت دس لاکھ کچھ زیادہ نہیں تھی لیکن وہ بھی مقامی وڈیرہ تھا اور اتنی جلدی قابو آنے والا بھی نہیں تھا۔

"وڈیرہ سائیں میرے حالات تو آپ جانتے ہیں ——— ہر ماہ دو تین لاکھ تو یہی کم بخت کھا جاتا ہے۔ کچھ کم ہو جائے تو مجھ پر بڑا احسان ہو گا سائیں ———!

اس نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— تمہارا کچھ حصہ میرے پاس بھی ہے۔ پار کے دوستوں نے بھیجا تھا۔ تم اس طرح کرو سائیں کہ سات لاکھ دو اور باقی معاملہ میں دیکھتا ہوں ——— بس اب دیر نہ کرو مجھے جلدی واپس جانا ہے ——— اور ہاں میرے اس دورے کا علم تمہارے ڈیرے سے باہر نہیں ہونا چاہئے ———"

وڈیرہ سولنگی نے قیمتی سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

"جو حکم سائیں ——— جو حکم ——— اگر رک جائے تو ———"

مانک شاہ نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

"مانک شاہ تم سے دو روز کے بعد ایک بڑی پارٹی لوں گا ——— بس تم کل ہی یہ خبر سن لینا ——— پھر شہر میں پارٹی کا انتظام کر رکھنا" ———

وڈیرہ سولنگی نے قہقہہ لگایا۔

"سائیں نوکر کیا اور نخرہ کیا ——— آپ کے تو ہم تابعدار ہیں سائیں!"

مانک شاہ نے کہا اور معذرت کر کے دوسرے کمرے میں چلا گیا ———

ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ کہیں یہ بھی کوئی چال ہی نہ ہو ——— لیکن ———

اگر یہ کوئی چال بھی ہے۔ اس نے سوچا ——— تو بھی اس کے لئے بڑی سیدھی پڑے گی ——— وجہ کچھ بھی رہی ہو ——— اسے وڈا سائیں کی لاش چاہیے تھی

——— اس کی موت سے ایک مرتبہ پھر وہ ایک گوٹھ کا بے تاج بادشاہ بن سکتا تھا ——— اس کے کارندے لوگوں کے دماغ میں یہ بات آسانی سے ڈال سکتے تھے کہ وڈیرہ مانک شاہ نے وڈا سائیں کو مروا دیا ہے اور لوگوں کے پاس اس خبر پر یقین نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی ——— جس کے بعد کسی کو اس کے سامنے دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جہاں تک اس کے بیٹے سائیں لوک کا سوال تھا وہ گوٹھ میں آنا پسند ہی نہیں کرتا تھا اسے شہر بہت راس آ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وڈیرہ سولنگی سات لاکھ کیش کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو رہا تھا۔

جس طرح آندھی اور طوفان کی رفتار سے وہ آیا تھا اسی طرح واپس لوٹ گیا۔

○

شام ڈھل رہی تھی جب وہ سائیں لوک کی آرام گاہ پر پہنچا ———

"کوئی بے آرامی تو نہیں ہوئی سائیں لوک ———"

اس نے سکرین پر نظریں جمائے سائیں لوک سے پوچھا۔

"نہ وڈیرہ سائیں ——— ناں ——— آپ نے تو یہاں دل خوش رکھنے کا سارا سامان رکھا ہوا ہے ———"

اس نے ندیدے بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ارے بابا یہ تو کچھ بھی نہیں ——— ہمارے ساتھ دوستی لگائی ہے تو اپنے شہر کو بھول جاؤ گے ———"

یہ کہتے ہوئے اس نے گھنٹی بجائی۔

دوسرے ہی لمحے وہی خوبصورت ویٹرس اندر آ گئی جو سائیں لوک کے اعصاب پر پہلے سے سوار تھی۔

"آج رات یہ چھوری تمہاری میزبانی کرے گی ——— بابا سائیں لوک یہاں سب کچھ موجود ہے ——— جب تک جی چاہے عیش موج کرو ——— جب جی چاہے جہاں

اردو فینز ڈاٹ کام

جانا چاہو ہم پہنچا دیں گے——"

"شکریہ وڈا سائیں —— تم نے سائیں لوک کو خرید لیا—— اب مجھ سے ہاتھ ملایا ہے تو جلدی میرا اور میرے باپ کا فرق سمجھ جاؤ گے——"

دونوں کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے —— اس درمیان وڈیرہ سولنگی نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ اس کی باپ کے قتل کا کسی کو پتہ ہی نہیں چلے گا——

"اچھا سائیں لوک میں چلوں —— تم اپنا غم ہلکا کر لو—— ابھی تمہیں اپنے وڈا سائیں کا ماتم بھی تو کرنا ہے——"

دونوں نے ایک ساتھ شیطانی قہقہ بلند کیا اور وڈیرہ سولنگی وہاں موجود فاحشہ کو اس سے متعلق ضروری ہدایات دے کر چلا گیا۔

✾✾✾

تیسرے روز وڈا سائیں کی لاش مقامی جنگل کے باہر سے ملی تھی——

یہ جنگل ڈاکوؤں کا مسکن تھا جہاں متعدد پولیس مقابلے ہو چکے تھے۔ اس طویل جنگل میں ڈاکوؤں کی خفیہ پناہ گاہیں تھیں اور لوگ کم ہی ادھر جایا کرتے تھے—— ایک بکریاں چرانے والے کو وڈا سائیں کی مسخ لاش جنگل کے نزدیک اس حالت میں ملی تھی کہ اس کا چہرہ ناقابل شناخت ہو چکا تھا۔

لاش ملنے کی اطلاع پر سب سے پہلے وڈیرہ سولنگی موقعہ پر پہنچا تھا۔ اس کے چہرے پر سوگواری عیاں تھی——

شام تک سائیں لوک بھی اپنے مریدوں سمیت تین بڑی جیپوں میں شہر سے یہاں پہنچ گیا—— مانک شاہ نے تو باقاعدہ آنسو بہائے تھے۔

وڈیرہ سولنگی کی طرف سے خصوصی پریس کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں اس نے بڑے دکھی دل سے بیان جاری کیا کہ وڈا سائیں کو سرکاری ایجنسیوں نے قتل کر کے اس کی لاش جنگل میں پھینکی ہے۔ اس نے اس ہولناک پر تشدد کاروائی کی شدید مذمت کرتے ہوئے اپنے بیان میں کہا کہ اس قسم کی ریاستی دہشت گردی سے حکومت ان کے عزائم میں کمی نہیں لا سکتی اور وہ ڈٹ کر ظلم کا مقابلہ کریں گے۔ اپنے صوبے کے عوام کو ان کے حقوق دلا کر رہیں گے۔ بیان کے آخر میں اس نے کہا کہ حکومت ہمیں آخری کونے تک لے جا رہی ہے جس کے بعد واپس کا کوئی راستہ باقی نہیں بچے گا اور ایسے اوچھے ہتھکنڈوں

اردو فینز ڈاٹ کام

سے عوام کے حقوق غصب نہیں کیے جاسکتے۔

سائیں لوک نے کوئی بیان جاری نہیں کیا تھا جب اخباری نمائندوں نے جنہیں وڈیرہ سولنگی کے کارندے اپنی ائرکنڈیشنڈ گاڑیوں میں شہر سے یہاں لے کر آئے تھے اور جن کے پیٹ اور جیبیں اچھی طرح بھردی گئی تھیں سائیں لوک سے بار بار اس کا ردعمل دریافت کیا تو اس نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ وہ غیر سیاسی آدمی ہے۔ اللہ لوک ہے اسے ان معاملات سے کیا لینا دینا۔ وہ قدرت کے اس فیصلے کو قبول کرتا ہے لیکن ایک درویش ہونے کے ناطے اسے اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ جب اُس کا باپ مجرمانہ زندگی سے تائب ہونے کے بعد شریفانہ زندگی بسر کررہا تھا تو اسے قتل کیوں کیا گیا۔

جب مقامی تھانے نے وڈا سائیں کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے حاصل کرنی چاہی تو انہیں زبردستی روک دیا گیا۔

وڈیرہ سولنگی اور ایم پی اے مانک شاہ نے ایس ایس پی سے کہا کہ اگر پولیس نے لاش کا پوسٹ مارٹم کروانے کی کوشش کی تو یہاں عوام پر قابو پانا ان کے لیے ناممکن ہوگا۔

پولیس نے بھی خاموش رہنا ہی مناسب جانا کیونکہ سائیں لوک نے بھی اپنے باپ کی لاش کی مزید بے حرمتی کروانے سے صاف انکار کردیا تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ معاملہ صوبائی ہیڈ کوارٹر تک پہنچے انہوں نے لاش کو غسل دے کر اپنے آبائی قبرستان میں دفن بھی کروادیا۔

رات گئے تک سائیں لوک کے پاس نزدیکی گوٹھوں سے لوگ تعزیت کرنے آتے رہے۔

سائیں لوک کو کافی دیر تک خود کو سوگوار ظاہر کرنے کا ڈھونگ رچانا پڑا ——

رات گئے غم سے نڈھال سائیں لوک کو اس کا غم غلط کرنے کے لئے وڈیرہ سولنگی زبردستی اپنے ساتھ لے گیا جہاں ساری رات اس کے خصوصی مہمان خانے میں سائیں لوک اپنا غم غلط کرتا رہا۔

صبح اسے واپس اس کے گوٹھ میں پہنچادیا گیا۔

چھ سات روز تک ڈراما رچانے کے بعد سائیں لوک اپنے مریدوں سمیت شہر پس لوٹ گیا۔

اس کے شہر پہنچنے کے دوسرے ہی روز وڈیرہ سولنگی اور مانک شاہ بھی شہر پہنچ گئے اں سائیں لوک نے ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

○

وڈیرہ سولنگی اور مانک شاہ شہر میں تھے جب ان کی گوٹھ سے تقریباً دس بارہ کلو میٹر ے فاصلے پر مین لائن سے گذرتی ریل گاڑیوں پر یکے بعد دیگرے تین حملے ہوئے۔

پہلا حملہ رات کو ایک ٹرین پر کیا گیا۔ دوسرا حملہ کچھ فاصلے پر اس کے تعاقب میں نے والی ایک لوکل ٹرین پر ہوا اور تیسرے حملے میں تخریب کاروں نے ریل کی پٹڑی اڑ کر پٹرول کی سپلائی لے جانے والی ٹرین کو ایک تباہ کن حادثے سے دوچار کیا جس سے ک ڈبے کو آگ لگ گئی جس نے ساری ٹرین کو گرفت میں لے لیا اور زبردست تباہی ائی۔

ایک ہی رات میں ہونے والے ان تین مختلف تخریب کاری کے واقعات نے رکزی حکومت تک کو ہلا کر رکھ دیا۔

مختلف ایجنسیوں کے لوگ بھاگ بھاگ کے موقعہ واردات پر پہنچے جہاں سوائے ہی کے اور کچھ نہیں تھا۔

مقامی پولیس نے اس باغی ڈاکوؤں کا کارنامہ بتایا اور معمول کے مطابق اس ارروائی کو بھی ان کے کھاتے میں ڈال دیا ——

رینجرز کی مدد سے نزدیک دور کے گوٹھوں میں مختلف مشتبہ مقامات پر چھاپے ارے گئے۔

لیکن ——

وہاں اب رکھا ہی کیا تھا۔ جن لوگوں نے یہ گھناؤنی تخریب کاریاں کی تھیں وہ تو بھی کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچ چکے تھے۔

اردو فینز ڈاٹ کام

جس پولیس پر تحقیقاتی ایجنسیاں اعتماد کر رہی تھیں وہ ریاست سے زیادہ وڈیرا سولنگی اور اس کے متعلقین سے مخلص تھی جہاں سے انہیں ایک دن میں ان کی ایک سال کی تنخواہ سے زیادہ پیسے مل جایا کرتے تھے۔

اخبارات کی چیختی چلاتی سرخیوں نے فضا کو مسموم کر دیا تھا۔ اس کی آلودگی کی میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔ لوگ کھل کھلا حکومت کو گالیاں دے رہے تھے۔

اگر کسی نے انہیں سمجھانے کی کوشش بھی کی کہ یہ غیر ملکی سازش ہے اور تربیت یافتہ تخریب کاروں کے ہاتھوں انجام پائی ہے۔ ڈاکو اس طرح تنظیم کے ساتھ اور ایک واضع منصوبہ بندی لے کر تخریب کاریاں نہیں کیا کرتے تو لوگوں نے اس کی بات ہی سننے سے انکار کر دیا۔

سرکاری اہلکار حکومت سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لئے اپوزیشن کو گالیاں دیتے رہے۔

اپوزیشن والوں نے سرکار پر لعن طعن شروع کر دی۔

اور ——

"را" نے اپنا الو سیدھا کر لیا

○

گپتا اس وقت دہلی کے ایک سیف ہاؤس میں بیٹھا تھا جب اسے وڈیرہ سولنگی کے تازہ کارناموں کی اطلاع دی گئی۔

اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

کیونکہ، اس سے افسران نے وڈیرہ سولنگی سے متعلق کبھی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔ لندن میں سولنگی سے ملاقات مذاکرات اور پھر معاملات طے پانے سے متعلق جو رپورٹ اس نے پیش کی تھی اس پر اس کے ڈی جی کے ریمارکس بڑے مایوس کن تھے۔

اس نے رپورٹ پڑھنے کے بعد گپتا سے کہا تھا۔

"گپتا جی آپ بڑے خوش فہم دکھائی دیتے ہیں ——"

"سر! میں اپنے تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ اس گدھے سے ہم اپنی مرضی کے نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ بس اس پر تھوڑی محنت کی ضرورت ہے۔" ——

گپتا نے اس کے طنز کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"بھگوان کرے آپ جو کہہ رہے ہوں ایسا ہی ہو —— لیکن، ابھی تو ہم صرف محنت ہی کر رہے ہیں —— ادھر سے کچھ حاصل ہوتا دکھائی نہیں دے رہا —— یہ دو تین ماہ بعد ایک آدھ دھماکہ کر کے کیا ہم کشمیر کا بدلہ چکا سکتے ہیں —— ارے! گپتا جی مہاراج جانے"

"میں معذرت چاہتا ہوں سر! ممکن ہے آپ کا ماضی کا تجربہ زیادہ خوشگوار نہ رہا ہو —— میں نے اس علاقے میں تو زیادہ آپریٹ نہیں کیا —— لیکن میں نے سمجھا ہے ان لوگوں کو استعمال کرنا کچھ اتنا مشکل نہیں —— ارے! چند سکے، شراب اور زیادہ سے زیادہ عورت —— اس سے زیادہ کیا قیمت ہے ان کی —— مجھے تو سر! حیرت ہوتی ہے کہ آج تک یہ ملک قائم کیسے رہا؟"

گپتا نے کہہ ہی دیا۔

"گپتا جی —— آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں اور غلط میں بھی نہیں کہہ رہا —— آج بھی اگر ہمارے اور ان کے درمیان سے یہ آئی ایس آئی نکل جائے تو میں دیکھتا ہوں —— ابھی آپ کا پالا ان لوگوں سے نہیں پڑا —— بڑے سخت جان لوگ ہیں —— بہر حال ویٹ اینڈ سی Wait and see دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔"

——

ڈی جی نے دہلی کی مخصوص زبان میں آخری فقرہ بہت چبا چبا کر ادا کیا تھا۔

○

پہلے پہل تو گپتا کو ڈی جی کا اندازہ صحیح دکھائی دینے لگا تھا کیونکہ جس طرح سولنگی نے اسے کہا تھا کہ وہ جاتے ہی کام شروع کروا دے گا وہ کچھ تو ہوا نہیں تھا —— آج دسواں دن اس کی روانگی کو ہو رہا تھا —— گپتا نے اپنے رسک پر اسے اچھی خاصی

اردو فینز ڈاٹ کام

ادائیگی بھی کردی تھی ـــــ اس کا کام کرنے کا اپنا منفرد طریق کار تھا۔

وہ ایجنٹ پر اس کی توقع سے زیادہ نوازشات کر کے حسب منشا نتائج حاصل کرنے کا قائل تھا جبکہ اس کے ہمکار کچھ کنجوسی سے کام لیتے تھے۔ گپتا کا تعلق تو کھتری فیملی سے تھا۔

لیکن ـــــ

خلاف فطرت وہ بڑا شاہ خرچ واقع ہوا تھا ـــــ

"را" کی آؤٹ برانچ نے اس کے نام کے گرد سرخ حاشیہ لگایا ہوا تھا لیکن اس کے کارناموں نے سب کے منہ بند کئے ہوئے تھے۔ وہ پاکستانی ڈیسک کا انچارج ہونے کے ساتھ ساتھ لندن میں بیٹھ کر اپنے تمام ہمسایہ ممالک کے معاملات سے ڈیل کر رہا تھا۔

اور ـــــ

اس نے ہمیشہ ایجنسی کو توقع سے بڑھ کر بہترین نتائج دیے تھے۔

ڈی جی جو ایک ڈپلومیٹ کے روپ میں چند روز سے یہاں آیا ہوا تھا تاکہ لندن میں بیٹھ کر سولنگی کی سرگرمیوں کو مانیٹر کر سکے ـــــ اب مایوس ہو کر واپس جانے کے لئے پر تول رہا تھا۔ جب اسے دہلی سے یہ خوش خبری موصول ہوئی عین ان لمحات میں گپتا اس کے دفتر میں وہ ٹیلی میسج لے داخل ہوا جس پر ان وارداتوں کی تفصیلی رپورٹ درج تھی اور وڈیرہ سولنگی کی طرف سے یہ پیغام بھی کہ ابھی تو اس نے صرف ٹریلر چلایا ہے اصل فلم نہیں چلی ـــــ جب وہ اصل فلم چلائے گا تو گپتا کو بھی حیران کر دے گا۔

"میں نہ کہتا تھا سر! کہ یہ بڑے کام کا گدھا ہے۔"

گپتا نے کمرے میں داخل ہوتے ہی خوشی سے جھومتے ہوئے کہا۔

"ویل ڈن گپتا ـــــ ویل ڈن ـــــ"

اس نے بے اختیار گپتا کو داد دی۔

"سر! ایک مرتبہ میڈم للتا کا قرب حاصل کرنے والا اس کے سحر سے کیسے بچ سکتا ہے ـــــ للتا کا زہر جس کی رگوں میں اتر جائے ناں سر وہ سانپ سے زیادہ خطرناک ہو

جاتا ہے ـــــ دنیا کا کوئی مرد جو ایک مرتبہ اس سے مل لے اس کی دوبارہ صحبت کے لئے باؤلا ہو جاتا ہے ـــــ بالکل پاگل ـــــ ابھی تو میں نے للتا والا پتہ نہیں کھیلا سر! ابھی آگے آگے دیکھیے، میں کیا کرتا ہوں ـــــ اگر میں نے آپ کی تھیوری غلط ثابت نہ کر دی تو ـــــ"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی ـــــ

"بس اب زیادہ اونچے بھی نہ اڑو ـــــ اور ہاں تین دن سے میں بھی یہاں جھک مار رہا ہوں اور وہ تمہاری میڈم للتا ـــــ اسے کیا صرف ملکی مہمانوں کے لئے ہی رکھا ہوا ہے ـــــ ارے یار گپتا ٹھیک ہے بھئی گھر کی مرغی دال برابر ـــــ لیکن کم از کم مہمانداری کے آداب تو نہ بھولا کرو ـــــ ارے بھئی اتنی بڑی خوش خبری کیا للتا کے ساتھ شیئر نہیں کرواؤ گے ـــــ کہاں ہے وہ۔ ابھی پیرس سے واپس نہیں لوٹی کیا؟ ـــــ"

ڈی جی نے للتا کے ذکر پر چونک کر کہا

"میں نے جان بوجھ کر اسے مطلع نہیں کیا سر! ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ یہاں ہوں اور وہ لندن سے باہر چلی جائے ـــــ وہاں بھی وہ بڑا اہم کام کر رہی ہے آج کل وہ "مولانا صاحب آئے ہوئے ہیں ناں ـــــ ان کی خدمت کر رہی ہے بے چاری سر! ان لوگوں کے مذہبی محاذ کو گرم رکھنا زیادہ ضروری ہے اور آپ تو جانتے ہیں کہ اپنے "مولانا صاحب" تو خدمت کروانے کے کچھ زیادہ ہی عادی ہیں ـــــ!!

گپتا نے اسے مطلع کیا۔

"یار گپتا بہت اچھی بات ہی ـــــ دیش پہلے اور باقی سب کچھ بعد میں لیکن ہمیں بھی کچھ اہمیت دے دیا کرو۔"

ڈی جی نے مسکراتے ہوئے اسے آنکھ ماری۔

"رائٹ سر! ابھی لیجئے۔" ـــــ

گپتا نے مسکراتے ہوئے دوسرے کمرے کا رخ کیا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

پانچ منٹ بعد وہ فون پر للتا سے مخاطب تھا جسے اس نے بطور خاص یہ خوشخبری سنائی تھی اور اس کے ساتھ ہی درخواست کی تھی کہ فی الوقت مولانا صاحب کی خدمت پر کسی اور لڑکی کو مامور کر کے وہ ڈی جی صاحب سے یہ خوشی شیئر کرنے کے لئے فوراً لندن چلی آئے۔

اور ——

دوپہر کی ایک فلائیٹ سے للتا آگئی۔

ساری رات لندن کی مضافاتی بستی میں موجود "را" کے اس سیف ہاؤس میں شراب اور شباب کے دور چلتے رہے۔

بہت عرصے بعد "را" نے یہ معرکہ سر کیا تھا —— ان کے لئے یہ معمولی خوشی نہیں تھی۔

اگلے روز دہلی روانگی سے پہلے ڈی جی نے میڈم للتا اور گپتا جی کے لئے خصوصی فنڈز کی رقم میں ان کے خلاف توقع بہت زیادہ اضافہ کر کے دونوں کے دل موہ لیے تھے۔

میڈم للتا نے ان کی روانگی کے فوراً بعد گپتا جی سے شکوہ کے انداز میں کہا تھا کہ اپنے "دیش واسیوں" کی خدمت کا موقع اسے اتنے کم کیوں دیا جاتا ہے —— وہ کیا صرف "دیش دروہیوں" (دشمنوں) کے لئے ہی مخصوص ہو کر رہ گئی ہے جواب میں گپتا نے زور دار قہقہہ بلند کرتے ہوئے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا تھا۔

"چلو تمہارا یہ شکوہ آج ہی دور کئے دیتے ہیں۔"

اس نے ہنستی ہوئی للتا کے گال پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

○

وڈیرہ سولنگی نے سائیں لوک کے آستانے پر چند روز بسر کرنے کے بعد بخوبی اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اس کی توقعات سے بڑھ کر ہوشیار اور معاملہ فہم ہے بیٹے کے ہاتھوں باپ کے قتل کی فلم بنانے کا آئیڈیا اس کے شیطانی ذہن میں اچانک ہی در آیا تھا اور اس

نے اس فلم کو اب بڑے کیسٹ پر منتقل بھی کر لیا تھا —— یہاں آکر اسے احساس ہوا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے اتنا زیادہ عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔

سائیں لوک جس تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ اسے بھی پھلانگ کر نکل جاتا۔

لیکن ——

اسے امید تھی کہ اب یہ شکار کبھی اس کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ کیونکہ اس فلم کی موجودگی میں اس کا بچ نکلنا ناممکن تھا۔ وڈیرہ سولنگی نے مستقبل میں پیش آئندہ کسی بھی خطرے کی پیش بندی پر خود کو دل ہی دل میں دوبارہ داد دی۔

اس روز جب لوک سائیں نے اس کی ملاقات ماڈل خانم سے کروائی تو وڈیرہ سولنگی کو ایک مرتبہ پھر میڈم للتا یاد آگئی۔

خانم کے ناز و انداز اس سے خاصے ملتے جلتے تھے۔

"اپنی خلیفہ ہے وڈیرہ سائیں ——"

سائیں لوک نے اس کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"تب تو ہمارے لئے زیادہ قابل احترام ہوئی ناں آپ"

سولنگی نے خانم کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری۔

"سائیں جی کا کرم ہے وڈیرہ سائیں ورنہ میں بے چاری کس قابل ——"

خانم نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے سارے جسم کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"مستقبل میں ہم اچھے دوست ثابت ہوں گے۔" ——

سولنگی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے خانم نے گرم جوشی سے تھام لیا۔

"وڈیرہ سائیں آج ہی اس دوستی کا آغاز ہو جائے گا —— آج کی محفل اس دوستی کے نام پر ہی سجاتے ہیں —— خانم! کوئی بندوبست کرو ناں بابا —— ہمارے وڈیرہ سائیں آئے ہوئے ہیں۔"

اس نے خانم کی طرف دیکھ کر مخصوص اشارہ کیا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"جو حکم سائیں جی ——— آپ وڈیرہ کو آج شام ہماری طرف لے آئیں ——— ہمارے بھی بھاگ جاگ اٹھیں گے ———"

خانم نے وڈیرہ کی طرف دیکھ کر جنسی سا اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے بابا ——— ٹھیک ہے ——— آج آپ ہی کی طرف آتے ہیں۔"

وڈیرہ سولنگی نے سر ہلایا۔

کمرے میں وہ تینوں موجود تھے۔ سائیں لوک کے کارندے اس کی ایک ایک ادا کا مطلب سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کب انہیں سائیں لوک کے تخلیہ میں مداخلت کرنی ہے اور کب نہیں کرنی۔

جب تک خانم سائیں لوک کے ساتھ رہتی کسی کو اس کمرے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔

خانم اور وڈیرہ کافی دیر باتیں کرتے رہے جس دوران وڈیرہ سولنگی نے اندازہ لگایا کہ خانم کی حیثیت گو کہ ایک ماڈل گرل کی ہے لیکن سیاستدانوں اور خصوصاً صنعت کاروں کے ایک بڑے طبقے میں وہ خاصی مقبول ہے اس کی اس خوبی کو کیش کروانے کا ایک شیطانی منصوبہ اس کے ذہن نے تیار کر لیا تھا۔

اب وہ خانم کے ذریعے گپتا کی اگلی خواہش پوری کرنے جا رہا تھا ———

اس نے خانم کے ذریعے شہر کے مشہور صنعت کار سیٹھ ہانڈی والا کو اغوا کر کے تاوان حاصل کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا ———

سیٹھ ہانڈی والا کا ذکر اس نے یونہی گھما پھرا کر کیا اور جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ خانم کا مستقل گاہک ہے۔

میڈم خانم کی حیثیت ماڈل گرل سے زیادہ ایک سپلائر کی تھی۔ اس کی عمر اب قریباً چالیس سال ہو رہی تھی اس نے اپنے پرانے پیشے کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

لیکن ———

اس کی شہرت اسی حوالے سے تھی۔

بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ اس شہر کی کوئی بھی بڑی ماڈل خانم کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ اس نے بڑا مضبوط جال پھیلایا ہوا تھا۔ تمام مشہور ایڈورٹائزنگ کمپنیوں کے ڈائریکٹرز سے اس کے گہرے جسمانی تعلقات رہے تھے اور انہیں اس نے اپنی مٹھی میں لے رکھا تھا۔

عموماً ہر ماڈل اس کے ذریعے ہی متعارف ہوتی تھی۔ اپنے گھروں سے ٹی وی فلم اور ماڈلنگ کے شوق میں بھاگ کر آنے والی لڑکیوں کی بہترین اور محفوظ پناہ گاہ خانم کا گیسٹ ہاؤس تھا۔

یہ گیسٹ ہاؤس اس کی ذاتی ملکیت تھا جہاں بظاہر تو ملازمت پیشہ عورتیں قیام پذیر تھیں۔

لیکن ———

اس کی اصلیت کا علم شہر کے ڈی آئی جی کے علاوہ کسی کو نہیں تھا۔ کبھی اگر پولیس کو اس گیسٹ ہاؤس پر ہونے والی کسی سرگرمی کی اطلاع ملتی تو اسے دبا دیا جاتا۔

آج تک کسی پولیس آفیسر نے یہاں چھاپہ مارنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ جس کسی نے ایسا خیال بھی ظاہر کیا ——— اس کا تبادلہ فوراً ہی کسی دور دراز مضافاتی علاقے میں کروا دیا جاتا ———

گیسٹ ہاؤس کے دونوں دروازوں پہ ایک پرائیویٹ سیکورٹی ایجنسی کے اہلکار تعینات تھے اور بظاہر یہی تاثر ملتا تھا کہ یہاں سوائے مکینوں کے اور چڑیا کو بھی پر مارنے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر کسی اخباری نمائندے نے بھی ادھر کا رخ کیا تو اسے بھی یہ گارڈ اندر داخل نہیں ہونے دیتے تھے اور اس بات کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا تھا کہ یہاں کی کسی لڑکی کی زبان سے کوئی اندر ہونے والی پر اسرار سرگرمیوں کے متعلق ایک لفظ بھی نکلوا سکے۔

خانم اس شہر کی مشہور سوشل ورکر تھی۔

اس کے پاس حسن، جوانی اور دولت تینوں نعمتیں موجود تھیں اور ان کا موقعہ محل

اردو فینز ڈاٹ کام

کی مناسبت سے اس سے زیادہ بہترین استعمال اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

یہ گیسٹ ہاؤس خانم کا بڑا مضبوط ہتھیار تھا——

اس پر جب بھی کوئی حملہ ہوتا اس ہتھیار سے اسے پسپا کر دیتی۔ اس نے جان بوجھ کر یہاں منتخب لڑکیوں کو ہی جگہ دی تھی۔ ان میں غالب تعداد وہ تھی جو شوبزنس میں نام کمانے کے لئے کچھ بھی کر گزرنے کو تیار تھیں انہیں شوبزنس میں خانم لائی تھی اور اس کے لئے سب کچھ وہ کر رہی تھیں۔

خانم کے نزدیکی حلقوں میں اس سے متعلق ایک عجیب و غریب عادت کا ذکر بھی کیا جاتا تھا۔

وہ بلا کی تشدد پسند تھی——!

کسی بھی لڑکی کو اپنے ہاتھوں مار کر اسے عجیب قسم کی لذت کا احساس ہوتا تھا۔ اس نے اپنے پاس ایک ہنٹر رکھا ہوا تھا جس کا وہ موقعہ محل کی مناسبت سے استعمال کرتی رہتی تھی جب ایک مرتبہ اسے ایک اخبار نویس نے اس عادت سے متعلق سوال کیا تو ایک لمحہ ہچکچائے بغیر خانم نے جواب دیا تھا کہ اگر وہ لڑکیوں پر سختی نہ کرے تو وہ کوئی بھی گل کھلا سکتی ہیں اور اسے ایک طرح ان لڑکیوں کی گارڈین کی حیثیت حاصل ہے لہٰذا وہ انہیں ڈسپلن کا پابند ضرور رکھتی ہے۔ البتہ مار پیٹ سے متعلق جو خبریں پھیلائی جاتی ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں——"

اس نے سوال کرنے والے اخبار نویس کے انتہائی قریب ہو کر اس سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا وہ اسے تشدد پسند دکھائی دیتی ہے——

اخبار نویس اس ایک لمحے کی انتہائی قربت سے قریباً بوکھلا گیا تھا۔ بے اختیار اس کے منہ سے "ناں" نکل گیا۔

"یہی سچ ہے——یہی لکھنا"——

اس نے اخبار نویس کے کانوں میں سرگوشی کی اور دفتر پہنچنے سے پہلے اس کی جیب تک ایک لفافہ بھی پہنچا دیا۔

اگلے روز کے اخبار نے لوگوں کو حیران کر دیا کہ وہ اخبار نویس جو ایک عرصہ سے خانم کے خلاف غلط افواہیں پھیلا رہا تھا آج خود ہی ان سب کی تردید کرتا دکھائی دیا۔ اس نے خانم سے متعلق اپنے کالم میں لکھا کہ اسے ایک سازش کے تحت گمراہ کرنے کے لئے غلط اطلاعات پہنچائی گئیں اور جب وہ ان کی تصدیق کے لئے خانم سے ملنے گیا تو اس کے "حسن سلوک" کو دیکھ کر حیران ہی رہ گیا۔

وہ تو خانم کے لئے ایسا رطب اللسان ہوا کہ اس نے پاکستان جیسے نظریاتی معاشرے میں ایسے سخت طبیعت رکھنے والے اور ڈسپلن کی پابند خاتون کو آئیڈیل قرار دے دیا اور یہ سفارش بھی کی کہ خواتین کے ایسے تمام ہوسٹلز اور گیسٹ ہاؤسز کی نگرانی پر مامور خواتین کو خانم کی ہی تقلید کرنی چاہئے۔

رات گئے وڈیرہ سولنگی خانم کی رہائش گاہ پر پہنچا۔

یہ بڑا خفیہ دورہ تھا جس کو ایجنسیوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کا مکمل اہتمام کیا گیا تھا۔

خانم نے اس کا استقبال باقاعدہ معانقہ کر کے کیا۔

وڈیرہ سولنگی کے ساتھ اس کا ایک باڈی گارڈ اور ڈرائیور تھے۔ گاڑی خانم کے بنگلے میں غائب ہو گئی اس کے ڈرائیور اور باڈی گارڈ کو خانم کے محافظ "ملازمین" والے حصے میں لے گئے اور وڈیرہ سولنگی اس کے مہمان خانے میں پہنچ گیا جہاں ایک اور حیرت اس کے لئے موجود تھی۔

یہ سائیں لوک تھا——

سائیں لوک میڈم کے ڈرائنگ روم میں دو لڑکیوں کے درمیان راجا اندر بنا بیٹھا تھا۔

"آؤ وڈیرہ آؤ——میں تمہارا ہی منتظر تھا۔"——

اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے کہا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

وڈیرہ سولنگی ایک لمحے کے لئے گڑبڑا گیا ——— کچھ بھی ہو سائیں لوک ان کا کمی تھا جس نے یہاں اس کے استقبال کے لئے اٹھ کر کھڑے ہونا بھی گوارا نہ کیا۔

لیکن ———

دوسرے ہی لمحے وہ نارمل ہو گیا۔

"واہ سائیں لوک ——— بابا بڑی موج لگا رکھی ہے۔"

اس نے خود کو بڑی چالاکی سے نارمل کیا۔

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے وڈیرہ سولنگی ——— ابھی تو موج مستی ہونے والی ہے۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی ہی تھی جب خانم کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ دو اور لڑکیاں بھی تھیں۔

وڈیرہ سولنگی کے لئے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب مشکل ہو رہا تھا۔ وہ سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہاں جام سج گئے۔ چاروں لڑکیاں ان کی خاطر داری کر رہی تھیں۔ وڈیرہ نے دیکھا خانم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ان کا ساتھ دے رہی تھی۔ اچانک ہی جیسے وہاں کوئی ٹائم بم پھٹ گیا۔

ایک لڑکی سے جو شاید تھکی ہوئی تھی گلاس قالین پر گر پڑا ——— جس کے ساتھ ہی خانم نے اسے خونیں نظروں سے گھورا اور جیسے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی اس کے منہ پر پوری قوت سے تھپڑ رسید کر دیا۔

لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ وہ پلے کی طرح خانم کے قدموں سے لپٹ گئی۔

"معاف کر دو ——— خدا کے لئے معاف کر دو۔"

اس نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں معاف کر دو ناں سالی کو ———"

سائیں لوک نے عجیب سے لہجے میں سسکاری لیتے ہوئے کہا۔

"ابھی کرتی ہوں سائیں جی ——— ابھی کرتی ہوں"

خانم نے کہا۔

وڈیرہ سولنگی کو اس کی آواز بالکل بدلی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے بدن میں کوئی جن حلول کر گیا ہے۔

لڑکی کو شاید علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ گڑگڑاتی ہوئی خانم کے قدموں پر گرنے لگی۔

لیکن ———

اچانک ہی اس کی ساتھی لڑکیوں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے الگ کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی خانم تیزی سے ڈرائنگ روم سے ملحقہ اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ واپس لوٹی تو اس نے ایک ہاتھ میں اپنا مخصوص ہنٹر تھام رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں سگریٹ پھنسا ہوا تھا جس کا طویل کش کھینچنے کے بعد اس نے دھوئیں کے مرغولے فضا میں بنائے۔

وڈیرہ سولنگی ابھی تک اپنی جگہ بیٹھا حیرانگی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ خانم کے کمرے میں داخل ہوتے ہی لڑکیوں نے اپنی ہی ساتھی کو وہیں قالین پہ دوزانوں بٹھا دیا۔ جس کے بعد وہ بدبخت اپنے گھٹنوں پر جانوروں کی طرح جھک گئی شاید یہ یہاں کا معمول تھا ——— جس سے وہ بدقسمت لڑکیاں بخوبی آگاہ تھیں۔

سائیں لوک تو یہ منظر دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کر عالم وحشت میں ناچنا شروع کر دیا۔

مظلوم لڑکی سرکس کے شیر کی طرح خانم کے سامنے جھکی ہوئی تھی جس نے اپنے ہنٹر کو سرکس ہی کے ٹرینر کی طرح پہلے ہوا میں تین بار زور زور سے جھٹکا کر دہشتناک آواز نکالی جس کے بعد وہ وحشی درندے کی طرح اس بدبخت پر پل پڑی۔

جیسے جیسے اس کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ سائیں لوک کا رقص اپنے نقطہ عروج کو چھو رہا تھا۔

اردو فینز ڈائجسٹ ڈاٹ کام

اور ——

خانم ——

وہ آدم خور وحشیوں کی طرح لڑکی سے بھی زیادہ زور زور سے چلا کر اپنے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکال رہی تھی۔ باقی لڑکیاں جن کے چہرے زرد پڑ چکے تھے خوفزدہ ہرنیوں کی طرح کمرے کے کونے میں سمٹ کر کھڑی تھیں۔

وڈیرہ سولنگی کو پہلے تو یہ منظر عجیب سا لگا پھر اس کے اندر کا درندہ بھی جاگ اٹھا جس کے ساتھ ہی وہ اس منظر سے لطف اندوز ہونے لگا۔

لڑکی کی چیخیں اب تھم گئی تھیں ——

شاید وہ بے ہوش ہو گئی تھی ——

خانم نے بے ہوش لڑکی پر اپنی ایک ٹانگ رکھ کر شکاریوں کے سے انداز میں اپنے ہنٹر کو زوردار جھٹکا دیا۔

جس کے ساتھ ہی خوفزدہ ہرنوں کی طرح سہمی ہوئی لڑکیوں نے اپنی بے ہوش ساتھی کو جیسے تیسے اٹھایا اور دوسرے کمرے میں غائب ہو گئیں۔

درندگی اور وحشت کا یہ کھیل رات دیر گئے تک جاری رہا ——

منظر بدلتے رہے ——

لیکن ——

وحشت نے قبضہ جمائے رکھا۔

اس رات وڈیرہ سولنگی کو خانم اور سائیں لوک نے انسانی خون کے ایک نئے ذائقے سے آشنا کیا۔

یہاں سے رخصت ہوتے ہوئے وہ محسوس کر رہا تھا جیسے اب بار بار اسے اپنی حس درندگی کو تسکین دینے کے لئے یہاں آنا پڑے گا۔

○

پہلی ہی ملاقات میں وڈیرہ سولنگی خانم کا دلدادہ ہو گیا تھا ——

یہ عورت اس کے بہتر کام آسکتی تھی۔ اس کے "مالکان" کو جب اطلاع ملتی کہ اس نے ان کے لئے "لیڈی ایجنٹ" اور وہ بھی خانم جیسی مشہور کال گرل پٹالی ہے تو وہ اپنے خزانوں کے منہ سولنگی پر کھول دیتے۔

صبح جب وہ خانم کے گھر سے اپنے ٹھکانے کی طرف رخصت ہو رہا تھا تو اسے ساری رات قریباً جاگنے کے باوجود اپنا جسم ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ خانم اور اس کی باندیوں نے وڈیرہ سولنگی کو حرص و ہوس کے جن جہانوں کی سیر کروادی تھی اس سے متعلق وہ سوچ ہی سکتا تھا۔

گھر پہنچ کر وہ لمبی تان کر دوپہر تک سوتا رہا۔ جب اٹھا تو بڑا ہشاش بشاش دکھائی دے رہا تھا۔

اس کا شیطانی ذہن اس دوران مسلسل منصوبہ سازی کرتا رہا تھا۔ اس کا اگلا ٹارگیٹ سیٹھ ہانڈی والا تھا۔

اگر یہ مرغی قابو آجاتی تو کروڑ دو کروڑ روپیہ اینٹھ لینا اس کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

لیکن ——

یہ سب ہو گا کیسے؟

اس نے سوچا۔

کیا وہ اس مرحلے پر خانم کو مکمل اعتماد میں لے لے۔ اسے بتا دے کہ وہ اسے "را" کے حوالے کرنے جا رہا ہے یا پھر آہستہ آہستہ اس پر اپنی گرفت مضبوط کرے ——

اس کے ذہن نے فی الوقت دوسرے آپشن کو بہتر جانا تھا

وڈیرہ سولنگی بڑا گھاگ شکاری تھا۔

اس نے زندگی میں ہمیشہ ٹھنڈا کر کے کھانے کی حکمت عملی اختیار کی اور کامیاب رہا۔ اسے علم تھا کہ گرم گرم کھانا حلق میں اتارنے سے اس کا منہ بھی جل سکتا ہے۔

اس نے آہستہ آہستہ اپنی گرفت مضبوط کرنے کی ٹھانی تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

فی الوقت تو اسے خانم کو "را" سے دور ہی رکھنا تھا۔

اس روز شام کو بطور خاص اس نے خانم کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ وڈیرہ سولنگی نے اسے براہ راست فون کیا تھا حالانکہ اس سے پہلے اس کا رابطہ سائیں لوک کے ذریعے ہوا تھا۔

خانم نے ایک لمحہ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کئے بغیر ہاں کر دی۔ یہ اس کا "ٹسٹ کیس" تھا۔ وڈیرہ سولنگی نے اندازہ لگا لیا کہ اب یہ چڑیا اس کے جال سے کبھی نہیں نکل سکے گی۔

یوں بھی انسانیت کی جس ذلیل ترین سٹیج پر وہ کھڑی تھی وہاں اس کا شمار حیوانوں ہی کے زمرے میں ہوتا تھا۔

اور ——

خود ایک انسان نما درندہ ہونے کے ناطے وڈیرہ سولنگی کو اندازہ تھا کہ وہ خانم کی کون سی کمزوری کو جب چاہے آسانی سے ایکمپلایٹ کر سکتا ہے۔

اس نے جان بوجھ کر سائیں لوک کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی کہ خانم اس کے ہاں آ رہی ہے وہ خانم سے بھی یہی امید کر رہا تھا۔

طے شدہ وقت پر خانم اپنے ایک سیکرٹری اور ڈرائیور کے ساتھ وڈیرہ سولنگی کے بنگلے پر پہنچ گئی جہاں اس کا استقبال اس کی توقعات سے بڑھ کر شاندار طریقے سے کیا گیا۔

"کل کی شام کو یادگار بنا دیا تھا تم نے —— ہم اپنے دوستوں سے ایسی ہی توقع رکھتے ہیں۔ تم نے ہمارا دل خوش کیا۔ یہ حقیر سا نذرانہ قبول کرو ——"

یہ کہتے ہوئے وڈیرہ سولنگی نے اس کے لئے پہلے سے تیار کردہ ایک لفافہ میز سے اٹھایا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔

لفافہ بند تھا ——

خانم کی زمانہ ساز نظروں نے اس کے اندر موجود نوٹوں کا وزن کر لیا تھا۔

اس کے اندازے کے عین مطابق یہ ایک لاکھ کی خطیر رقم تھی ——

خانم کو یہ تو امید تھی کہ اس کے ہاں ایک شاندار رات گزارنے کے بعد دیگر

وڈیروں، نوابوں، صنعتکاروں، افسروں، سیاستدانوں، بیوروکریٹوں وغیرہ کی طرح وہ "حق خدمت" تو ضرور ادا کرے گا۔

لیکن ——

وہ اتنا مہربان ہو جائے گا۔

اس کی توقع اسے نہیں تھی۔

اس کے نزدیک ایسی ایک رات کی قیمت دس بیس ہزار سے زیادہ نہیں تھی اور اسے ایک لاکھ روپیہ مل رہا تھا۔

"وڈیرہ سائیں یہ تو ——"

اس نے کچھ کہنا چاہا جب سولنگی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں خانم —— تمہارے ہاں گذارے ایک ایک لمحے کی قیمت ایک ایک لاکھ روپے ہے —— بات یہ ہے بابا کہ ہم بھی نرالے شوق رکھنے والے بندے ہیں —— معمول کی باتیں تو ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ الگ سا ہونا چاہئے —— اور وہ تمہارے ہاں ہے —— خانم!! بابا ہمارے ساتھ یاری لگائی ہے تو ذرا حویلی کے دروازے اونچے ضرور کر لینا —— ہماری طرف سے کبھی شکایت کا موقعہ نہیں ملے گا۔"

"سائیں جب آپ حکم دیں" ——

خانم نے اس کی طرف دیکھ کر بڑے بے ہودہ سا اشارہ کیا جس پر وڈیرہ سولنگی کھل اٹھا۔

ایک مئودب خادم ان کے لئے مشروبات کی ٹرالی لے آیا تھا اور تینوں اب گپ شپ کرنے لگے تھے۔ چائے خانم نے خود تیار کی جبکہ اس کی سیکرٹری نے وڈیرہ کے پہلو میں خانم کی خالی کردہ جگہ سنبھال لی تھی۔

وڈیرہ سولنگی اس لڑکی کو پہچان گیا وہ ٹی وی پر چلنے والی ایک سیریل میں ہیروئن کا کردار ادا کر رہی تھی۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"سالی ——— ہیروئن"

اس نے دل ہی دل میں تمسخر اڑایا۔

خدا جانے ایسی کتنی ہیروئنیں خانم کی جوتیاں چاٹتی پھرتی تھیں۔

○

"میں چاہتا ہوں خانم کہ ہمارے اور تمہارے درمیان بابا کوئی پکا تعلق بندھ جائے کوئی کاروباری سانجھ پڑ جائے ———"

اچانک ہی وڈیرہ سولنگی نے ہوا میں تیر چھوڑا جو عین نشانے پر لگا۔

"حاضر سائیں ——— حاضر آپ حکم کریں۔"

خانم نے مؤدب ہو کر کہا۔

وڈیرہ نے ایک لمحے کے لئے نظریں اٹھا کر ہیروئن کی طرف دیکھا۔

"اسے گونگی بہری سمجھو سائیں ——— پھر بھی آپ کا حکم ہے تو ———"

خانم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ———

حیرت انگیز طور پر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ٹی وی ہیروئن اٹھ کر چلی گئی۔

وڈیرہ نے دائیں ہاتھ میز پر رکھے انٹر کام کا بٹن دبایا اور دوسری طرف سے "حکم سائیں" پر کہا۔

"بابا ادھر چھوکری کا بہت خیال رکھنا۔"

"حکم سائیں ——— جو حکم سائیں۔" ———

دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا نام ہے اس چھوری کا ———"

وڈیرہ سولنگی نے خانم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرے پاس تو نیک پروین کے نام سے آئی تھی ——— اب تو اس کے بہت سے نام ہیں۔ آج رات آپ کی مہمان ہے وڈیرہ سائیں جو نام جی چاہے رکھ لینا ——— ان

چھوریوں کا نام نہیں کام دیکھنا چاہئے ——— کام ——— اور اپنے کام سے وڈیرہ سائیں اگر آپ کو خوش نہ کرے تو میں اس کی چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گی۔" ———

اس نے وڈیرہ سولنگی کی طرف دیکھ کر پھر بے ہودہ سا اشارہ کیا۔ آخری فقرہ کہتے ہوئی اس کی آنکھوں میں ٹھہرانے والی درندگی کو وڈیرہ سولنگی نے خوب اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔

"ٹھیک ہے بابا ٹھیک ہے۔ پر ایک بات ہے خانم ——— اس کا خیال رکھنا۔ یہ لاکھوں کا نہیں ——— کروڑوں کا کھیل ہے ——— کروڑوں کا۔ اس کھیل میں اپنا سایہ بھی مشکوک ٹھہرتا ہے ——— اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا پڑتا ہے ——— ہمارے ملازم ہمارے کتوں سے زیادہ وفادار ہوتے ہیں ——— ایک اشارے پر کنویں میں چھلانگ لگا سکتے ہیں لیکن انہیں بھی اعتماد میں لینے سے پہلے سوچنا پڑتا ہے۔ یوں بھی خانم! بابا جو بات دو بندوں کے درمیان رہے وہی ٹھیک ہے۔ تیسرے تک پہنچ جائے تو کچھ خراب ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے" ———

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سائیں ——— جیسا آپ کا حکم ہو گا۔ ویسا ہی ہو گا۔"

خانم نے خود کو اس کے سامنے دباؤ میں محسوس کیا تھا۔

اور ———

یہ لمحہ اس کی زندگی میں پہلی مرتبہ آیا تھا۔

وہ سائیں لوک سے اس لئے دب کر رہتی تھی کہ اس کے بہت سے جرائم میں سائیں لوک حصہ دار تھا۔ اس کے علاوہ اس نے کبھی کسی وڈیرے کی پرواہ نہیں کی تھی۔

لیکن ———

حیرت انگیز طور پر اس نے خود کو یہاں دباؤ میں محسوس کیا تھا دراصل اسے علم تھا وڈیرہ سولنگی کس بلا کا نام ہے ——— اس کی بے پناہ دولت' ایک اشارے پر کٹ مرنے والے نوکروں کی فوج اور سرکار دربار میں اس کا اثر و رسوخ کسی تعارف کا محتاج نہیں

اردو فینز ڈاٹ کام

تھا۔

اور ——

جب ایسا شخص اس سے براہ راست ڈیل کرنے جا رہا تھا تو اس کا گھبراہٹ محسوس کرنا فطری سی بات تھی۔

○

وڈیرہ سولنگی نے سونے کے ڈبے سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور ڈبا اس کی طرف بڑھا دیا۔

خانم نے شکریہ کہہ کر دوسرا سگریٹ نکال لیا تھا۔

"دیکھو خانم بیا تمہارے پاس جو طاقت ہے ہمارے پاس نہیں اور جو ہمارے پاس ہے تمہارے پاس نہیں —— اگر ہم دونوں مل جائیں تو انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔"

—— وڈیرہ نے دھوئیں کے مرغولے فضا میں بکھیرتے ہوئے کہا۔

خانم کو اس کی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ آگیا تھا۔ اور وہ اس پر کچھ فخر بھی محسوس کرنے لگی تھی۔

"آپ حکم دے کر دیکھیں سائیں۔ میری لڑکیاں عام فاحشہ عورتیں نہیں —— یہ معمولی کال گرل بھی نہیں —— مجھ سے بات کرنے سے پہلے کئی مرتبہ بات کرنے والے کو انہیں اپنی اوقات کا جائزہ لینا پڑتا ہے ——"

اس نے قدرے اکڑفوں دکھائی۔

"میں سمجھتا ہوں بیا —— اس لئے تو یہ کام تمہیں سونپ رہا ہوں ——"

اس نے خانم کے قدرے نزدیک آکر کہا۔

خانم ہمہ تن گوش تھی ——

"سیٹھ ہانڈی والا سے متعلق کیا خیال ہے۔"

وڈیرہ سولنگی نے اچانک ہی مطلب کی بات کہہ دی۔

"میرا مستقل گاہک ہے —— آج کل دن رات پروین کے لئے فون کرتا ہے۔

اب سے لڑکی ٹی وی سیریل کی ہیروئن بنی ہے۔ بہتوں کی رال ٹپکنے لگی ہے —— سیٹھ ہانڈی والا تو اس میدان کا بہت پرانا پاپی ہے —— ہر نئی لڑکی کو حاصل کرنا اس کا شوق ہے —— اور اس شوق کی وہ کوئی بھی قیمت چکا سکتا ہے ——"

خانم نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کا شوق تم پورا کرو —— قیمت ہم وصول کریں گے ——"

وڈیرہ سولنگی نے یہ بات کہی تو اس کا لہجہ قدرے بدلا ہوا تھا۔

خانم کو فوراً ہی سمجھ آگئی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے —— پھر بھی اس نے قدرے لاعلمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے کیا کرنا ہوگا وڈیرہ سائیں۔"

"کچھ نہیں —— تم اس لڑکی کو تیار کرو اس کے لئے —— ظاہر ہے ٹی وی سیریل کی ہیروئن ہونے کے ناطے پروین اس شہر میں تو اس کے ساتھ جھک مارنا پسند نہیں کرے گی —— کیونکہ یہاں کسی بھی لمحے پریس کی نظروں میں آنے کا دھڑکا لگا رہے گا اور مضافات میں ہانڈی والا کے دو تین بنگلے موجود ہیں —— وہ ان میں سے کسی کا بھی رخ کرے گا"

خانم قریباً سانس روک کر اس کی باتیں سن رہی تھی ——

"روانگی سے پہلے اپنی منزل سے پروین ہمیں مطلع کر دے گی۔ یہ اس کے لئے کچھ مشکل کام نہیں —— موبائیل فون اس کے پاس موجود ہے —— اس کے بعد سب کچھ ہم پر چھوڑ دو —— وہ اداکارہ تو ہے ہی —— ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لئے ہمیں ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی۔ ہم پروین کو بھی ہانڈی والا کے ساتھ ہی اغوا کر لیں گے —— جس کے بعد ان دونوں کو ظاہر ہی الگ الگ رکھا جائے گا —— دونوں ہمارے مہمان ہوں گے۔ لیکن تھوڑے فرق کے ساتھ ہانڈی والا مہمان اور پروین مہمان خصوصی"

وڈیرہ سولنگی نے قہقہہ بلند کرتے ہوئے اپنا ہاتھ خانم کی طرف بڑھایا۔

خانم نے بڑی گرم جوشی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا تھا ———

"ایسا ہو جائے گا وڈیرہ سائیں ——— پروین کو میں تیار کر لوں گی ——— لیکن"

"بس اس سے آگے کی کوئی بات تم نہ کرو نہ پریشان ہونا ——— تم اس کے بعد سب کچھ بھول جاؤ گی ——— باقی ہمارا کام ہے ——— تمہیں تمہاری لڑکی تمہارے حصے سمیت واپس مل جائے گی ———"

وڈیرہ سولنگی نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

شاید وہ اپنی بات کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔

"وڈیرہ سائیں ——— بات بزنس کی ہے تو سارے معاملات پہلے ہی طے ہو جائیں میرے خیال سے ہماری مضبوط دوستی کی بنیاد بھی یہی بنے گی" ———

خانم نے بڑے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

اس لہجے میں آج تک کسی کو وڈیرہ سولنگی سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا تھا لیکن ———

یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

وہ خاموش رہا ———

سگریٹ کے لمبے لمبے کش لیتے ہوئے شاید وہ خود کو نارمل کر رہا تھا۔

"ہاں ہاں میں بھی بزنس کے معاملے میں طے شدہ اصولوں کا قائل ہوں۔ مجھے تمہاری بات سے خوشی ہوئی ——— تم جو چاہو پوچھ سکتی ہو۔"

بظاہر وڈیرہ سولنگی نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"یہ کتنے کی ڈیل ہو گی ——— میرا مطلب ہے آپ کیا ڈیمانڈ کریں گے۔"

"تمہارے خیال سے وہ آسانی سے کیا دے سکے گا۔ جس پر زیادہ شور شرابہ بھی نہ ہو۔"

وڈیرہ سولنگی نے الٹا اس پر سوال کر دیا۔

"وہ تو ارب پتی صنعتکار ہے ——— اور دل کا مریض بھی۔ معمولی دباؤ پر وہ کچھ

بھی دینے کو تیار ہو جائے گا ——— شہر کے حالات کو اس سے زیادہ کون سمجھتا ہے۔ اگر اسے یقین دلا دیا جائے کہ اس کی رہائی تاوان کے بغیر ناممکن ہے تو اس سے کچھ بھی مانگا جا سکتا ہے۔" ———

خانم نے اپنا عندیہ ظاہر کیا۔

"یہ پہلا شکار ہو گا ——— ہم ٹھنڈا کر کے کھانے کے قائل ہیں ——— پھر اپنی چھوری بھی اس میں ملوث ہو گی ——— ہم اس سے صرف ایک کروڑ مانگیں گے۔ اور اسے صرف 24 گھنٹے کی مہلت دیں گے ———"

وڈیرہ سولنگی نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"وڈیرہ سائیں چھوٹا منہ اور بڑی بات مجھے اپنے حصے کی کتنی رقم ملے گی۔"

خانم نے فوراً ہی بغیر کسی جھجک کے کہہ دیا۔

"20 لاکھ ———"

وڈیرہ سولنگی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

خانم ایک لمحے کے لئے خاموش رہی ———

گو کہ زندگی میں یکمشت ایک ڈیل میں اسے اتنی رقم کبھی نہیں ملی تھی۔ پھر بھی اس نے خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا ——— بہرحال اس کھیل میں آدھا حصہ تو وہ ڈال رہی تھی ———

"میں آپ سے کچھ زیادہ کی امید رکھ رہی تھی وڈیرہ سائیں ———"

خانم نے بڑے مودب لہجے میں کہا۔

اسے احساس نہیں تھا کہ وڈیرہ سولنگی نے پہلے ہی ریزرویشن ذہن میں رکھی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے 25 لاکھ ——— اور اب اس مسئلے پر کوئی اور بات نہیں ہو گی۔"

———

وڈیرہ سولنگی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"جو حکم سائیں ——— جو حکم وڈیرہ سائیں۔" ———

خانم نے انکساری سے کھڑے ہو کر کورنش بجالاتے ہوئے کہا۔ اس طرح وہ بظاہر اپنے مطمئن ہونے کا تاثر دے رہی تھی۔

وڈیرہ کے حکم پر دوسرے کمرے سے پروین بھی وہاں آگئی تھی ———

دونوں نے فی الوقت اسے مکمل منصوبے سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا گو کہ خانم اس احتیاط کی ضرورت محسوس نہیں کر رہی تھی۔

لیکن ———

وڈیرہ سولنگی کا یہی حکم تھا جس پر اسے بہرحال عمل کرنا تھا۔ یوں بھی وہ ان معاملات کا زیادہ شعور نہیں رکھتی تھی۔

خانم نے اسے صرف سیٹھ ہانڈی والا کے پاس بھیجنا اور اسے صرف اتنا منصوبہ سمجھانا تھا کہ وہ اسے شہر سے باہر جانے پر مجبور کرے اور روانگی سے پہلے سیٹھ ہانڈی والا کے علم میں لائے بغیر اپنی روانگی کے وقت اور اپنی ممکنہ منزل سے آگاہ کر دے ———

یہ بات بھی اسے یہاں نہیں بلکہ کسی اور جگہ جا کر بتانی تھی ———

پروین کو یہ احساس نہیں ہونا چاہئے تھا کہ اسے کسی منصوبے کے لئے اور کون استعمال کر رہا ہے۔

اسے صرف احکامات کی اطاعت کرنا تھی ———

ابھی تک دونوں نے اپنی باتوں میں سائیں لوک کا نام لینا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ فی الوقت شاید وڈیرہ سولنگی کچھ اور سوچ رہا تھا ———

وہ ہر کارڈ کو وقت اور ضرورت کے مطابق کھیلنے کا قائل تھا ———

سائیں لوک اور خانم کو کس مرحلے پر اکٹھے رکھنا اور کہاں الگ الگ رکھ کر استعمال کرنا تھا۔

اس کے شیطانی ذہن میں سب کچھ محفوظ تھا۔

رات کا کھانا تینوں نے اکٹھے کھایا تھا جس کے بعد خانم اپنی سیکرٹری ٹی وی سیریل کی ہیروئن پروین کو وہیں چھوڑ کر چلی گئی تھی تاکہ وڈیرہ سائیں اس کا کوئی مناسب نام رکھ سکے۔

نیا باب

ہانڈی والا کی واحد خصوصیت یہی تھی کہ وہ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوا۔ اس کے بزرگوں کا تعلق اس شہر سے تھا اور وہ بھی دولت مند کہلاتے تھے جب کروڑوں میں سے کسی ایک کو یہ خطاب ملا کرتا تھا۔

اس کے باپ دادا نے اتنی دولت، فیکٹریاں اور جائداد چھوڑی تھی کہ ساری زندگی وہ نوٹ جلاتا رہتا تو ختم نہ ہو پاتی۔

اپنے باپ کی وہ اکلوتی اولاد نرینہ تھی۔ آف دی ریکارڈ اس کے باپ نے کیا کیا گل کھلائے تھے اس کا علم تو باپ کی زندگی ہی میں اسے ہوتا رہتا تھا۔

لیکن ———

یہ بھی اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔

دو چار ناجائز تعلقات یا ایک دو حرامی بچے پیدا کرنا ان کے خاندان کی برسوں پرانی روایت رہی تھی۔

ہانڈی والا کو ان روایتوں کا بہت ہی پاس تھا۔ اس نے جو بھی کام کیا اپنے باپ دادا سے بڑھ کر کیا۔

اسے اپنی بے پناہ دولت کے ذخائر اور اس بات کا اندازہ تھا کہ یہ دولت کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہ دن رات اسے پھونکنے کی فکر میں غلطاں رہتا تھا۔ اسے کسی گمراہ فقیر نے بتایا تھا کہ جتنا تم حرام کرو گے اس سے درجنوں گناہ زیادہ حرام تمہیں ملے

گا۔

سیٹھ ہانڈی والا اکثر شراب کے نشے میں اپنے حلقہ احباب میں کہہ دیا کرتا تھا کہ اس کی قسمت میں حلال لکھا ہی نہیں۔ اگر وہ حرام کاری نہ کرے تو حرام کہاں سے کمائے۔

اور——

اس کے حاشیہ نشین اس کی ہاں میں ہاں بڑے زور شور سے ملا کر اس کی گمراہی پر مہر تصدیق ثبت کرتے اور اپنا الو سیدھا رکھتے تھے۔

ہانڈی والا کو دو تین ماہ کے بعد نئی عورت کی تلاش رہتی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ فتور سمایا تھا کہ اس شہر کا سب سے زیادہ دولتمند اور مقامی چیمبر آف کامرس کا صدر ہونے کے ناطے ہر عیاشی پر اس کا حق مقدم ہے۔

اس نوعیت کے شوق پالنے والے کی کسی ماڈل خانم تک رسائی کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔

اس کا شمار خانم کے درجہ اول کے تین چار گاہکوں میں ہوتا تھا۔ جس کے لئے وہ ہر دوسرے تیسرے ماہ شہر کی سب سے مہنگی کال گرل تیار رکھتی تھی۔

جس نوعیت کی جنسی درندگی کی خانم شکار تھی۔ اس طرح کی جنسی بے راہروی کا ہانڈی والا بھی عادی ہو گیا تھا۔

وہ جتنا دولت مند تھا۔ اس سے ہزار گنا زیادہ پھٹکار اور لعنت اس کے چہرے سے برستی تھی۔ اگر عام حالات میں اس کی شکل ایسی ہوتی تو شاید کوئی اس کے ہاتھ سے کچا بیر لے کر بھی نہ کھاتا۔

لیکن——

دولت نے اس کے تمام عیوب پر پردے ڈال رکھے تھے۔

خود کو نمایاں رکھنے کے لئے وہ دنیا کے مہنگے ترین ڈیپارٹمنٹل سٹورز کے کپڑے اور خوشبویات استعمال کرتا تھا۔

لیکن——

عام حالات میں اس کے جسم سے ایسی بدبو اٹھتی تھی کہ اس کے تنخواہ دار ملازم ہی اس کے پاس ٹھہر سکتے تھے۔ عام ملاقاتی بھی بے چینی محسوس کر کے جلد از جلد جان چھڑانے کی فکر کرتے تھے۔

ہانڈی والا نے پروین کی تصاویر ایک مقامی اخبارات کے ہفت روزہ ایڈیشن میں دیکھی تھیں۔

وہ اپنے شکار کا انتخاب ان ہفت روزہ ایڈیشنوں میں سے کیا کرتا تا۔ جن کے فوٹو گرافر بازار حسن میں آنے والے ہر نئے مال کے متلاشی رہا کرتے تھے تاکہ اس کی نیم برہنہ تصاویر بنا کر اس کی مارکیٹ ویلیو میں اضافہ اور اپنی جیب گرم رکھنے کا اہتمام کر سکیں

پروین کا جسم تو خوبصورت تھا ہی——

اس کے ساتھ ایک اور خوبی بھی لگی تھی کہ وہ ٹی وی کی سب سے مقبول سیریل کی ہیروئن تھی۔

اور——

ہانڈی والا جانتا تھا کہ اس کی ڈیمانڈ کتنی بڑھ رہی ہے۔ اس جیسے کئی اور جنسی درندے بھی پروین کے تعاقب میں تھے۔ ہانڈی والا کے لئے یہ ایک طرح کا چیلنج کیس تھا اسے سب سے پہلے پروین کو حاصل کرنا جس کے لئے اس نے خانم تک اپنی خواہش معمول سے مہنگے داموں کے ساتھ پہنچادی تھی۔ خانم خاندانی فاحشہ تو نہیں تھی۔

لیکن——

اس دھندے میں بارہ سال گزارنے کے بعد کسی بھی پیشہ ور طوائف سے زیادہ تجربہ اس نے حاصل کر لیا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے کسی بھی کارڈ کا بہترین استعمال جانتی تھی اور کرتی آئی تھی۔

پروین تو اس کے ہاتھ میں ترپ چال تھی——!!

اس کے ذریعے تو وہ کوئی بھی ہاری ہوئی بازی جیت سکتی تھی۔

اس نے فی الوقت سیٹھ ہانڈی والا کی آتش شوق کو بھڑکائے رکھنے کا فیصلہ ہی کیا تھا اور اسے ابھی تک تاریخیں دیتی آ رہی تھی۔

○

اس روز جب ہانڈی والا کو خانم کی طرف سے گرین سگنل ملا تو اس کی باچھیں کھل اٹھیں۔

خانم عموماً ایسی باتیں فون پر نہیں کیا کرتی تھی۔

شہر میں رہنے والی بدامنی کے سبب اسے ہر وقت اس بات کا دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں اس کا فون بھی "ٹیپ" نہ ہو رہا ہو۔

آج بھی وہ عام نظروں سے چھپتی ہانڈی والا کے دفتر میں اسے ملنے چلی آئی تھی۔

اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی ہانڈی والا کے چودہ طبق روشن ہو جاتے تھے۔ آج بھی خانم اس کے برے وقت کی ساتھی تھی اور وہ ایک دو ماہ میں ایک دو راتیں اس کے ساتھ گزار ہی لیا کرتا تھا۔

"سیٹھ جی آپ کے لئے تو ہمیں نجانے کیا کیا کرنا پڑے گا۔"——

اس نے اپنے ناز و انداز کی بجلیاں سیٹھ ہانڈی والا کے دل و دماغ پر برساتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارا ہمیشہ شکر گزار اور تابعدار رہا ہوں اور رہوں گا۔"

ہانڈی والا نے اپنے میز کی دراز میں دھرے ایک پرفیوم کو فضا میں چھڑک کر ماحول کو بظاہر خوشبودار کرنا چاہا تھا۔

"بڑی مشکل سے قابو آئی ہے —— اور ——"

"بس بس اور □□ کی ضرورت نہیں خانم —— تم جانتی ہو ہانڈی والا نے کبھی تمہیں مایوس ہونے کا موقعہ نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ دے گا۔"

اس نے خانم کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ جی —— ایک بات کا خیال رہے۔ آپ کو جو بھی دو تین دن گزارنے

ہیں وہ اس شہر میں نہیں —— اپنے کسی دوسرے ٹھکانے پر گزاریے —— دیکھئے ناں —— پریس والے تو ہاتھ دھو کر ان ماڈلز کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اب وہ دن رات منہ پر نقاب ڈال کر گھر سے نکلنے سے تو رہی ——"

خانم نے اگلی بات بھی کہہ دی۔

"ارے بھئی میں کوئی اتنا بے وقوف ہوں جو اس کے ساتھ اس شہر میں رہوں گا۔ آخر تو ہمیں بھی اس شہر میں دو چار لوگ جانتے ہیں۔"

اس نے خانم کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

"اور ہاں سیٹھ جی —— لڑکی بڑی نازک ہے خیال رکھنا مجھے شکایت کا موقعہ نہ ملے ——"

اس مرتبہ خانم نے قدرے مسکراتے ہوئے اور بے ہودہ اشارہ کر کے اسے قریباً ڈانٹ پلائی تھی۔

لیکن ——

سیٹھ ہانڈی والا بے شرموں کی طرح دانت نکالتا رہا۔

"کب لا رہی ہو ——"

بالآخر اس کی رال ٹپک ہی پڑی کیونکہ ابھی تک وہ کافی پیتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں ہی کر رہے تھے۔

اور ——

سیٹھ ہانڈی والا کے اندر کا شیطان اسے پاگل کئے دے گا۔ وہ خانم کے منہ سے اپنے اور پروین کے ملاپ کی تاریخ سننے کے لئے باؤلا ہوا جاتا تھا۔

"کل ہی ——"

خانم نے اس کی آتش ہوس کو بھڑکانے کے لئے بات ادھوری چھوڑ کر سگریٹ سلگائی اور اس کا لمبا کش لینے کے بعد دوبارہ سیٹھ سے مخاطب ہوئی جس کا منہ قریباً کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

اردو میگزین ڈاٹ کام

"تین دن کے لئے اسے شوٹنگ سے چھٹی ملی ہے ——— ریکارڈنگ کروانا ہوتی ہے ناں ——— وہ تو بھلا ہو بے چارے ڈائریکٹر کا جس نے میری منت سماجت پر اس کی تین چار قسطیں ایڈوانس ریکارڈ کرلیں ورنہ آپ کو مزید ایک مہینہ انتظار کرنا پڑتا" ———

خانم نے اپنی بات مکمل کر کے اس کی طرف اس طرح دیکھا جیسے سیٹھ ہانڈی والا کی پشتوں پر کوئی احسان کر رہی ہو ———

"ارے واہ خانم جیتی رہو بھئی دل خوش کردیا ——— لیکن بے فکر رہو۔ ہم بھی تمہارا دل خوش کردیں گے ———"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا انٹرکام اٹھایا اور کسی سے اپنی مخصوص زبان میں بات کی جس کی سمجھ بھی خانم کو نہیں آسکی تھی۔

لیکن ———

اسے اندازہ ضرور ہوگیا کہ اس گدھے نے اسے دینے کے کیش منگوایا ہے

اور ———

اس کا اندازہ صحیح نکلا۔

بمشکل تین چار منٹ بعد ہی ایک مدقوق سا منشی نما شخص اندر آیا اور خانم کی طرف خونین نظروں سے گھورتے ہوئے اس نے پلاسٹک کی ایک محفوظ تھیلی میں بند خطیر رقم کا بنڈل سیٹھ ہانڈی والا کی طرف بڑھادیا۔ جس نے بغیر ایک لفظ کہے سنے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔

منشی جس طرح آیا تھا۔ اسی طرح خانم کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتا واپس چلا گیا۔

یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا ——— خانم کو یہ شخص بہت کھٹکنے لگا تھا۔

"تمہارے پاس اور کوئی اکاؤنٹنٹ نہیں ہے؟"

اس نے منشی کے جاتے ہی سیٹھ ہانڈی والا سے کہا۔

"کیوں ——— کیا ہوا؟"

سیٹھ گھبرا گیا۔

"آئندہ اسے کبھی میرے سامنے نہ لانا ——— کمبخت ایسے گھورتا ہے جیسے اس کے باپ کی کمائی ہو۔" ———

خانم نے بڑے نخرے سے کہا تو سیٹھ ہانڈی والا کے دل کی دھڑکن نارمل ہوئی

"ارے خانم جی آپ کہو تو اس کی دنیا ہی سے چھٹی کروادوں ——— نہیں لگے گا آج کے بعد آپ کے متھے کبھی نہیں لگے گا ——— ارے! میرے دادا رستم بھائی ہانڈی والا کے زمانے سے آرہا ہے ناں ——— لیکن چھوڑو ——— تم بھول جاؤ بالکل نارمل ہو جاؤ ——— ریلیکس ———"

"یہ حقیر سا نذرانہ اپنے اس خادم کی طرف سے قبول کرو ——— لڑکی کو الگ سے اس کا حصہ ملے گا ——— اور تمہارا ابھی یہ مکمل حصہ نہیں ——— تم جانتی ہو خانم سیٹھ کو اللہ نے اس معاملے میں بہت بڑا دل دیا ہے۔" ———

اس نے اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر کہا ———

خانم نے شکریہ کہہ کر نوٹوں کا بنڈل اپنے بڑے سے پرس میں منتقل کردیا۔

"کل کہاں لاؤں اسے ———"

اس نے تھوڑی دیر بعد اٹھتے ہوئے کہا۔

"کب آنا چاؤ گی ———"

دوپہر کے بعد ہی آؤں گی ——— دوپہر تک وہ مصروف ہوگی۔ شوٹنگ ہے ناں۔"

خانم نے کہا۔

"ٹھیک ہے میرے پلازہ والے آفس میں آجانا ——— ادھر کوئی نہیں ہوگا اور ہم وہیں سے پھر دوسرے شہر چلے جائیں گے ——— میں بھی اپنے دو تین دنوں کے کام کل تک سمیٹ دوں گا ——— میں تو کہتا ہوں کہیں فارن کا چکر ہی لگا لیتے ہیں ——— تھائی

اردو فینز ڈاٹ کام

لینڈ کیسا رہے گا"۔۔۔۔

سیٹھ نے کہا اور خانم کا دل دھک سے رہ گیا۔

"ارے ناں سیٹھ ناں ۔۔۔۔ خدا کے لئے ابھی ایسی کوئی بات زبان پر نہ لانا۔ دو تین ملاقاتوں کے بعد شاید وہ اس کے لئے تیار ہو جائے ۔۔۔۔ لیکن، ابھی میں اس سے یہ بات نہیں کہہ سکتی ۔۔۔۔ تم سمجھتے کیوں نہیں ۔۔۔۔ وہ عام قسم کی لڑکی نہیں ہے ۔۔۔۔ بڑی خاص لڑکی ہے ۔۔۔۔ بڑی خاص ۔۔۔۔ اور بڑی مشکل سے پٹڑی پر چڑھایا ہے میں نے اسے ۔۔۔۔ اس کی ماں تو باہر بھیجنے کے لئے تیار ہی نہیں تھی ۔۔۔۔ وہ لڑکی کو اکیلے نہیں جانے دیتی ۔۔۔۔ شوٹنگ پر بھی اس کے ساتھ جاتی ہے ۔۔۔۔ تم یقین کرنا سیٹھ کہ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ اکیلی باہر جائے گی۔ پہلی مرتبہ اور یہ اعزاز تمہارے حصے میں آ رہا ہے ۔۔۔۔ ارے اس کے لئے تو اتنے لوگ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑے ہیں کہ میں تمہیں کیا بتاؤں ۔۔۔۔ مجھے تو ڈر لگنے لگا ہے سیٹھ جی ۔۔۔۔ اگر کسی کو علم ہو گیا کہ میں نے اسے تمہارے ساتھ بھیجا ہے تو مجھے قتل ہی نہ کروا دے ۔۔۔۔ بہت احتیاط کرنا سیٹھ ۔۔۔۔ اسے معمولی لڑکی نہ سمجھنا ۔۔۔۔"

اس نے سیٹھ کو دوبارہ گڑبڑا کر رکھ دیا۔

"ارے جیسا تم حکم دو گی ویسا ہی ہو گا خانم ۔۔۔۔ ویسا ہی ہو گا ۔۔۔۔ میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ وحت تیرے کی"۔۔۔۔

اس نے باقاعدہ اپنے منہ پر ہلکی سی چپت رسید کر کے شرمندگی کا اظہار بھی کر دیا۔

"ٹھیک ہے کل پھر پلازہ میں ملاقات ہو گی"۔۔۔۔

خانم نے رخصت کی اجازت چاہی ۔۔۔۔

اور ۔۔۔۔

اپنے منصوبے کی پہلی کڑی مکمل ہونے پر وہ دل ہی دل میں مسکرا دی

○

پروین کو اس نے صرف یہی بتایا تھا کہ اسے سیٹھ ہانڈی والا کے ساتھ دو راتیں اور

دن گزارنا ہے اور روانگی پر اسے اپنی منزل سے سیٹھ سے چوری چھپے آگاہ کرنا ہے تاکہ سیٹھ کو شک بھی نہ گزرے اور خانم بھی باخبر رہے ۔۔۔۔

پروین بے چاری نے ہونقوں کی طرح سر ہلا دیا۔

اس کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ اسے کسی چکر میں قربانی کی بکری بنایا جا رہا ہے۔

پروین کو اس بات کا احساس تو ضرور ہونے لگا تھا کہ اس سیریل میں کام کرنے اور کچھ اخبارات میں ماڈلنگ کروانے کے بعد سے وہ اس شہر کی نمبرون ماڈل اور ایکٹریس بن چکی ہے۔

لیکن ۔۔۔۔

اس کے لاشعور میں یہ بات نقش ہو کر رہ گئی تھی کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف خانم کی بدولت ہے جس نے پروین کو جو ایک معمولی سی طوائف کی ناجائز اولاد تھی اور کسی طرح میٹرک پاس کر لیا تھا' زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔ جب سے وہ خانم کے زیر حفاظت آئی تھی اس کی ترقی ہونے لگی تھی خانم نے ایک منصوبہ بندی کے ساتھ اسے قدم بہ قدم آگے بڑھایا تھا۔ اس کی ماں اور جعلی باپ کو اس کی دونوں بہنوں اور ہیروئن کے عادی بھائیوں سے گندے علاقے سے نکال کر شہر میں ایک گھر رہنے کے لئے لے کر دیا تھا ۔۔۔۔

اور ۔۔۔۔

ان خدمات کے عوض اگر وہ پروین کی جان بھی مانگتی تو اسے دینے سے کیا انکار تھا۔ دوسری لڑکیوں کے برعکس جنہیں خانم معمولی بات پر پیٹ ڈالتی تھی۔ اس پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا گیا تھا۔ صرف ایک دو مرتبہ غصے میں اس نے پروین کو ایک دو تھپڑ ضرور مارے تھے۔

لیکن ۔۔۔۔

یہ بھی اس کا حق تھا ۔۔۔۔

پروین کے والدین کو خانم کی طرف سے ایمانداری سے ان کا حصہ مل جاتا تھا اور پروین کے لئے آسائشوں کے تمام دروازے کھلے تھے۔ اس کے والدین کو علم تھا کہ یہ ساری رونق میلہ صرف اور صرف خانم کی وجہ سے ہے اگر اس نے اس مرحلے پر بھی ہاتھ کھینچ لیا تو شاید پھر انہیں دوبارہ اس بازار میں واپس جانا پڑے جہاں جانے کا تصور ہی بڑا ہولناک تھا کیونکہ اب حالات بدل چکے تھے اور اس بازار کے دروازے بھی ان پر بند ہو چکے تھے۔

"ذرا ہوشیاری سے ——— سمجھ گئی ناں" ———

اسے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھاتے ہوئے خانم نے کہا۔

"جی خانم ——— آپ بے فکر رہئے ——— جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہو گا۔"

———

اس نے اطاعت گذاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

"اس موئے وحشی کو زیادہ فری نہ ہونے دینا ——— ابھی تمہیں بہت ترقی کرنی ہے اور یاد رکھنا جب تک تمہارا جسم قائم ہے ——— یہ بڑے بڑے سیٹھ کتوں کی طرح تمہارے پیچھے اپنی توندیں ہلاتے پھریں گے ——— انہیں تمہاری ایکٹنگ سے تمہاری ماڈلنگ سے کچھ لینا دینا نہیں ہے ——— ان موذیوں کا اگر کچھ تعلق ہے تو صرف تمہاری جنسی کشش سے ———"

خانم نے پیشہ ور نائکہ کی طرح اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں خانم ——— میں جانتی ہوں" ———

اس نے اپنے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ جمائی

واقعی پروین سے زیادہ اس تلخ سچائی کا ادراک اور کس کو تھا؟ اس نے زندگی کے تمام زینے اپنے بدن کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھ کر سر کئے تھے اگر اس کے پاس خوبصورت چہرہ اور جسم نہ ہوتا تو اس کے جعلی باپ کی عمر جتنا سیاہ منہ اور موٹی توند والا ٹی وی ڈائریکٹر اسے اس سیریل میں شاید نوکرانی کا رول بھی نہ دیتا ———

اسے اگر کچھ ملا تھا تو خانم کے تعلق اور اس کے ہاتھوں پروین کے بہترین استعمال کی بدولت ———

○

دونوں سہ پہر کو پلازہ میں پہنچ گئیں ———

یہ سیٹھ ہانڈی والے کے شہر میں موجود بہت سے دفاتر میں سے ایک دفتر تھا جس کو خصوصی اہمیت اس لئے حاصل تھی کہ یہاں وہ خاص مہمانوں کو بلایا کرتا تھا پھر بہت اہم قسم کی بزنس میٹنگ ہوا کرتی تھی۔

سیٹھ نے دونوں کا بڑے جی جان سے استقبال کیا ——— ان کے اعزاز میں انتہائی پرتکلف چائے بہت قیمتی کراکری میں پیش کی گئی۔

خانم کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی ———

اس کی روانگی کے فوراً بعد ہی سیٹھ نے بے تکلفی کا مظاہرہ شروع کر دیا جو پروین کے لئے نئی بات نہیں تھی۔

"میرے خیال سے یہاں مناسب نہیں"

اس نے سیٹھ سے کہا۔

"جیسے آپ کا حکم" ———

سیٹھ نے جوکروں کی طرح سینے پر ہاتھ باندھے۔

اور ———

ترنگ میں آکر اسے اپنے دو تین مضافاتی بنگلوں کے متعلق بتا کر اس کی چوائس دریافت کی۔

پروین نے ان میں سے ایک کا نام لے دیا ———

"ٹھیک ہے ——— ابھی وہیں چلتے ہیں ——— میں ذرا پانچ منٹ لوں گا ——— آپ کو زحمت تو ہو گی ——— معذرت ———"

ہانڈی والے نے اپنا بڑا سا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا اور اس سے اجازت لے کر

اردو فینز ڈاٹ کام

دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

شاید وہ ان پانچ منٹوں میں اگلے دو دن کے پروگرام نمٹانے گیا تھا۔ جو اسے پروین کے ساتھ اپنے اس بنگلے میں گذارنے تھے۔

یہ کمرہ ہر لحاظ سے کسی فائیو سٹار ہوٹل کا سویٹ دکھائی دے رہا تھا۔ جہاں انتہائی قیمتی فرنیچر بھی تھا اور ٹی وی کے ساتھ ایک بڑی سکرین لگا کر اسے سینما کی شکل دے دی گئی تھی ——

پروین نے اس کے باہر نکلتے ہی اپنے موبائیل فون پر خانم کا نمبر ملایا اور اسے اپنی اگلی منزل سے آگاہ کرنے کے فوراً بعد بند کر دیا جس کے بعد اس نے ملحقہ باتھ روم کا رخ کیا اور اپنا میک اپ درست کر کے باہر آ گئی ——

اب وہ ٹی وی سے دل بہلانے لگی تھی جس پر دنیا کے قریباً تمام چینلز دیکھنے کی سہولت حاصل تھی۔

قریباً دس منٹ بعد سیٹھ ہانڈی والا کمرے میں واپس لوٹ آیا۔ اس نے اپنے تین چار منٹ دیر سے آنے پر پروین سے بھکاریوں کی طرح ہاتھ باندھ کر بار بار معذرت کی تھی۔

اب وہ روانگی کے لئے تیار تھے۔

سفر آغاز کرنے سے پہلے سیٹھ ہانڈی والا نے سونے کا ایک قیمتی لاکٹ اور نوٹوں کا ایک بنڈل اسے تھما دیا۔

"یہ سب کچھ آپ کے شایان شان تو نہیں —— لیکن یہ ہماری طرف سے دوستی کے آغاز پر یہ تحفہ قبول فرمایئے" ——

اور ——

پروین نے بڑی نخوت اور ناز و انداز سے تحفہ قبول فرمالیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ انتہائی قیمتی اور آرام دہ مرسیڈیز کار میں محو سفر تھے۔ کار ڈرائیور چلا رہا تھا۔

لیکن ——

ان کے لئے وہ بظاہر اندھا گونگا اور بہرہ ہی بنا ہوا تھا۔

○

قریباً تین گھنٹے کی ڈرائیو انہیں اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیتی جہاں اپنی وحشت و بہیمت کو تسکین دینے کا سارا سامان سیٹھ ہانڈی والا نے جمع کر رکھا تھا۔

ہائی وے پر پہنچنے تک شام گہری ہو چکی تھی۔ آٹومیٹک نظام رکھنے والی گاڑی کی لائٹس خود بخود جل گئیں۔ قریباً ایک گھنٹہ کے سفر میں پروین کو ایک لمحے کے لئے بھی تھکان یا بے چینی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اس نے اپنا زندگی میں اتنی آرام دہ گاڑی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ حالانکہ دو تین مرتبہ وہ خانم کے ساتھ ہوائی جہاز کی فسٹ کلاس میں دارالحکومت کے چکر لگا چکی تھی جہاں اس کے ذریعے خانم نے اپنے کام نکلوائے تھے۔

لیکن ——

اتنے آرام اور سہولت کا احساس تو اسے وہاں بھی نہیں ہوا تھا —— گاڑی میں موجود آئس باکس میں مشروبات بجے تھے جو سیٹھ ہانڈی والا وقتاً "فوقتاً" اسے پیش کرتا رہا۔ اپنی مرضی کے میوزک سے وہ دل بہلاتے رہے —— ایک گھنٹہ مزید گزر گیا ——

اب رات ڈھل چکی تھی ——

گاڑی نے موڑ کاٹا اور ہائی وے سے اس ذیلی سڑک کی طرف مڑ گئی جہاں سے انہیں اپنے بنگلہ تک پہنچنا تھا۔ سٹریٹ لائٹ کا نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ان کے چاروں طرف ہولناک سناٹا تھا یہاں پر سیاہ رات کے لمبے اور مہیب سائے پھیلتے ہی چلے جا رہے تھے۔

یہاں سے آگے پندرہ بیس میل تک دونوں طرف ویرانی تھی جس کے بعد پھر آبادی کا نشان دکھائی پڑتا۔

ابھی وہ بمشکل دو ڈھائی میل ہی چلے ہوں گے جب انہیں سڑک کے درمیان

ایک جیپ کھڑی دکھائی دی۔ سیٹھ ہانڈی والا نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں دو پولیس کے سپاہیوں کو ٹارچ ہلاتے ہوئے دیکھا۔ شاید یہ کوئی پولیس ناکہ تھا۔

کبھی کبھی یہاں پولیس ممکنہ حفاظتی اقدامات کے تحت ناکے لگایا کرتی تھی۔ لیکن آج نجانے کیوں ان کی موجودگی پر سیٹھ ہانڈی والا کو بہت غصہ آیا۔

"الو کے پٹھے ——— انہیں بھی آج ہی مرنا تھا ———"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ڈرائیور نے اس کی طرف گردن موڑ کر شاید حکم دریافت کیا تھا۔ کیونکہ سیٹھ کی اجازت کے بغیر وہ پولیس تو کیا کسی بھی ایجنسی کے ناکے پر گاڑی نہیں روک سکتا تھا۔ خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جاتی۔

"بریک پر پاؤں رکھنا ——— اسے میرا صحیح تعارف نہ کروانا ———"

سیٹھ نے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا دیا۔

دونوں سپاہیوں کے نزدیک اس نے بریک لگا کر گاڑی روک دی اور ڈرائیور نے صرف اپنی سائیڈ کا شیشہ تھوڑا کھول دیا۔

"کیا بات ہے ———"

اس نے بڑے درشت لہجے میں سپاہیوں سے پوچھا۔

لیکن ———

دونوں سپاہی اس درمیان ٹارچ کی روشنی گاڑی کے اندر پھینک کر شاید اس کے مسافروں کی شناخت کر رہے تھے پھر ان کے چہرے کھل اٹھے۔

ان میں سے ایک نے بدستور ٹارچ جلائے رکھی جبکہ دوسرے نے ٹارچ کا رخ جیپ کی طرف کر کے شاید کوئی مخصوص اشارہ دیا تھا۔

جیسے ہی اس کا اشارہ موصول ہوا تین نقاب پوش جنہوں نے ہاتھوں میں کلاشنکوف پکڑ رکھی تھیں۔ برق کی سی تیزی سے ان کی طرف لپکے۔ وہ شاید جیپ کی آڑ میں اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ کسی کو دکھائی ہی نہ دے سکیں۔

ان میں سے ایک نے حیرت زدہ اور اچانک پڑنے والی افتاد سے قدرے گھبرائے ہوئے ڈرائیور کی کنپٹی پر کلاشنکوف کی نالی جما کر اسے باہر نکلنے کا حکم دیا ——— گاڑی کا انجن سٹارٹ تھا۔

لیکن ———

ڈرائیور نے جو صرف وقتی گھبراہٹ کا شکار ہونے کے بعد اب سنبھل چکا تھا بخوبی اندازہ لگا لیا کہ وہ گاڑی بھگا نہیں سکتا۔ اس طرح وہ سامنے آٹھ دس گز کے فاصلے پر سڑک کے عین درمیان کھڑی جیپ سے ٹکرا جائے گا اس نے پہلے اس پوزیشن میں ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈال کر نکلنے کا پروگرام بنایا تھا۔

لیکن ———

وہ اپنے سیٹھ کی زندگی کا خطرہ کبھی مول نہیں لے سکتا تھا۔ اگر جیپ کو ٹکر مار کر نکل جاتا تو بھی تینوں کلاشنکوفوں سے بیک وقت نکلنے والی گولیاں انہیں چھلنی کر کے رکھ دیتیں۔

○

اس کے لئے سوا سرنڈر کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

بادل نخواستہ اپنے ہونٹ کاٹتا وہ باہر نکل گیا ———

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ ———"

گن بردار نے سختی سے کہا۔

"کون ہو تم ——— کیا چاہتے ہو ———"

ڈرائیور کو اپنی بے بسی پر غصہ آنے لگا تھا۔ وہ صرف ڈرائیور نہیں سیٹھ ہانڈی والا کا باڈی گارڈ' راز دار اور ماضی کا معروف غنڈہ تھا۔

"شٹ اپ ——— دوبارہ کوئی سوال نہ کرنا ———"

اس گن بردار نے ڈرائیور کے پہلو میں بندوق کی نالی لگاتے ہوئے کہا۔

"مرد کے بچے ہو تو مجھے ایک موقعہ دے کر دیکھو ———"

اردو فینز ڈائجسٹ ڈاٹ کام

ڈرائیور پھٹ پڑا۔

لیکن ——

اس کے سوال کا جواب اسے اپنے سر پر لگنے والی اس زوردار ضرب کی صورت موصول ہوا جو اس گن بردار کے دوسرے ساتھی نے اپنی گن کے دستے سے اس کے سر پر لگائی تھی۔

ڈرائیور کٹے ہوئے درخت کے تنے کی طرح وہیں پر گر پڑا۔

"سالا —— بہت مرد بنتا ہے ——"

یہ کہتے ہوئے اس گن بردار نے ڈرائیور والی سیٹ سنبھال لی ——

سیٹھ ہانڈی والا کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

یہ خلاف توقع صورتحال اس کی جان بھی لے سکتی تھی اور دوسری طرف پروین کا برا حال تھا خوف سے اس کی گھگھی بندھ گئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی نظروں سے کبھی سیٹھ کی اور کبھی حملہ آوروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ڈرائیور کی سیٹ سنبھالنے والے نے آٹومیٹک دروازے کا لاک اپنے دائیں ہاتھ سے کھولا اور باہر کھڑے حملہ آور نے ہینڈل کھینچ کر دروازہ کھول دیا۔

"سیٹھ صاحب باہر تشریف لے آئیں۔ ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے —— آپ سیٹھ ہانڈی والا ہیں —— چلو اچھا ہو۔ ہم تو کسی اور کا انتظار کر رہے تھے" ——

اس نے بڑے نارمل لہجے میں کہا۔

سیٹھ نے کچھ ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

لیکن ——

اس نے کھلے دروازے سے سیٹھ کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکے سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیا

"ہانڈی والا لڑکھڑا کر سیدھا کھڑا ہوا تھا۔

"دیکھو سیٹھ تم دل کے مریض ہو۔ زیادہ ہل چل تمہارے لئے بہت نقصان دہ

ہے۔ اپنی جان سے جاؤ گے جو ہمارے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی بری بات ہے —— اپنے پہلوان کا انجام تو تم نے دیکھ لیا ہو گا۔" ——

اس نے باہر سڑک پر اوندھے منہ پڑے ڈرائیور کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے سر سے خون پرنالے کی طرح بہہ رہا تھا۔

"لو یہ گولی زبان کے نیچے رکھ لو۔" ——

اس نے اپنی جیکٹ کی جیب سے دل کے مریضوں والی مخصوص گولیوں کی ڈبی اس کی طرف بڑھائی۔

سیٹھ نے فوراً ہی اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔

گولی زبان کے نیچے رکھنے سے اس کی حالت قدرے سنبھل گئی تھی ——

"تم جو چاہتے ہو —— میں دینے کو تیار ہوں لیکن مجھے جانے دو ——"

اس نے بمشکل کہا۔

"ہم ایسا ہی کریں گے —— اور امید ہے تم بھی ایسا ہی کرو گے —— چپ چاپ ہماری ہدایات پر عمل کرو —— اور اس جیپ میں بیٹھ جاؤ" ——

گن بردار نے کہا۔

ہانڈی والا نے کچھ کہنا چاہا۔

لیکن ——

دوسرے ہی لمحے کلاشنکوف کی ٹھنڈی نالی اس کی گردن سے چپک گئی۔

"اب تم زبان سے کچھ نہیں کہو گے ——"

گن بردار نے اس کی گردن پر دباؤ بڑھایا۔

اور ——

سیٹھ ہانڈی والا ڈگمگاتے قدموں سے جیپ کی طرف چل دیا۔ اسے جیپ کی اگلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔

اس گن بردار تے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور سپاہیوں میں سے ایک پیچھے بیٹھ

اردو فینز ڈائجسٹ ڈاٹ کام

گیا۔

پروین پر کیا گذری ہے؟

اس کی گاڑی کہاں گئی؟

ڈرائیور کا کیا بنا؟

سیٹھ ہانڈی والا کو کچھ علم نہیں تھا۔

جیسے ہی دونوں جیپ میں داخل ہوئے۔ انجن سٹارٹ ہوا اور جیپ چل دی۔ بمشکل ایک فرلانگ دور جا کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے سپاہی نے پانی کی ایک بوتل اور فسٹ ایڈ بکس سیٹھ کی طرف بڑھا دیا۔

"اس میں تمہارے مطلب کی تمام گولیاں موجود ہیں۔ اگر سمجھ نہ آئے تو مجھے بتانا میں صرف ڈاکو نہیں ڈاکٹر بھی ہوں —— اگر کوئی تکلیف محسوس کر رہے ہو تو خود استعمال کر سکتے ہو —— اپنے اوسان بحال رکھو۔ اس میں خیریت ہے۔ سیٹھ! اگر جان ہی چلی گئی تو کیا کرو گے اتنی دولت اور یہ بد معاشیاں —— با جان ہے تو جہان ہے ——"

اور سیٹھ ہانڈی والا نے واقعی اس کی بات مان لی۔

اس نے بکس کھول کر سپاہی کی ٹارچ سے ہونے والی روشنی میں اس میں سے دو تین گولیوں کا انتخاب کیا اور انہیں پانی سے نگل گیا۔ ان میں ایک ٹرنکلائزر بھی تھا۔

دس پندرہ منٹ بعد سیٹھ کو نیند آئے گی پھر وہ واقعی سو گیا۔ جیپ کب تک چلتی رہی۔

کہاں رکی؟ ——

کب رکی؟ ——

وہ جیپ سے اس آرام دہ کمرے تک کیسے منتقل ہوا؟

ان سوالات کے جوابات دینے کے لئے یہاں کوئی موجود نہیں تھا —— جہاں اس کی آنکھ کھلی وہ کمرہ بہت آرام دہ تھا۔ یہاں ضرورت کی ہر شے سوائے ٹیلی فون کے موجود تھی۔ ان لوگوں نے یقیناً سیٹھ ہانڈی والا کی تلاشی لی تھی۔

لیکن ——

اس کی جیب سے کچھ نہیں نکلا تھا۔

اسے اپنا سر بھاری ہونے کا احساس ضرور ہوا تھا لیکن یہ معمول کی بات تھی۔

سیٹھ ہانڈی والا نے اس آرام دہ پلنگ سے اٹھ کر جس پر وہ فروکش تھا چاہا کہ کھڑکی کے ذریعے باہر کا منظر دیکھنے کی کوشش کرے ——

کچھ سوچ کر اس نے پردہ ہٹا دیا کھڑکیاں باہر سے بند تھیں۔ البتہ باہر سورج نکل آیا تھا۔

البتہ کھڑکی سے باہر اونچی اونچی دیواریں اور کچھ درختوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ اونچی اونچی دیواروں والی کسی عمارت کے اس کمرے میں بند تھا۔ کمرے کا دروازہ بھی باہر سے بند تھا۔

سیٹھ ہانڈی والا نے ملحقہ باتھ روم کا دروازہ کھولا اور خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔

○

پروین کو خوف سے اپنا سانس کرنا محسوس ہو رہا تھا ——!!

انہوں نے سڑک پر گرے ڈرائیور کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف باندھے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور کھینچ کھانچ کر اسے کار کی اگلی سیٹ پر پھینک دیا۔

دوسرا سپاہی پروین والی سیٹ کے دوسرے کونے پر بیٹھ گیا اور گاڑی چل پڑی۔

"ہم نے آپ کے احترام میں آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی —— کیونکہ ہم ٹی وی بھی دیکھتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ نارمل رہیں۔ اس میں ہم سب کی بھلائی ہے۔"

اس کی سیٹ پر دوسرے کونے میں بیٹھے شخص نے کہا۔

پروین پہلے ہی خوفزدہ تھی اب وہ اور سمٹ کر بیٹھ گئی۔

اسے کچھ علم نہیں تھا کہ گاڑی کدھر جا رہی ہے۔

انہیں کون لے جارہا ہے؟

کہاں لے جارہا ہے؟

کہیں ان لوگوں نے انہیں غلط فہمی کی بنا پر تو اغوا نہیں کرلیا؟

اگر یہ واقعی سیٹھ ہانڈی والا کو اغوا کرنا چاہتے تھے تو بھی اس کا اس جھگڑے سے کیا واسطہ؟

اس نے ہمت کر کے پوچھنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ اس بات کا تو اسے علم ہو گیا تھا کہ انہوں نے پروین کو پہچان لیا ہے۔

عین ممکن ہے اسے آرٹسٹ جان کر وہ اس کو چھوڑ دیں۔ یہی سوچتے ہوئے اس نے اپنے گلے کو تھوک نگل کر تر کیا اور ان سے مخاطب ہوئی۔

"دیکھئے بھائی صاحب! میرا اس معاملے سے کیا لینا دینا۔ آپ مجھے——"

"چپ چاپ بیٹھی رہو' ورنہ وہ حشر کریں گے کہ ساری زندگی اپنے قدموں پر چلنے کے لائق نہیں رہو گی —— اگر دوبارہ بات کرنے کی کوشش کی تو زبان کھینچ لوں گا ——"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور نے گردن گھما کر اسے خونین نظروں سے دیکھا اور پروین کو یوں لگا جیسے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو——

گاڑی میں اے سی پوری رفتار سے چل رہا تھا۔

لیکن——

اسے ماتھے پر ٹھنڈے پسینے کا احساس ہوا۔

اس خوف سے کہ کہیں اغوا کرنے والے برا نہ مانیں اس نے اپنے ماتھے کا پسینہ بھی صاف نہ کیا۔

ان کے سفر کا اختتام قریباً آدھا گھنٹہ بعد ہوا تھا

ان لوگوں نے کچے پکے ٹیڑھے میڑھے راستوں پر قریباً بیس منٹ تک گاڑی چلائی تھی۔ اب وہ ایک بڑی سی حویلی میں داخل ہو رہے تھے۔ جس کے دروازے پر موجود

نگہبان نے ٹارچ کی روشنی ان پر پھینکی اور دروازہ کھول دیا——

پروین کا دروازہ اندر موجود پہرے دار نے ہی کھولا تھا۔ جس کے آواز دینے پر ایک عورت وہاں آگئی تھی جس نے پروین کو اندر کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھی سیٹھ ہانڈی والا جیسے آرام دہ کمرے میں بند تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس کے ساتھ وہی عورت موجود تھی۔ شاید ان لوگوں کو یہ خوف رہا ہو کہ پروین گھبرا کر خودکشی ہی نہ کرلے۔

✽✽✽

اردو فنز ڈاٹ کام

نیا باب

سیٹھ ہانڈی والا باتھ روم سے نکل کر دوبارہ کمرے میں بستر پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ اور لمبے لمبے سانس لے کر بظاہر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ابھی تک دوائیوں والا بکس اس کے سرہانے دھرا تھا جبکہ کمرے کے ایک کونے میں موجود فریج میں مختلف مشروبات بھی رکھے تھے۔

اچانک ہی سامنے والا دروازہ کھلا اور ایک مودب ملازم ٹرالی گھسیٹتا اندر آگیا جس کے تعاقب میں ایک مسلح پہرے دار بھی اندر آیا تھا——

سیٹھ ہانڈی والا سہم کر کھڑا ہو گیا——

"بیٹھو سیٹھ—— بیٹھو۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ناشتہ ناشتہ کرو—— ابھی سائیں حکم داد آتے ہیں۔ وہ بات کریں گے۔ تب تک خود کو نارمل کر لو۔ سائیں سے بات ذرا تمیز سے کرنا۔ تم تو اسے جانتے ہی ہو گے"—— پہرے دار نے کہا۔

سیٹھ ہانڈی والا کو قالین اپنے پاؤں تلے سرکنے کا احساس ہوا۔

وہ مفرور ڈاکو حکم داد کے قبضے میں تھا۔ جس نے کبھی سرکار دربار کی کوئی لوٹی ہوئی شے واپس نہیں لوٹائی تھی۔

ایک بات تو طے تھی کہ اسے جس مقصد کے لئے بھی حکم داد نے اغوا کیا ہے اسے پورا کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

سیٹھ ہانڈی والا کے لئے اب دو ہی راستے تھے یا تو وہ خوف کے ہاتھوں اپنی جان

دے دے یا پھر حوصلہ کرے اور خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔

اس نے بڑی ہمت کے بعد دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اسے یہاں اپنی گاڑی 'ڈرائیور' پروین سب کچھ بھول گیا تھا۔ اس کی طرف سے سب کچھ جہنم میں جاتا۔

لیکن——

اس کی جان بچی رہتی۔ اور اس پر کوئی آنچ نہ آتی۔ اس کے اندر موجود سرمایہ دار مطلب پرست انسان مکمل جاگ چکا تھا اب اسے سوائے اپنی جان کے اور کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

اگر اس کی جان کے بدلے دو جانیں بھی چلی جاتیں تو بھی یہ کوئی مہنگا سودا نہیں تھا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے پلیٹ تھامی اور ٹرالی میں موجود انواع و اقسام کی اشیاء خوردونوش سے کچھ ڈال کر اپنے حلق میں انڈیلنے لگا۔

جسم و جاں کا رشتہ' برقرار رکھ کر ہی وہ کچھ کر سکتا تھا۔

بیرا بڑے مودب انداز میں ایک کونے میں اس کے حکم کا منتظر کھڑا رہا۔ جبکہ پہرے دار باہر چلا گیا تھا۔

سیٹھ ہانڈی والا نے ایک دو گولیاں مزید نگل لیں اور اب کافی بنا کر پی رہا تھا۔ اس نے بیرے کو ٹرالی لے جانے کا اشارہ کیا اور وہ ٹرالی گھسیٹتا ہوا جس دروازے سے اندر آیا تھا اسی سے باہر چلا گیا۔

بیرے کی روانگی کے بعد اس نے دوبارہ ٹی وی سوئچ آن کر دیا اور ڈش پر مختلف چینل دیکھنے لگا۔ پھر بستر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ابھی اسے بیٹھے بمشکل پندرہ بیس منٹ ہی گزرے تھے جب اچانک دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش اندر داخل ہوا جس کے ساتھ دو گن بردار بھی اندر آگئے تھے۔

"سناؤ سیٹھ ہانڈی والا میرے بندوں کی طرف سے کوئی بے آرامی تو نہیں ہوئی؟"

——اس نے عجیب سے لہجے میں دریافت کیا۔

اردو منزل ڈاٹ کام

"آپ لوگ کیا چاہتے ہیں"——
سیٹھ نے حوصلہ کر کے پوچھا۔

"چلو یہ تو اچھا ہوا کہ تم کچھ سمجھ گئے ہو—— دیکھو سیٹھ میں صرف ایک مرتبہ اپنی بات دھرایا کرتا ہوں اگر تو اس کا جواب میری مرضی کے مطابق ہوا تو تم محفوظ رہو گے بصورت دیگر میرے ساتھی تمہیں فوراً گولی مار دیں گے—— میرے لئے تمہاری موت یا زندگی کچھ بھی فائدہ یا نقصان نہیں کرے گی۔ تم جانتے ہو میرے سر کی قیمت سرکار کی طرف سے مقرر ہے۔ میرے ذمے پچاس سے زیادہ قتل ڈالے ہوئے ہیں جہاں پچاس وہاں اکیاون کیا فرق پڑے گا—— اور ہاں میں ڈاکو ضرور ہوں لیکن ہر کسی کو نہیں لوٹتا—— تم سے وہی ڈیمانڈ کروں گا جو تم پوری کر سکو—— ناجائز مطالبہ نہیں ہو گا—— اب بتاؤ تم اگلی بات سننے کے لئے تیار ہو"—— حکم داد نے یا وہ جو کوئی بھی تھا سیٹھ کی آنکھوں میں جھانکا۔

خوف کی ایک ٹھنڈی لہر سیٹھ ہانڈی والا کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی تھی جس نے ایک مرتبہ تو اس کے سارے جسم کو جھنجنا کر رکھ دیا۔

"دیکھو سائیں میں دل کا مریض ہوں تم نے جو بھی کہنا ہے خدا کے لئے جلدی کہو—— میری حالت پر رحم کرو۔"——
ہانڈی والا نے قریباً کپکپاتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ ہانڈی والا تم نے پچھلے ماہ جو انکم ٹیکس ریٹرن بھیجی ہیں ان میں دو کروڑ کی ہیرا پھیری کی گئی ہے—— تمہاری کنسٹرکشن کمپنی نے پانچ ماہ پہلے ڈیڑھ کروڑ روپیہ ناجائز بچایا۔ ان بدمعاشیوں کا تو ہمیں علم ہے جبکہ تمہارے درجنوں پراجیکٹ ہیں ہمیں فوری طور پر دو کروڑ روپیہ غیر ملکی کرنسی ڈالر اور پاؤنڈ میں درکار ہیں—— اگر تم اگلے دو دن میں اس کا بندوبست کر سکو تو ٹھیک ورنہ 48 گھنٹے کے بعد ہم تمہیں جان سے مار دیں گے—— تمہارا جو بھی فیصلہ ہے اس سے ہمیں ہاں یا ناں میں آگاہ کر دو—— ابھی اسی وقت۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "ناں کی صورت میں تمہیں مزید 48 گھنٹے زندہ رہنے کی

ہلت بھی نہ ملے اور تم ابھی مار دیے جاؤ—— ہاں ایک سہولت ضرور حاصل ہو گی کہ تمہیں اپنی مرضی کی موت انتخاب کرنے کا موقعہ دیا جائے گا"——

حکم داد نے اپنا حکم سنا کر جواب طلب نظروں سے سیٹھ ہانڈی والا کی طرف دیکھا جس نے اگر چند منٹ پہلے بطور احتیاط تین چار گولیاں نہ کھالی ہوتیں تو طلب کردہ رقم سن کر اس کا ہارٹ ہی فیل ہو جاتا۔

سیٹھ ہانڈی والا نے زندگی میں کروڑوں روپیہ حرام کاری پر ضرور لٹایا تھا لیکن اس نے کبھی ایک پیسہ حلال کے راستے میں خرچ نہیں کیا تھا۔ یہ عادت بھی اسے ورثے میں ملی تھی۔

وہ اگر خیرات بھی کرتا تو بے پناہ تشہیر کے ساتھ——
کسی خیراتی ادارے، ہسپتال، یتیم خانے وغیرہ کو چندہ وہ اس لئے دیتا تھا کہ اس چکر میں انکم ٹیکس کی رقم معاف کروا سکے۔

اس شہر میں بیگمات کی کئی نام نہاد تنظیموں کا وہ چیرمین وغیرہ تھا اور وہاں صرف خواتین کے حصول کے لئے پیسہ دیتا تھا۔ اب اچانک حکم داد نے دو کروڑ کا مطالبہ اور وہ بھی غیر ملکی کرنسی میں کر کے اس کی جان ہی نکال دی تھی۔

"دیکھو سائیں حکم داد بزنس کے جو حالات ہیں——"

"چپ"——
اچانک ہی حکم داد کے گن بردار ساتھی نے اسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے اس کی بات ٹوک دی۔

"بابا سیٹھ ہانڈی والا تمہیں شاید میری بات کی سمجھ نہیں لگی۔ بابا یہ کوئی انکم ٹیکس کا دفتر نہیں ہے جہاں تم اپنا لیکچر سنانے لگو—— میں نے تم سے کہا تھا کہ سائیں کو جواب ہاں یا ناں میں ملنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اگر تم کچھ بھی کہو گے تو یہ لوگ تمہیں وقت سے پہلے گولی مار دیں گے۔"——

حکم داد نے اپنی بات مکمل ہی کی تھی جب اس کے ساتھی نے گن کا لیور کھینچ کر

اردو فینز ڈاٹ کام

کھٹاک کی آواز پیدا کرتے ہوئے اس کا منہ ہانڈی والا کی طرف سیدھا کر لیا جس کے بدن پر لرزہ طاری ہونے لگا تھا۔

سیٹھ ہانڈی والا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آدم خور درندوں میں پھنس گیا ہو جو اس کی کسی بھی حرکت سے ناراض ہو کر اسے زندہ جلا ڈالیں گے ——

یہاں ایک ایک لمحہ اس کے لئے عذاب ناک ہو رہا تھا۔

اسے جلد از جلد یہاں سے نکلنا تھا۔ ورنہ کسی بھی وقت اس پریشر کی وجہ سے اس پر ہارٹ اٹیک ہو سکتا تھا ——

آخر ان گولیوں سے وہ کب تک اپنے آپ کو بچائے رکھتا؟

ہاں —— ہاں —— کرتا ہوں —— کرتا ہوں" ——

اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"یہ ہوئی ناں بات —— شاباش سیٹھ ہانڈی والا —— ہمیں تم سے یہی امید تھی۔ آخر تم ایک کامیاب بزنس مین ہو —— اگر زندگی رہی تو ایسے کئی کروڑ تم کما لو گے —— اگر مر گئے تو تمہارے اربوں روپے بھی کس کام کے" ——

یہ کہہ کر حکم داد نے زوردار قہقہہ بلند کیا اس کے تمام ساتھیوں نے اس کی تقلید کی تھی۔

○

حکم داد چلا گیا ——

ان لوگوں نے ہانڈی والا کو ایک سے دوسرے کمرے تک اور پھر اس حویلی کے باغ میں گھومنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

لیکن ——

ابھی تک سیٹھ ہانڈی والا کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ ہے کہاں اور اس حویلی کے باہر کیا ہے۔

حکم داد کے حکم پر اس نے اپنے ایک خاص بروکر کے نام اپنی مخصوص زبان میں

رقعہ لکھ کر دیا تھا جس سے اپنی غیر ملکی کرنسی میں یہ رقم وصول کرنی تھی۔

"مجھے یہ کہنے کی تو ضرورت نہیں کہ اگر اس میں کوئی چکر بازی ہوئی تو تم ——

"

حکم داد نے بائیں ہاتھ سے □□ کہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی بات نامکمل چھوڑ دی۔

سیٹھ ہانڈی والا کے بدن پر تپ محرقہ کا لرزہ مسلسل طاری تھا —— آج تک اس نے اتنی خطیر رقم یک مشت غیر ملکی کرنسی میں کسی کو ادا نہیں کی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے اس کا بروکر کسی شک کی بنا پر رقم دینے سے انکار ہی نہ کر دے ——

"دیکھو سائیں تم ہر طرح انکوائری کر سکتے ہو کہ میں نے کوئی چکر بازی نہیں کی لیکن ایک بات ہے کہ آج تک میں نے کبھی غیر ملکی کرنسی میں اتنی بڑی رقم کیش ادا نہیں کی۔ اس لئے ممکن ہے بروکر مجھ سے بات کرنے کے بعد ہی اس پر عمل کرے —— تم میرا اس سے فون پر رابطہ کروا دو تو زیادہ بہتر ہے ——"

اس نے بالآخر ہمت کر کے کہہ ہی دیا ——

حکم داد سوچ میں پڑ گیا ——

اس نے سیٹھ کو اس کمرے میں چھوڑا اور دوسرے کمرے میں اپنے ایک ساتھی سے مشورہ کرنے لگا۔ قریباً پانچ منٹ کے بعد جب وہ لوگ کسی نتیجے پر پہنچ گئے تو اس نے کمرے میں آ کر سیٹھ ہانڈی والا سے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم آج رات تمہاری فون پر بات کروا دیتے ہیں —— تمہارے بات کرنے کے فوراً بعد ہمارا بندہ تمہارے بروکر سے ملے گا —— اگر اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی تو تم جانتے ہی ہو یہاں تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔" ——

حکم داد کی بات کا جواب سیٹھ ہانڈی والا نے صرف اطاعت میں گردن جھکا کر دیا تھا۔ سیٹھ کو اکیلا چھوڑ کر وہ لوگ باہر چلے گئے ——

اردو فینز ڈاٹ کام

تھوڑی دیر بعد ان کی واپسی ہوئی۔ اس مرتبہ حکم داد ان میں موجود نہیں تھا۔ اس نے وڈیرہ سولنگی کو جو یہاں نزدیک ہی موجود تھا ایک ایک لمحے کی کارروائی سے باخبر رکھا تھا۔

وڈیرہ سولنگی نے ایک ایک لمحے کی کارروائی سے اپنے "مالکان" کو باخبر رکھا تھا جنہوں نے اچانک ہی اسے نئی ہدایات جاری کردی تھیں۔ ابھی تک کھیل ان کی توقعات کے مطابق نہیں چلا تھا۔

وہ تو سنسنی پیدا کرنا چاہتے تھے ——

اور ——

یہاں معاملہ سیدھا ہی چل رہا تھا۔

انہوں نے یہ ڈرامہ وڈیرہ سولنگی کو دو کروڑ روپیہ دینے کے لئے تو نہیں رچایا تھا۔ وہ تو چیمبر آف کامرس کے صدر کو اغوا کروا کر ملک کی تاجر برادری میں حکومت کے خلاف نفرت اور بعد میں کوئی عملی اقدام کروانا چاہتے تھے۔

وڈیرہ سولنگی نے حکم داد کو نئی ہدایات دے دی تھیں جن پر وہ عمل کرنے جا رہا تھا۔

○

سیٹھ ہانڈی والا کو سہ پہر کے بعد ان لوگوں نے فون کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے جانے کا حکم یہ دیا تو سیٹھ ہانڈی والا نے خدا کا شکر ادا کیا۔ انہوں نے سیٹھ ہانڈی والا کی آنکھوں پر پٹی اس کمرے ہی میں باندھ دی تھی اور اسے اپنے ساتھ ہی باہر لے آئے تھے۔

انہوں نے سیٹھ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کسی کار میں بیٹھنے میں مدد دی تھی —— جس کے بعد گاڑی سٹارٹ ہو گئی۔ سیٹھ ہانڈی والا کو وقت کا کچھ صحیح اندازہ تو نہیں تھا لیکن اس کے محتاط اندازے کے مطابق جب کار رکی تو اس نے تقریباً آدھا گھنٹہ سفر کیا تھا۔

اب کار رک گئی تھی ——

اسے پیدل چلایا جا رہا تھا۔

مسلسل آنکھوں پر پٹی باندھے رہنے سے اس کی آنکھوں میں درد ہونے لگا تھا لیکن وہ خوف کے مارے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا نہیں کر رہا تھا۔ خدا جانے یہ لوگ کس بات سے ناراض ہو کر اسے گولی مار دیں —— اب تک تو انہوں نے یہی تاثر دیا تھا۔

اس مرتبہ سیٹھ کی آنکھوں سے پٹی اتار کر انہوں نے اسے فی الوقت آنکھیں بند رکھنے کے لئے کہا تھا اور پھر ایک کمرے میں دھکیل دیا۔

اچانک ہی سیٹھ کو یوں لگا جیسے وہ کوئی فلم دیکھ رہا ہو —— اس کو آنکھیں کھولنے پر پہلے تو سارا منظر گھومتا دکھائی دیا جس کے بعد اچانک اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے اس کے سامنے ایک شاندار کمرے کے آرام دہ پلنگ پر پروین لیٹی ہوئی تھی شاید وہ سو رہی تھی۔

سیٹھ نے سب کو بھول کر بے چینی سے اسے تقریباً جھنجوڑ کر رکھ دیا ——!

پروین نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے سیٹھ ہانڈی والا کو دیکھ کر حیران رہ گئی ——

"آ آ آپ اور یہاں ——"

اس کے منہ سے بمشکل نکلا۔

سیٹھ ہانڈی والا نے اس کے سامنے بیٹھ کر کچھ کہنے کی کوشش کی پھر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا اسے ابھی تک ڈھنگ سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پروین نے اچانک ہی سیٹھ ہانڈی والا کو وہاں دیکھ کر بھاں بھاں کر کے رونا شروع کر دیا۔

شاید اسے یہی موقعہ اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے غنیمت دکھائی دیا تھا۔

سیٹھ ہانڈی والا کے پھر ہاتھ پاؤں پھول گئے بمشکل اس نے پروین کو اور خود کو نارمل کیا۔

اچانک ہی دروازہ کھلا اور ایک بیرا پر تکلف چائے کی ٹرالی کھینچ کر لے آیا اس نے

اردو فینز ڈاٹ کام

چائے وہاں چھوڑی اور ان سے کوئی بات کئے بغیر جس طرح چپ چاپ یہاں آیا تھا۔ اسی طرح چپ چاپ واپس لوٹ گیا۔

سیٹھ ہانڈی والا نے پروین اور اپنے لئے چائے تیار کی اور بمشکل اسے چائے پینے پر رضامند کیا۔

"خدا کے لئے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرو۔ میں نے ان کی ڈیمانڈ پوری کر دی ہے اور رقم ملتے ہی ہمیں رہائی مل جائے گی —— یہ وحشی درندے ہیں اگر انہیں کسی بات پر بھی غصہ آگیا تو ہمیں بلا جھجک مار ڈالیں گے۔" ——

ہانڈی والا نے پروین سے کہا جو سہم کر چپ کر گئی۔ اس نے ہانڈی والا کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے پہلے غسل خانے سے منہ دھو کر خود کو نارمل ظاہر کیا پھر چائے پینے لگی۔

چائے پینے کے دوران دونوں باتیں بھی کرتے رہے ——

دونوں اب خود کو قدرے نارمل محسوس کرنے لگے تھے۔

○

اس مرتبہ دروازہ کھلا تو ایک گن بردار اندر داخل ہوا۔ اس نے ہاتھ میں کاپی اور پینسل پکڑ رکھی تھی۔

"اپنے بروکر سے جن نمبروں پر رابطہ ممکن ہے اور تم بات کر سکتے ہو۔ وہ نمبر لکھ دو"

اس نے سیٹھ سے براہ راست مخاطب ہو کر کہا۔

سیٹھ ہانڈی والا سمجھ گیا کہ وہ لوگ شاید پروین کو ان نمبروں کا علم نہیں ہونے دینا چاہتے۔ اس نے کچھ فاصلے پر صوفے کے ساتھ دھری میز پر کاپی رکھی اور صرف ایک نمبر لکھ کر اس کی طرف بڑھا دی۔ نمبر کے ساتھ اس کا نام بھی لکھا تھا۔

"صرف ایک نمبر ہے۔" ——

نووارد نے دریافت کیا۔

"ہاں یہ اس کا پرائیویٹ نمبر ہے جس پر صرف تین چار لوگ ہی اس سے بات کرتے ہیں۔ اس نمبر پر وہ 24 گھنٹے موجود رہتا ہے ——"

ہانڈی والا نے کہا۔

"ٹھیک ہے —— تم تھوڑی دیر کے لئے کمرے سے باہر آجاؤ ——"

یہ حکم دے کر وہ پروین کی طرف دیکھے بغیر باہر چلا گیا۔

ہانڈی والا نے کھنگار کر گلہ صاف کیا اور دھڑکتے دل سے پروین سے الگ ہو کر دروازہ کھول کر باہر آگیا ——

اس نے پروین کو ہاتھ کے اشارے سے وہیں رکنے کے لئے کہا۔

○

کمرے کے باہر آدمی اس کے منتظر تھے۔ ان میں سے ایک نے بڑی پھرتی سے اس کی آنکھوں پر دوبارہ پٹی باندھ دی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنا شروع کر دیا۔

ہانڈی والا کو علم نہ ہو سکا کہ وہ اسے قریباً چھ سات منٹ تک اسی عمارت کے اندر گھماتا رہا اور بالآخر سامنے والے کمرے میں لے جا کر اس کی آنکھیں کھول دیں۔ جہاں حکم داد اس کا منتظر تھا۔ جس نے اس درمیان وڈیرہ سولنگی تک یہ نمبر پہنچا دیا تھا اور وڈیرہ نے محض پانچ منٹ ہی میں اس بات کا پتہ اپنے ایک خصوصی سورس سے لگالیا تھا کہ کہیں یہ ٹیلی فون "بگ" تو نہیں ہو رہا —— اس کی طرف سے کلیرنس ملنے پر ہی انہوں نے سیٹھ کی بات کروانے کا ارادہ کیا تھا۔

جس جگہ سیٹھ کو فون کرنے کے لئے لایا گیا تھا —— یہ شہر کی حدود میں ہی واقع تھی۔

لیکن ——

سیٹھ ہانڈی والا کو یہی تاثر دیا جا رہا تھا جیسے وہ شہر سے بہت دور کسی اجاڑ جگہ پر ڈاکوؤں کے کسی خفیہ ٹھکانے پر موجود ہیں ——

اس نے سیٹھ کو دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کے لئے کہا۔ اسے اپنے

اردو فینز ڈاٹ کام

بندے کا نام بتایا جو بروکر سے رقم لینے جائے گا اور سختی سے ہدایت کی کہ وہ بروکر سے انتہائی مختصر بات کرے گا جس میں قطعاً "اسے کوئی اشارہ نہیں دیا جائے گا — وہ بروکر کو بھی نہیں بتائے گا کہ رقم کیوں منگوا رہا ہے اور نہ ہی اسے کوئی سوال کرنے کا موقعہ دے گا بس اسے اس انداز میں حکم دے گا کہ بروکر کے لئے سوائے اس کے حکم کی تعمیل کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو یہی اس کی زندگی کی ضمانت ہے۔ اگر بروکر کو اس بات کا شک بھی گذرا کہ اسے اغوا کر کے رقم بطور "تاوان" وصول کی جارہی ہے تو بھی وہ اسے مار ڈالیں گے۔

سیٹھ ہانڈی والا کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

گو کہ اس کی بروکر کی ہمت نہ تھی کہ اس سے کوئی بھی سوال کرتا۔

لیکن ——

عین ممکن تھا کہ اتنی خطیر رقم سن کر اس کو شک گذرتا یا وہ رقم دینے کے بعد ہی کوئی ایسی حرکت کرتا جس سے اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو —— اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ دل ہی دل میں دعا کا سہارا لیا اور اثبات میں گردن ہلادی۔

حکم داد نے فون خود ملایا تھا دوسری طرف سے گھنٹی بجنے پر اس نے فون سیٹھ ہانڈی والا کو تھمادیا اور وہاں اس کے دو ساتھیوں نے بندوقیں اس کی طرف سیدھی کر لیں ——

"ہیلو —— شاہانی بھائی میں ہانڈی والا بول رہا ہوں" ——

اس نے دوسری طرف سے آواز آنے پر اپنا تعارف کروایا اور رسمی سی خیریت دریافت کرنے کے بعد اسے بتایا اچانک ایک ایمرجنسی کے سبب اسے فوراً دو کروڑ غیر ملکی کرنسی چاہئے جس کے لئے فلاں آدمی اس کے پاس آئے گا وہ اسے رقم دے دے ——"

سیٹھ ہانڈی والا کوئی معمولی آدمی نہیں تھا —— دوسری طرف سے اگلا سوال پوچھنے کی کسی نے ہمت ہی نہیں کی۔

اس کے بروکر نے یہی جانا ہوگا کہ سیٹھ ضرور کوئی "انڈر ایڈوائس ڈیل" کر رہا ہے۔ ایسی ہیرا پھیریاں اس کا معمول تھا اور عموماً ایسے سودے کے لئے وہ بلیک منی ہی استعمال کیا کرتا تھا ——

لیکن ——

اس نے اپنی بزنس لائف میں آج تک اچانک اتنی بڑی رقم نہیں مانگی تھی —— بروکر نے ایک لمحے کے لئے ضرور سوچا پھر خود ہی بڑبڑا کر رہ گیا۔

"سالا کوئی لمبا ہاتھ مار رہا ہوگا ——"

فون بند ہوگیا۔

حکم داد نے اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کا آدمی آج رات ہی پیسے لے لے —— اسے مل جائیں گے۔"

ہانڈی والا نے اطاعت گذار لہجے میں کہا۔

"شاباش سیٹھ ہانڈی والا تم بڑے کام کے آدمی ہو —— بہت سمجھدار اگر باقی لوگ بھی تمہاری طرح عقل مند ہوں تو اپنی جان سے ہاتھ نہ دھوئیں —— خیر ہم بھی تم جیسے لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور تمہیں اس کا انعام دیں گے —— رقم ملنے کے تین چار گھنٹے بعد تم رہا کر دیے جاؤ گے —— لیکن ایسا کل صبح سے پہلے ممکن نہیں جس کے بعد رات کے اندھیرے میں ہم تمہیں تمہاری گاڑی اور ڈرائیور سمیت شہر کے نزدیک چھوڑ جائیں گے —— ہاں وہ چھوکری ابھی کچھ دن ہماری مہمان رہے گی —— البتہ تمہیں آج کی رات کھلی چھٹی ہے —— تم عیاشی کے لئے ہی اسے لائے تھے اس لئے اس پر پہلا حق بھی تمہارا ہے —— کل صبح تک تم اس کے ساتھ اپنی مرضی کا وقت گذار سکتے ہو —— جس کے بعد پھر چند روز وہ صرف میری مہمان رہے گی ——"

حکم داد نے اپنی مونچھوں پر الٹا ہاتھ پھیرا اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ دیوانہ وار قہقہے لگاتے گئے۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"جاؤ سیٹھ ہانڈی والا جاؤ۔ موج میلہ کرو۔ موج مستی کا سارا سامان تمہارے کمرے میں پہنچا دیا گیا ہے ——— تمہارا ڈنر بھی وہیں پہنچ جائے گا۔ جس چیز کی ضرورت ہو بلا تکلف بتا دینا ——— بلا تکلف ———"

○

ایک مرتبہ پھر سیٹھ ہانڈی والا کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے بعد انہوں نے اسے چھ سات منٹ تک چکر لگوانے کے بعد اسی کمرے میں پہنچا دیا۔ جہاں پروین سکڑی سہمی صوفے کے ایک کونے میں دم سادھے بیٹھی اپنی بد بختی اور ستم ظریفی حالات پر آنسو بہا رہی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی اس نے غسل خانے کا رخ کیا اور وہاں سے اپنا چہرہ دھو کر باہر آئی تاکہ ان لوگوں کو اس پر رونے کا شک نہ ہو جائے۔

کمرے میں آنے والے کسی بھی شخص نے ابھی اس سے تعرض نہیں کیا تھا ——— پھر بھی اس نے احتیاط ہی مناسب جانی ———

سیٹھ کی آمد کے فوراً ہی بعد جب اس کی آنکھوں سے پٹی کھل چکی تھی۔ ایک بیرا ٹرالی گھیسٹتا اندر آیا۔ اس ٹرالی پر جو مشروبات سجے تھے ان پر ایک نظر پڑتے ہی ایک لمحے کے لئے تو سیٹھ اپنا سارا غم بھول گیا ——— بلاشبہ ٹرالی پر دنیا کی بہترین شراب کی بوتلیں موجود تھیں ———

"سر! آپ اور میڈم دونوں صبح تک یہیں قیام فرمائیں گے۔ رات آپ کے لئے ڈنر کتنے بجے سرو کیا جائے۔ آپ کی اور میڈم کی چوائس کیا ہے اور صبح آپ دونوں کیا بریک فاسٹ لینا پسند کریں گے اور کتنے بجے ———"

اس نے ریکارڈ کی طرح اپنی زبان کا ٹیپ چلایا وہ بالکل کمپیوٹر کی طرح بول رہا تھا۔

"تم کیا سرو کر سکتے ہو" ———

سیٹھ نے قدرے سنبھل کر پوچھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں سر! اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں، لیکن آپ جو

بھی فرمائش کریں گے وہ دو گھنٹے کے اندر ضرور پوری کر دی جائے گی ———"

اسے بیرے نے بڑے مؤدب لہجے میں اس سے آنکھیں ملائے بغیر جواب دیا۔

"حرام زادے ———"

اس مرتبہ سیٹھ نے اپنے دل میں انہیں گالی دی۔

وہ ان لوگوں کے طرز عمل سے حیران تھا۔ ایسے ڈاکو تو اس نے کبھی فلموں میں بھی نہیں دیکھے تھے جو مطلب کی بات کے علاوہ نہ کوئی لفظ کہتے تھے اور نہ ہی کہنے کی اجازت دیتے تھے۔

سیٹھ نے استفہامیہ نظروں سے پروین کی چوائس دریافت کی۔ جس نے بادل نخواستہ بڑا زور لگانے کے بعد اپنی زبان سے "سوپ" کا لفظ نکالا تھا ———

سیٹھ نے گھبراہٹ میں اسے تین چار چائنیز سوپ اور دو تین ڈشیں لکھوا دیں وہ چاہتا تھا جتنی جلدی ممکن ہے یہ بلا اس کے سر سے ٹل جائے ———!

ان لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے اسے اب عجیب سی وحشت ہونے لگی تھی اس نے ابھی تک اپنی کار اور ڈرائیور کے متعلق بھی اسی خوف سے کوئی سوال نہیں کیا تھا مبادا وہ ناراض ہو جائیں اور اسے بھی اپنے لئے کوئی گستاخی سمجھ لیں ———

بیرے نے کسی فائیو سٹار ہوٹل کے اٹنڈنٹ کی طرح ان کے آرڈرز نوٹ کیے۔ ان کے سامنے انہیں دہرا کر ان کی تصدیق کی ان کی پسند کے سوفٹ ڈرنکس دریافت کیے اور الٹے قدموں باہر نکل آیا۔

اس کی روانگی پر سیٹھ ہانڈی والا نے سکون کا سانس لیا ———

وہ اب خود کو بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ بیرے کے باہر نکلتے ہی اس نے وہسکی کا ایک پیک اپنے لئے تیار کیا اور اسے حلق میں انڈیل لیا ——— پھر پروین کو بھی زبردستی دو تین گھونٹ پلا دیے ——— اس کے خیال میں اس کے بغیر پروین نارمل ہو ہی نہیں سکتی تھی ———

اب وہ مکمل شیطان بن چکا تھا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ پروین کے ساتھ وہ لوگ اس کی رہائی کے بعد کیا سلوک کریں گے۔

وہ خود کو پروین کی اخلاقی ذمہ داری سے بھی مبرا سمجھنے لگا تھا۔ اس کے لئے خانم بھی پروین کے ساتھ ہی جہنم میں جاتی۔

اسے اب اپنے دو کروڑ روپے کی رقم صبح تک پروین سے وصول کرنی تھی۔ جس کے لئے اس نے پروین کو ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے زبردستی پروین کو ایسا مدہوش کر دیا تھا کہ اس کے اور پروین کے درمیان کوئی رکاوٹ ہی باقی نہ رہے۔

رات کا کھانا کمرے میں آنے تک پروین واقعی بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی۔ اس نے سیٹھ ہانڈی والا کے اصرار پر دو تین لقمے زہر مار کئے ——— جس کے بعد سیٹھ ہانڈی والا پر شیطان سوار ہو گیا ———

اس کی درندگی اپنے نقطہ عروج کو چھو رہی تھی۔

شاید وہ لاشعوری طور پر اس حادثے کے لئے پروین ہی کو ذمہ دار سمجھ کر اس سے سارا قرض چکانے پر تل گیا تھا۔

صبح تک وہ بالکل بے دم ہونے کے بعد بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو پروین کمرے میں موجود نہیں تھی ——— البتہ اس کے سرہانے بیڈ ٹی رکھی تھی ——— جو ابھی تک گرم تھی ———

"جاؤ جہنم میں ———"

اس نے دل ہی دل میں پروین کو موٹی سی گالی دے کر کہا اور چائے بنا کر پینے لگا۔

دونوں کو اس بات کا علم ہی نہ ہو سکا کہ ان کی شیطانیوں کا مکمل ریکارڈ سلولائیڈ کے فیتے پر منتقل ہو چکا ہے۔

یہ وڈیرہ سولنگی کی ذاتی اختراع تھی۔ وہ مستقبل میں پیش آمدہ کسی بھی خطرے کی مکمل پیش بندی کا سامان کر چکا تھا ——— اس نے اپنی فطرت کے عین مطابق پھر ایک تیر سے دو شکار والا داؤ کھیلا تھا۔

پروین کو برہنہ اور نیم بے ہوشی کی حالت میں وہ لوگ اٹھا کر لے گئے تھے۔ اب وہ ظم داد کی ملکیت تھی اور یہ اس کی مرضی پر منحصر تھا کہ اسے کب رہا کرتا۔ بعض معاملات ں وڈیرہ سولنگی کی طرف سے اسے "فری ہینڈ" ملا ہوا تھا۔ جن میں سے ایک اہم معاملہ ورتوں کا تھا۔

وڈیرہ کو اس کا حصہ پہنچانے کے بعد وہ کسی بھی عورت سے کیا سلوک کرتا ہے اس سے اسے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔

پروین کو ہوش آیا تو وہ کسی دوسرے کمرے میں تھی۔ سیٹھ ایک مرتبہ پھر غائب ہو چکا تھا۔ اس کا انگ انگ درد کر رہا تھا۔ سیٹھ کی درندگی کے آثار پروین کے جسم پر لیاں تھے۔ اس پر پھر گھبراہٹ کا دورہ پڑا تھا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح وہ ہمت کر کے اٹھی ور باتھ روم میں جا گھسی۔

حیرت انگیز طور پر وہ جس کمرے میں گئی وہاں اس کے لئے نسوانی استعمال کی قریباً ہر شے موجود تھی۔ یہاں بھی زنانہ کپڑوں کے دو تین جوڑے رکھے تھے جن میں سے اس نے ایک اٹھا کر پہن لیا اور دوبارہ بے دم سی ہو کر پلنگ پر لیٹ رہی تھی ———

خدا جانے ان لوگوں نے یہاں کیا میکنیزم فٹ کر رکھا تھا کہ انہیں اس کے جاگ جانے کا علم بھی ہو گیا جس کا اندازہ اسے تھوڑی دیر بعد اسی مہذب بیرے کی آمد سے ہوا جس نے انہیں کل شام چائے اور کھانا سرو کیا تھا۔ اس نے انواع واقسام کے ناشتے، چائے اور کافی سے سجی ٹرالی اس کے نزدیک کھڑی کر دی اور وہ خود مؤدبانہ انداز میں قریباً کورنش بجالاتے ہوئے واپس لوٹ گیا۔

پروین کا جی چاہتا تھا کہ اس سے سیٹھ ہانڈی والا اور اپنی قسمت کے فیصلے سے متعلق دریافت کرے۔

لیکن ———

اس نے اس خوف سے زبان نہ کھولی کہ مبادا ان لوگوں کے پروٹوکول کی خلاف ورزی ہو گئی تو نجانے اس کے ساتھ کیا سلوک ہو۔

اردو فینز ڈاٹ کام

ناشتہ زہر مار کرنے کے بعد اس نے وقت گذاری کے لئے ٹی وی لگالیا اور بظاہر اپنا جی بہلانے کی کوشش کرنے لگی۔

دوپہر تک یہی سلسلہ جاری رہا۔

اچانک ہی دروازہ کھلا اور حکم داد اندر داخل ہوا۔ وہ پہلی مرتبہ اس کے کمرے میں ایک اور غیر مسلح آیا تھا۔ دروازہ اس کے عقب میں بند ہو گیا۔

"کوئی بے آرامی تو نہیں ہوئی —— تمہاری خدمت میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ——"

حکم داد نے اندر داخل ہوتے ہی اس کے پلنگ کے نزدیک کرسی پر بیٹھ کر بے تکلفی سے دریافت کیا۔

پروین کا دل دھک سے رہ گیا ——

"نہیں —— نہیں ——"

اس نے گھبراہٹ میں کہا۔

"دیکھو میڈم گھبرانے کی کوئی بات نہیں —— ہم زبان کے بندے ہیں۔ کہہ دیا ناں کہ تمہاری جان چھٹ جائے گی۔ رہا ہو جاؤ گی تو ہو جاؤ گی" ——"

"لیکن کب ——"

اچانک ہی پروین سسک پڑی۔

اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور اس نے رونا شروع کر دیا۔

"ارے بابا —— یہ تم کیا کر رہی ہو۔ اس طرح تو بات بگڑ جائے گی —— نہ بابا نہ رو —— روئیں تمہارے دشمن ——"

اس نے پروین کو قریباً پچکارتے ہوئے کہا۔

لیکن ——

پروین کی سسکیاں جاری رہیں۔

"چپ کرتی ہے یا ——"

اچانک ہی حکم داد پر جیسے جنون طاری ہو گیا۔ اس کی آواز میں قہر تڑپ رہا تھا

پروین سہم کر رہ گئی۔

اچانک ہی اس کا رونا دھونا ختم ہو گیا۔

اس نے موت کے خوف سے اپنی سسکیوں پر قابو پانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

"جاؤ اپنا منہ ٹھیک کر کے آؤ —— یاد رکھنا اگر موڈ بگڑ گیا تو ساری زندگی کے لئے یہاں سے کہیں نہیں جاسکو گی ——"

حکم داد نے اسے غسل خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔ اور وہ کسی میکانکی عمل کے تحت غسل خانے میں جا گھسی جہاں اس نے انتہائی جبر سے خود کو قدرے نارمل کیا۔

اور ——

قریباً تین چار منٹ کے بعد باہر آ گئی۔

"یہ ہوئی ناں بات —— بابا ہمیں رونے دھونے والے لوگ بالکل پسند نہیں ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے حکم داد نے اس کا بازو پکڑا اور اسے کھینچ کر اپنے قریب صوفے پر گرا لیا ——

پروین کے لئے اس کا یہ سلوک انتہائی غیر متوقع تھا۔ کیونکہ اب تک ان لوگوں میں سے کسی نے اسے چھونا تو دور اس سے بدتمیزی سے بات کرنے کی ہمت بھی نہیں کی تھی ——

اس نے گھبرا کر پیچھے ہٹنا چاہا۔

لیکن ——

دوسرے ہی لمحے حکم داد نے اس کے منہ پر ایسا تھپڑ مارا کہ اسے اپنا سر گھومتا محسوس ہوا وہ پروین کو دیوانہ وار گالیاں بک رہا تھا۔ پروین پر جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا

اردو فینز ڈاٹ کام

——اس نے دیوانہ وار چلانا شروع کر دیا۔

دوسری طرف اس کے چیخ کے ساتھ ساتھ حکم داد کے قہقہے بلند ہو رہے تھے اور وہ کسی وحشی درندے کی طرح اس کے جسم کو نوچ رہا تھا۔

○

سیٹھ ہانڈی والا کو رات کے پچھلے پہر بتایا گیا کہ اسے رہا کیا جا رہا ہے کیونکہ ان لوگوں کو مطلوبہ رقم مل گئی تھی——

اس نے ایک لمحے کے لئے بھی پروین یا کسی اور کے متعلق دریافت کرنے کا تردد نہ کیا اور ان کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

وہ آدمی جو خود کو حکم داد کہتا تھا اس مرتبہ اسے نظر ہی نہیں آیا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر دو گن بردار اسے باہر لائے اور اس مرتبہ جس گاڑی میں اسے بٹھایا گیا سیٹھ ہانڈی والا کو احساس ہو گیا کہ یہ اس کی اپنی ہی گاڑی تھی——

گاڑی سٹارٹ ہوئی اندر خاموشی طاری تھی۔ اسے علم نہ ہو سکا کہ اندر کتنے لوگ موجود ہیں۔

سفر کب تک جاری رہا——

وہ لوگ کہاں سے چلے اور کہاں پہنچے تھے۔

سیٹھ ہانڈی والا کو مرنے سے پہلے کسی بات کا علم نہ ہو سکا۔

اس بے چارے کو تو اس بات کا پتہ بھی نہ لگا کہ جس شخص کو حکم داد کے نام سے اس کے سامنے لایا گیا وہ حکم داد ڈاکو نہیں تھا۔

حکم داد ڈاکو ضرور تھا۔

لیکن——

وہ کسی کی غیرت اور عزت نفس پر ڈاکہ نہیں ڈالتا تھا۔

اس نے تو خود بندوق اٹھائی تھی اپنی عزت اور غیرت کے تحفظ کے لئے وہ تو پروین اور سیٹھ ہانڈی والا سے کئی گنا زیادہ مظلوم تھا۔

وڈیروں نے اس کی بیوی، بچی اور بہن کے ساتھ وہی کچھ کیا جو ان لوگوں کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اور——

جب وہ اس ظلم کی فریاد لے کر پولیس کے پاس گیا تو پولیس نے الٹا اس کو مجرم جان کر جیل بھیج دیا۔

بے چارے معمولی ہاری حکم داد—— حصول انصاف سے بے امید، نظام جبر کا شکار ستم ظریفی حالات کا مارا ہوا حکم داد——

جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو گیا اور مقامی وڈیرہ نے اسے خودکشی کی سرحد پر پہنچا دیا تو اسے عقل آئی کہ وہ اس نظام سے یوں نہیں ٹکرا سکتا——

اس جیسے بے وسیلہ شخص کے پاس تو سرکار دربار تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے بھی وسائل نہیں تھے——

پھر وہ کیا کرے؟

ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنے سینکڑوں مظلوم ہاریوں کی طرح گمنامی کی موت مر جائے——یا پھر اپنے مظلوم قبیلے کے لئے مثال بن جائے——

بے وسیلہ، کمزور اور حالات کا مارا ہوا حکم داد دوسرے راستے پر چل نکلا——وہ مظلوموں کی چیخ بن گیا——

سراپا احتجاج بن گیا——

جیل سے کچہری تک جاتے ہوئے اس نے اپنے نگران کی بندوق چھینی۔ اس کی چابی سے اپنی ہتھکڑیاں کھولیں اور فرار ہو گیا——

ہاہا کار مچ گئی——

وڈیروں نے پولیس کا ناطقہ بند کر دیا۔

ایک معمولی ہاری فرار ہو گیا——ان کی چھری کے نیچے آیا ہوا شکار بچ کر نکل گیا وہ تلملا کر رہ گئے۔

یہ پولیس ان کی نمک خوار تھی، سرکار کی نہیں۔

سرکار پولیس کو تنخواہ ضرور دیتی تھی ——

لیکن ——

حکم وہ وڈیروں کا مانتے تھے۔

ان کے مالک اور آقا وڈیرے تھے —— جن کے احکامات کی اطاعت میں ان سے معمولی کوتاہی بھی نہیں ہوتی تھی۔ پہلے پہل تو مقامی پولیس آفیسر نے وڈیروں کو بھی سمجھانے کی کوشش کی وہ معمولی ہاری ان کے لئے کیا خطرہ پیدا کر سکتا ہے

اور ——

وہ بھاگ کر جائے گا کہاں؟

اس کے پاس ہے کیا؟

نہ کوئی سیاسی پشت پناہی۔ نہ کوئی خاندانی پس منظر، نہ کوئی ماضی کی غنڈہ گردی اور بدمعاشیوں کا ریکارڈ ——

کون اسے پناہ دے گا؟

اس کے پاس تو ایک وقت کی روٹی کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں بچا۔ کہاں مارا مارا پھرے گا۔ بالآخر اس کو وڈیروں ہی کے قدموں میں گرنا پڑے گا۔ بالآخر وہ خود ہی پولیس کے پاس واپس آجائے گا۔

لیکن ——

وہ مکافات عمل کو بھول گئے۔

انہیں اس بات کی سمجھ نہ آئی کہ کبھی کبھی تقدیر الٹی چال چل جاتی ہے کبھی کبھی بظاہر تمام اسباب کی موجودگی میں بھی نتائج حسب توقع بر آمد نہیں ہوتے اور خلاف توقع وہ کچھ ہو جاتا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا گیا تھا۔

اور ——

ایسا ہی ہوا ——

عین ان لمحات میں جب مقامی وڈیروں کے نوکروں کی فوج اپنے کتوں کے ساتھ نزدیکی گوٹھوں میں اس کو کھوج رہے تھے۔

جب پولیس نے اس کے لئے ہر ممکنہ مشتبہ مقام پر ناکہ لگا رکھا تھا —— جب اس کی گرفتاری اور پھر آف دی ریکارڈ موت کے لئے سارے علاقے میں مخبروں کا جال پھیلایا جا رہا تھا۔

عین ان لمحات میں ایک روز رات کے پہلے پہر حکم داد وڈیرہ سجل کی حویلی میں نمودار ہوا۔

بالکل یوں جیسے بوتل کھلنے پر اچانک اس میں کئی سال سے قید جن باہر نکل آتا ہے۔

وڈیرہ سجل اس کے فرار کا انتقام اس کے قبیلے کی ایک اور عورت سے جو اس کی قریبی رشتہ دار تھی لینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ مظلوم عورت اس کے سامنے اس کی خوابگاہ میں بندھی اس کے قدموں میں پڑی تھی۔

جب کمرے کی کھڑکی ٹوٹی اور فرشتہ اجل بن کر حکم داد اس کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں بندوق پکڑی ہوئی تھی جس کی نالی اس نے وڈیرہ سجل کی طرف سیدھی کرتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں اس بندوق کی گولی سے مار کر اس سرکاری بندوق کی توہین نہیں کروں گا۔ تم ایسی موت مرو گے جو صدیوں تک یاد رکھی جائے گی ——“

اس سے پہلے کہ شراب کے نشے میں دھت وڈیرہ سجل کچھ سمجھ پاتا۔ اس نے کمرے کی دیواروں پر لٹکی درجنوں بندوقوں، تلواروں اور خنجروں میں سے جو وڈیرہ سجل کے آباؤ اجداد کے زمانے سے یہاں سجی آ رہی تھیں ایک کلہاڑی پکڑ لی —— جس کا پھل معمول سے دو گنا تھا اور جس کے ذریعے وڈیرہ سجل نے اپنے ہاتھوں تین بے گناہوں کی گردنیں اڑائی تھیں ——

دوسرے ہی لمحے اس نے کلہاڑی کے بھرپور وار سے اس کا بازو کاٹ دیا۔

اس کے بعد تو جیسے حکم داد پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ وہ وڈیرہ سجل کی چیخوں سے بے نیاز ماہر قصائی کی طرح اس کے جسم کے انگ ایک ایک کر کے کاٹتا چلا گیا——

وڈیرہ سجل جانے کب کا مر چکا تھا۔

لیکن——

اس کی دیوانگی تب تک ختم نہ ہوئی جب دروازہ باہر سے زور زور سے پیٹا جانے لگا۔

○

حکم داد نے کلہاڑی وڈیرہ سجل کی ٹکڑوں میں بٹی لاش پر پھینکی اور سہمی ہوئی اپنے قبیلے کی عورت سے چلا کر کہا۔

”خبردار اگر آج کے بعد کسی نے ان کی غلامی کی—— اگر زندہ گوٹھ تک پہنچ جاؤ تو سب کو بتا دینا کہ وڈیرہ سجل کی حویلی یا زمین پر کام کرنے والے اپنے قبیلے کے کسی آدمی کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“——

یہ کہتے ہوئے اس نے خوفزدہ مظلوم عورت کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور جس کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوا تھا اس کھڑکی سے اسے باہر پھینک کر اس کے عقب میں اپنی بندوق سمیت چھلانگ لگا دی——

جب تک وڈیرہ سجل کے کارندے کمرے کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے حکم داد ان کی دسترس سے نکل چکا تھا۔ سجل کی ٹکڑوں میں بٹی لاش ان کے سامنے نشان عبرت بنی اس کے خون میں تیر رہی تھی۔

ان کے تو ہوش و حواس اڑ گئے۔

سہم کر رہ گئے بے چارے——

انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا جب سجل کے بڑے بیٹے نے زور زور سے گالیاں بکتے ہوئے انہیں ہوش دلایا تو وہ بظاہر تو اپنے مالک کے حکم کی اطاعت میں باہر کو لپکے——

لیکن——

اندر سے وہ سب بے حد خوفزدہ تھے۔

ابھی انہیں علم نہیں تھا کہ قاتل کون ہے۔ لیکن وہ یہ ضرور جانتے تھے کہ قاتل جو کوئی بھی ہو وہ ہے کسی شیرنی کا جنا—— جس نے وڈیرہ سجل کو مار ڈالا وہ اس کے تعاقب میں ضرور نکلے تھے۔

لیکن——

اپنی جان کی حفاظت ان سب کے لئے مقدم تھی۔

مظلوم ہاری عورت دیوانہ وار بھاگتی اپنے جھونپڑوں تک پہنچی تھی۔ اس پر دیوانگی طاری تھی۔ حکم داد کے اس عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اس غلام زادی کے بدن میں جیسے کوئی دیو حلول کر گیا تھا۔ وہ ایک ایک جھونپڑے کے سامنے چلا چلا کر حکم داد کا حکم سناتی تھی——

”مار ڈالا—— حکم داد نے وڈیرہ سجل کو کلہاڑی سے مار ڈالا——“

اس نے سارے گاؤں میں منادی کر دی——

”گاؤں والو سن لو—— حکم داد کا حکم سن لو۔ کل سے کوئی وڈیرہ سجل کی حویلی اور زمین پر کام نہیں کرے گا—— ورنہ حکم داد اسے بھی مار ڈالے گا“

وہ دیوانہ وار چلاتی رہی۔

ہاریوں کی ساری بستی بیدار ہو گئی تھی——

انہیں اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ بے یقینی کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب اچانک ان پر قہر ٹوٹا۔ وڈیرہ سجل کا بیٹا اپنے مسلح غنڈوں کے ساتھ ان کی بستی میں یوں گھسا جیسے پاگل سانڈ کسی فصل سے پکے کھیت میں گھس جائے۔

اس نے ایک ایک ہاری کو باہر نکال کر جانوروں کی طرح پیٹ ڈالا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اس نے چیختی چلاتی ان کی عورت کو گولی مار کر اس کی زبان بند کروا دی اور انہیں دھمکیاں دیتا واپس لوٹ آیا۔

اردو فنز ڈاٹ کام

اس کے بعد تو جیسے کسی فلم کے منظر بدلتے چلے گئے۔

حکم داد نے وڈیرہ سجل کے خاندان سے گن گن کر بدلے لیے اور ان لوگوں کو گوٹھ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا ——

حکم داد ایک معمولی ہاری —— ظلم کا شکار حکم داد دیکھتے ہی دیکھتے علاقے کا نامور ڈاکو بن گیا۔

وڈیروں نے اب اس سے انتقام کا ایک عجیب طریقہ نکال لیا تھا وہ اپنے کارندوں سے اردگرد کے علاقوں میں کوئی بھی غیر قانونی کارروائی کروا کر اس کا الزام حکم داد کے سر لگا دیتے ——

وڈیرہ سولنگی نے بھی یہی کیا ——

اس نے سیٹھ ہانڈی والا کے اغوا اور قتل کا الزام بھی اس کے سر منڈنے کا مکمل اہتمام کیا ہوا تھا ——

❀❀❀

اردو فینز ڈاٹ کام

نیا باب

گاڑی اب رک گئی تھی۔

اس کا انجن بند ہو گیا —— کسی نے سیٹھ ہانڈی والا کو نیچے اترنے کے لئے کہا —— سیٹھ نے اندازے سے اپنا بایاں پاؤں باہر نکالا جہاں ایک بڑھے ہوئے ہاتھ نے اس کا بازو تھام کر اسے باہر کھڑا کر دیا۔

اسے چند لمحوں کے لئے صرف یہ احساس ہوا کہ وہ سمندر کے کنارے کسی جگہ کھڑا ہے کیونکہ یہاں ہواؤں کا شور اور مخصوص ہوا چل رہی تھی۔

کسی نے اچانک ہی اس کی کنپٹی کے نزدیک سے فائر کیا اور سیٹھ ہانڈی والا کی کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے۔

وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر زمین پر گر پڑا۔

ابھی شاید اس کے کچھ سانس باقی تھے جب دوسرا فائر بھی کچھ فاصلے سے اس کی کھوپڑی پر ہوا۔ اس کے سر سے خون فوارے کی طرح ابلنے لگا تھا۔ کسی نے زمین پر گرے مردہ سیٹھ ہانڈی والا کی آنکھوں پر بندھی پٹی اتار دی۔

کار انہوں نے وہیں چھوڑ دی۔

وہ تعداد میں تین تھے جنہیں لینے کے لئے وہاں پہلے سے ایک سرکار والی گاڑی کھڑی تھی۔

تینوں اطمینان سے گاڑی تک آئے اور ان کے بیٹھتے ہی گاڑی

کنپٹی پر دونوں فائر سائلینسر لگے پستول سے کئے گئے تھے۔ اگر وہ آواز کے ساتھ بھی رات کے اس پہر میں بپھرے ہوئے سمندر کی پرشور لہروں کی آواز سے شاید دو تین گز سے آگے سنائی ہی نہ دیتیں ——

ان میں سے ایک نے گاڑی میں بیٹھنے کے کچھ دیر اپنے موبائیل فون سے ایک نمبر ملایا اور دوسری طرف سے آواز آنے پر صرف اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔

"کام ہو گیا ہے۔ ہم واپسی کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے فون موصول کرنے والے نے یہ پیغام شہر میں موجود وڈیرہ سولنگی تک پہنچا دیا تھا۔

"ہوں اں ——"

اس نے لمبی ہوں کر کے اپنے سیکرٹری کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے منشی اب تم اپنا کام شروع کرو۔"

اس کا سیکرٹری وڈیرہ سولنگی کا راز دار اور جرائم میں برابر کا ساتھی تھا۔ جس نے وڈیرہ سولنگی کو فوراً مبارکباد دی اور گھر سے باہر نکل آیا ——

اپنی گاڑی میں وہ نزدیکی مارکیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اس مارکیٹ میں اس کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اپنے ایک واقف دکاندار سے اس نے بلا ضرورت دو تین چیزیں خریدیں اور اس کے فون سے ہی مقامی اخبار کا نمبر ملایا۔

"مجھے آپ کے کرائمز رپورٹر صاحب سے بات کرنی ہے۔" ——

اس نے رابطہ ہونے پر کہا۔

کرائم رپورٹر اگلے ہی لمحے لائن پر تھا۔

"دیکھو سعید میاں تم مجھے نہیں جانتے لیکن میں تمہارا احسان مند ہوں۔ ایک مرتبہ کسی کے کہنے پر تم نے میری مدد کی تھی۔ آج میں تمہیں تمہارے کیرئر کا بہترین سکوپ دے رہا ہوں۔" ——

اس نے کہنا شروع کیا

"آپ کون صاحب ہیں جناب"

کرائمز رپورٹر نے بے تکلفی سے پوچھنا چاہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں؟ تم صرف میری بات سن لو۔ اگر دل مانے تو یقین کرنا دل نہ مانے تو نہ کرنا۔ چیمبر آف کامرس کے صدر سیٹھ ہانڈی والا کی لاش اس وقت سی پوائنٹ پر اس کی گاڑی کے پاس پڑی ہے —— اسے یرغمال کے لئے دہشت گردوں نے اغوا کیا تھا اور اس کے بروکر شاہانی سے دو کروڑ روپے وصول کرنے کے باوجود اسے مار ڈالا ——"

اس نے ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر چبا چبا کر کہا تھا۔

"ایک منٹ! ایک منٹ"

شاید کرائم رپورٹر کے لئے اتنی دھماکہ خیز اطلاع انتہائی غیر متوقع تھی۔

"نہیں مجھے جلدی ہے —— بس یاد رکھنا سی پوائنٹ دو کروڑ روپیہ —— بروکر شاہانی۔ خدا حافظ

اتنا کہہ کر اس نے فون منقطع کر دیا۔

دکاندار اس کے لئے کولڈ ڈرنک لے کر آ گیا تھا۔

"یار اس کی کیا ضرورت تھی۔" ——

کہہ کر اس نے بوتل لے لی۔

حسب معمول اس سے گپ شپ کرنے کے بعد وہ گھر واپس لوٹ آیا۔ گھر پہنچنے سے پہلے اس نے راستے میں ایک فون بوتھ سے ایک غیر ملکی نیوز ایجنسی کے رپورٹر کو فون کر کے اپنی آواز بدل کر یہی ساری کہانی لکھوا دی تھی۔

○

کرائم رپورٹر اور غیر ملکی نیوز ایجنسی غیر ملکی رپورٹر وہاں ایک دوسرے سے چند منٹ کے وقفے سے ہی پہنچے تھے۔

پولیس یہاں تک نہ پہنچی ——

اردو فینز ڈاٹ کام

لیکن ——

انٹیلی جینس ایجنسی کے جو لوگ رپورٹر کے تعاقب میں یہاں تک آئے تھے انہوں نے فوراً ہی یہ اطلاع اپنے افسران کو پہنچادی تھی کہ وہاں سیٹھ ہانڈی والا کی لاش موجود ہے اور شاید رپورٹر اسی کا دیدار کرنے وہاں گیا ہے ——

دونوں کے فوٹو گرافر کھٹا کھٹ تصاویر اتار رہے تھے جب پولیس کی موبائیل وہاں پہنچ گئی۔

ممکن ہے وہ لوگ مقامی اخبار کے رپورٹر کو قابو کر کے فی الوقت یہ سنسنی خیز خبر روک ہی لیتے اور بعد میں صلاح مشورے سے گول مول خبر جاری کرتے ——

لیکن ——

غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کے نمائندے کو کنٹرول کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ موبائیل انچارج نے معمول کی کارروائی کرتے ہوئے ان دونوں کے بیان ریکارڈ کئے دونوں نے ایک ہی جیسا بیان دیا تھا جس کے مطابق کسی نے فون کر کے انہیں اطلاع دی تھی۔

دونوں پیشہ ور اخبار نویس تھے۔

خبر کا دوسرا حصہ جس کا تعلق شاہانی سے تھا دونوں چھپا گئے۔

مقامی کرائم رپورٹر نے واقعی بڑا سکوپ مار لیا تھا ——

جب تک دیگر اخبارات کے نمائندے اور فوٹو گرافر وہاں پہنچتے پولیس والے لاش اٹھا کر سرد خانے میں لے گئے تھے۔ البتہ سیٹھ کی قیمتی گاڑی وہیں کھڑی تھی جس پر پولیس کے ماہرین انگلیوں کے نشانات تلاش کر رہے تھے۔

تمام لوگ بھاگم بھاگ مردہ خانے پہنچ رہے تھے جہاں بڑی مشکل سے انہیں لاش کی تصاویر اتارنے کا موقعہ ملا تھا۔

صبح کے اخبارات نے اس خبر کو نمایاں کر کے شائع کیا تھا۔

لیکن ——

کرائم رپورٹر والے اخبار نے اس کو "لیڈ" بنایا تھا اور ساری کہانی شائع کر دی تھی۔

اس خبر نے چند منٹ بعد ہی سارے شہر میں سنسنی پھیلا دی کہ سیٹھ ہانڈی والا کو دہشت گردوں نے اغوا کیا تھا اور دو کروڑ روپے لے کر بھی اسے گولی مار دی۔ اس سے پہلے کہ اعلیٰ حکام کو کچھ سمجھ آئے شیئر مارکیٹ میں جیسے زلزلہ آگیا —— ملک کی تاریخ میں اتنی تیزی سے انڈکس ریٹ نہیں گرا تھا۔ جتنی تیزی سے اب گر رہا تھا

چیمبر آف کامرس کا ہنگامی اجلاس اور پریس کانفرنس کا اعلان فوراً جاری ہو گیا ممبران نے فون پر ایک دوسرے سے رابطہ کیا تھا اور اب وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے اس خبر نے ان کے اعصاب پر بجلی گرا دی تھی کہ ملک کے سب سے بڑے چیمبر کے صدر کو دہشت گردوں نے اغوا کر کے قتل کر دیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔

دوپہر کے بعد نائب صدر نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور پولیس کے خلاف قریباً تمام ممبران کی زہریلی تقاریر کے بعد اگلے روز تاجر برادری کی طرف سے ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی گئی کہ اگر 24 گھنٹے کے اندر اندر قاتل گرفتار نہ ہوئے تو تمام ملک کے چیمبر مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں گے۔ جس کے نتائج کی ذمہ دار حکومت ہو گی۔

○

بروکر شاہانی کا شمار ملک کے جانے مانے چند بروکرز میں ہوتا تھا ——

شیئر مارکیٹ میں اس کی حیثیت وی آئی پی کی تھی اور ملک کے قریباً تمام بڑے بڑے صنعتکاروں کے ناجائز دھندے خصوصاً بلیک منی کو وائیٹ کرنے کا کاروبار وہی کرتا تھا —— اس کی حیثیت کسی طرح بھی سیٹھ ہانڈی والا سے کم نہیں تھی۔

اس روز شاہانی خلاف معمول رات زیادہ دیر سے سویا تھا۔ ایک پارٹی میں شمولیت کی وجہ سے رات کے بعد ہی گھر پہنچا تھا اور اس کے گھر والوں کو سختی سے ہدایت کی گئی

اردو فنڈز ڈاٹ کام

تھی کہ وہ اس کے بستر پر جانے کے گھنٹے بعد تک کبھی کسی بھی حالت میں اسے ڈسٹرب نہ کریں۔

اس کے بیڈ روم کا ٹیلی فون اس کے بستر پر لیٹتے ہی ہینگ ہو جاتا تھا اور صبح اس کے بیدار ہونے پر ہی اسے کریڈل پر رکھا جاتا تھا——

اخبار صبح چار بجے مارکیٹ میں آیا۔

اور——

ساڑھے چار بجے اس شہر میں موجود تمام ایجنسیوں کے مقامی سربراہوں کی ہنگامی میٹنگ چل رہی تھی۔

انہوں نے فوراً ہی شاہانی کو حراست میں لینا ضروری سمجھا تھا اور آئی جی کی طرف سے پہلا حکم یہی جاری ہوا کیونکہ شاہانی سے ہی اس واردات کے سرپیر کا پتہ چل سکتا تھا۔ کرائم رپورٹر خود ایس پی کا ٹاؤٹ تھا اسے جو بھی علم تھا اس نے ایس پی کو بتا دیا تھا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

اس نے ایس پی سے کہا تھا کہ اگر وہ ساری کہانی شائع نہ کرتا تو غیر ملکی خبر رساں ایجنسی شائع کر دیتی اور اس کا کریڈٹ وہ ان حالات میں کم از کم کسی اور کو نہیں لینے دے سکتا تھا۔

بروکر شاہانی گہری نیند سو رہا تھا جب اس کے گھر پر قیامت ٹوٹی۔ پولیس کی درجنوں موبائلز نے اس کے بنگلے اور اس طرف آنے جانے والی سڑکوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

مقامی ایس ایس پی کی قیادت میں پولیس کمانڈوز کا دستہ گھر کی اونچی دیواریں پھلانگ کر اندر داخل ہوا تھا کیونکہ پہرے داروں نے مین گیٹ کھولنے سے انکار کر دیا تھا جو بعد میں ان سے زبردستی کھلوا لیا گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے—— تم مجھے نہیں جانتے کیا۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

——

اپنی خوابگاہ کے دروازے پر ایس ایس پی کو پولیس کمانڈوز سمیت اس طرح دیکھ کے اچانک گہری نیند سے بیدار ہونے والے شاہانی کا دماغ غصے سے پھٹنے لگا تھا۔

"مسٹر شاہانی —— ہم آپ کی حفاظت کے لئے آپ کو فی الوقت حراست میں لینے پر مجبور ہیں —— یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ برائے مہربانی فوراً ہمارے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر چلئے——"

ایس ایس پی نے اس سے درخواست کی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو——"

شاہانی کا دماغ باقاعدہ گھوم گیا تھا۔

"دیکھئے وقت کم ہے—— برائے مہربانی مجھے سختی پر مجبور نہ کریں۔"——

ویسے ایس پی کو شاید سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے

"لیکن—— مجھے یہ پوچھنے کا حق تو ہے کہ تم مجھے کیوں لے جا رہے ہو—— میرے وارنٹ گرفتاری کہاں ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں فوراً اپنے وکیل کو بلانا چاہوں گا"——

شاہانی نے کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔

وہ بھی اندازہ کر سکتا تھا کہ عام حالات میں اگر وہ کسی کو پولیس کے سامنے گولی مار کر بھی اپنے گھر میں داخل ہو جاتا تو بھی پولیس والے اسے اس طرح گرفتار نہ کرنے آتے ضرور کوئی بہت سنگین معاملہ ہے۔

"ہم آپ کو گرفتار نہیں کر رہے —— حفاظت میں لے رہے ہیں —— یہاں کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے —— شاہانی بھائی آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں میں آپ کا دوست ہوں۔ ایک دوست کی حیثیت سے میں آپ سے یہی کہوں گا کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میرے ساتھ چلئے —— اس میں آپ کا بھلا ہے——"

ایس ایس پی نے دوبارہ بڑے مودب لہجے میں کہا۔

اب شاہانی کا ماتھا ٹھنکا عین ممکن تھا کہ ایس ایس پی اس سے سچ ہی بول رہا ہو ——— اور اس کی جان کو یہاں خطرہ لاحق رہا ہو ———

"ٹھیک ہے میں کپڑے پہن لوں ———"

شاہانی نے کہا اور واپس مڑ گیا ———

اس نے اپنے بیڈ روم کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

وہ روانگی سے پہلے اپنے وکیل کو ہر صورت اطلاع کرنا چاہتا تھا۔ دروازہ بند کرتے ہی اس نے فون کرنا چاہا۔

لیکن ———

فون تو ڈیڈ تھا ———!

شاہانی نے پھٹی پھٹی نظروں سے فون کی طرف دیکھا اور اسے دوبارہ کریڈل پر رکھ کر بددلی سے اپنے کپڑے بدلنے لگا۔

اس کے فون کی لائنیں تو اخبار کی پہلی کاپی مارکیٹ میں آتے ہی کاٹ دی گئی تھیں ———

آئی جی کی خواہش تھی کہ اگر اسے اب تک کے واقعات کا علم نہیں تو اسے علم ہونے سے پہلے ہی حراست میں لے لیا جائے تاکہ تفتیش کرنے میں آسانی رہے۔ ایس ایس پی نے اس بات کا مکمل اہتمام کیا تھا کہ کم از کم ان لوگوں کی طرف سے اسے سیٹھ ہانڈی والا کے قتل کی خبر نہ مل سکے ———

○

پانچ منٹ بعد وہ شاہانی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تیار تھے ———

شاہانی نے احتیاطاً اپنی دوائیاں ساتھ رکھ لی تھیں اور اس کے گھر والوں سے ایس ایس پی نے یہی درخواست کی تھی کہ وہ کسی اخبار والے کو شاہانی سے متعلق کچھ نہ بتائیں یوں بھی وہ شاہانی کو گرفتار کر کے نہیں لے جا رہے تھے۔ اسے حفاظتی حراست میں لیا گیا تھا ———

شاہانی کو پولیس کی ایک آرام دہ کار میں بٹھا دیا گیا جس کی حفاظت کے لئے تین چار موبائیلز اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

ایس ایس پی اپنے وائرلیس سیٹ پر اپنے افسران بالا کو ایک ایک لمحے کی کاروائی سے آگاہ کر رہا تھا۔

اسے اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ اپنے افسران کی توقع کے عین مطابق اس نے یہ آپریشن انجام دیا تھا اور بغیر کسی ہنگامہ آرائی کے شاہانی کو ان کے سامنے پیش کر دیا۔

آئی جی نے شاہانی کا استقبال خود کیا تھا۔

اس نے ملک کے شریف اور معزز شہری کو اس طرح اچانک پولیس سٹیشن لائے جانے پر معذرت کرتے ہوئے اسے کافی پیش کی تھی۔ اور اپنے ساتھ ہی اپنے کمرے میں لے آیا تھا جہاں مختلف ایجنسیوں کے تین اعلیٰ دماغ اس کا انٹرویو لینے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔

انہوں نے بڑے مہذب انداز میں اور "لائٹ موڈ" کے ساتھ اسے خوش آمدید کہا تھا۔ اپنی کسی حرکت سے وہ شاہانی کو پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"مسٹر شاہانی میں ایک مرتبہ پھر آپ سے معذرت چاہتا ہوں لیکن یہ معاملہ انتہائی سیریس ہے۔ میری آپ سے درخواست ہو گی کہ جو بھی سوالات کئے جائیں ان کا اپنی بہترین معلومات کی حد تک جواب دے دیں ——— جس کے بعد ہی ہم آپ سے متعلق کوئی فیصلہ کر پائیں گے۔"

ان میں سے ایک نے کہا۔

"اب شاہانی کے پریشان ہونے کی باری تھی ——— اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ ہو کیا رہا ہے ——— پولیس افسران کا سلوک انتہائی شریفانہ تھا لیکن وہ ان کے زیر حراست بھی تھا۔

"فرمائیے ——— میں حاضر ہوں ———"

اس نے دو گولیاں نگلنے کے بعد خود کو نارمل رکھ کر کہا۔ فی الوقت اس نے خود کو

اردو فینز ڈائجسٹ ڈاٹ کام

حالات کے رحم وکرم پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہاں موجود اعلیٰ دماغ اس سے پندرہ منٹ تک گھما پھرا کر سیٹھ ہانڈی والا سے متعلق مختلف سوالات کرتے رہے۔ جس میں اس کے ساتھ آخری ملاقات کسی خاص معاملے کی ڈیل وغیرہ کے سوالات شامل تھے۔

شاہانی نے بالآخر خود ہی انہیں بتا دیا کہ گذشتہ رات اس نے سیٹھ ہانڈی والا کے فون پر اس کے ایک کلائنٹ کو دو کروڑ روپیہ غیر ملکی کرنسی میں ادا کیا تھا——

اس کے بعد انہوں نے رقم وصول کرنے والے کی تفصیلات پوچھنا شروع کر دیں۔ شاید شاہانی انہیں زیادہ تفصیلات نہ بتا سکتا۔

لیکن——

یہ چونکہ بڑی رقم تھی اس لئے شاید اس نے رقم وصول کرنے والے کی شکل بھی غور سے دیکھ لی تھی اور اپنی معلومات کی حد تک انہیں بتا رہا تھا۔ اس کی گفتگو کے دوران اس کے سامنے موجود افسران میں سے ایک نے اپنے سامنے نصب کمپیوٹر پر کچھ لکیریں وغیرہ کھینچنی شروع کر دی تھیں اور قریباً دس منٹ بعد ان لکیروں کی مدد سے جو خاکہ بنا کر اسے کمپیوٹر سکرین پر دکھایا گیا وہ حیرت انگیز حد تک اس شخص سے مماثلت رکھتا تھا جو اس سے رقم وصول کرنے آیا اس کے منہ سے بے اختیار داد وتحسین کے کلمات ادا ہو گئے۔

قریباً ایک گھنٹہ کی تفتیش کے بعد وہ تمام لوگ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ شاہانی کو نہ تو اس بات کی خبر تھی کہ سیٹھ ہانڈی والا اغوا ہو چکا ہے—— نہ ہی اسے یہ علم تھا کہ رقم وصول کرنے والا اس دہشت گرد گروہ کا رکن ہے جس نے سیٹھ کو یرغمال بنایا تھا۔

اغوا کرنے والوں کے طریق واردات نے پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو چونکا کر رکھ دیا۔

ان کا واسطہ بڑے ہی خطرناک لوگوں سے پڑ گیا تھا۔

"مسٹر شاہانی—— میں آپ کو بڑے دکھی دل سے یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ

سیٹھ ہانڈی والا قتل کر دیے گئے۔ ان کی لاش ان کی گاڑی کے پاس سمندر کنارے سے ملی تھی—— ابھی تک ان کا ڈرائیور غائب ہے۔ اخبارات نے خبر لگائی ہے کہ انہیں تاوان کے لئے اغوا کیا گیا تھا اور اغوا کرنے والوں نے تاوان وصول کرنے کے باوجود انہیں گولی مار دی——

لیکن——

ابھی تک اس خبر کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں دکھائی دے رہا——

یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ڈرائیور نے ہی یہ سب کچھ کیا ہو—— اور پھر یہ سارا ڈرامہ بھی اسی نے رچایا ہو۔ جب تک ڈرائیور گرفتار نہیں ہوتا ہم کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے—— میری آپ سے درخواست ہے کہ ملک کے ایک اہم صنعتکار اور چیمبر آف کامرس کے صدر کے قتل کی تفتیش میں آپ بھی ہمارا ہاتھ بٹائیں چونکہ سیٹھ صاحب آپکے بھی دوست تھے۔ برائے مہربانی پولیس کے ساتھ ہونے والی اس ملاقات اور یہاں کیے گئے سوالات اور جوابات کا تذکرہ تب تک کسی سے نہ کیجئے جب تک کہ ہم کسی نتیجے پر نہ پہنچ جائیں—— میری یہ بھی درخواست ہوگی کہ آپ اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں کہ سیٹھ ہانڈی والا کے فون پر آپ نے کسی کو دو کروڑ روپیہ ادا کیا ہے—— ابھی ایسی کسی بات کا ریکارڈ پر آنا ہمارے لئے دشواریاں پیدا کر سکتا ہے——"

بالآخر تفتیشی ٹیم کے ممبران کے ایک نتیجہ پر پہنچ جانے کے بعد آئی جی صاحب نے شاہانی سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد پولیس کی ہی ایک گاڑی میں ایس ایس پی اسے خود گھر تک چھوڑنے کے لئے جا رہا تھا۔

گھر کے دروازے پر پولیس پہرہ دے رہی تھی جس کے ساتھ مقامی اور غیر ملکی اخبارات اور نیوز ایجنسیوں کے رپورٹر اور فوٹو گرافر بحث کر رہے تھے کہ وہ انہیں اندر کیوں نہیں جانے دے رہے——

شاہانی کو آتے دیکھ کر انہوں نے کار کو گھیرے میں لے لیا

اردو فینز ڈاٹ کام

"اگر آپ ان سے بات کرنا مناسب سمجھیں تو میں گاڑی روک لوں——"

ایس ایس پی نے پوچھا۔

"ارے نہیں سائیں —— میں ان لوگوں کے منہ نہیں لگنا چاہتا —— یہ بڑے بدمعاش لوگ ہیں۔ کچھ الٹا سیدھا میرے منہ سے نکلوا کر پھر کوئی نیا پھڈا ڈال دیں گے——"

شاہانی کے کانوں کی لوئیں چھوتے ہوئے کہا۔

"او۔کے"——

ایس ایس پی نے ڈرائیور کو اشارہ کیا جو گاڑی کو سیدھا گیٹ تک لے گیا۔ اور گاڑی اندر جانے کے بعد گیٹ بند کر دیا گیا——

شاہانی کی درخواست پر پولیس نے گیٹ کے باہر پہرہ لگا دیا تھا کہ کوئی زبردستی اندر داخل نہ ہو سکے۔

○

اگلا دن بڑا ہنگامہ خیز تھا——

چیمبر آف کامرس اور ملک کی بڑی بڑی مارکیٹیں بند تھیں۔ وہاں سیاہ پرچم لہرا رہے تھے۔ اخبارات کے اداریوں میں پولیس کو جی بھر کے کوسا گیا تھا——

خوب لعنت ملامت کی گئی تھی کہ اتنی بڑی واردات ہو گئی اور پولیس کو کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ تمام اخبارات نے اپنے مطلب کے نتائج اخذ کر کے اپنے مطلب کی کہانیاں شائع کی تھیں۔

لیکن——

ایک بات سب نے کہی تھی کہ اگر ڈرائیور پولیس کے ہاتھ لگ جائے تو اس سے ضرور کوئی ایسا سراغ مل سکتا ہے جس کی مدد سے پولیس مجرموں تک پہنچ جائے دو تین قومی نوعیت کے اخبارات نے اس اغوا کے ڈانڈے غیر ملکی ایجنسیوں سے بھی ملا دیے تھے اور یہ لکھا تھا کہ ملک میں صنعتی بدامنی پھیلانے کے لئے کسی غیر ملکی ایجنسی نے یہ

سازش کی ہے تاکہ ملک کی رہی سہی معیشت کا بیڑہ غرق کیا جائے۔

اخبارات کے دفاتر میں اب تک تین مختلف گروپوں کی طرف سے اس اغوا کی ذمہ داری لی جا چکی تھی۔ ایک گروپ نے سیٹھ ہانڈی والا کو غریبوں کا خون چوس کر اپنے محلات کی رونق بڑھاتے والے انسان نما بھیڑیے کا خطاب دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اب چن چن کر ان لوگوں کا خاتمہ کریں گے—— جس کے بعد سے صنعتکاروں میں بے چینی اور احساس عدم تحفظ پھیلنا بالکل قدرتی سی بات تھی——

اردو نیٹز ڈاٹ کام

نیا باب

دس بجے کے بعد وڈیرہ سولنگی کی آنکھ کھلی تو اسے بتایا گیا کہ صبح آٹھ بجے سے خانم اس کی منتظر ہے اس نے وڈیرہ سولنگی سے ملاقات کے بغیر واپس جانے سے انکار کر دیا ہے۔

"جو حکم سائیں" ———

اس کے منشی نے جواب طلب نظروں سے وڈیرہ کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے بابا ملتے ہیں ——— اسے بٹھاؤ ٹہل سیوا کرو ——— میں اس کے ساتھ ہی ناشتہ کروں گا" ———

اس نے زیر لب مسکراہٹ سے منشی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"او۔ کے سائیں۔ جو حکم سائیں۔" ———

منشی الٹے قدموں واپس لوٹ گیا۔

"آپ کو تھوڑا انتظار کرنا ہو گا وڈیرہ سائیں کو ہم نے آپ کے حکم پر جگا دیا ہے۔"

اس نے خانم سے کہا جو منشی کے اس اچانک بدلے ہوئے روپ پر گڑبڑا کر رہ گئی کیونکہ تھوڑی دیر پہلے تک وہ اس سے سیدھے منہ بات نہیں کر رہا تھا۔

خانم کو ڈرائینگ روم میں بٹھا کر مشروبات سے اس کی تواضع کی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وڈیرہ سولنگی بھی وہاں آ گیا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"یہ سب کیا ہے ——— آپ نے تو ———"

خانم اسے دیکھتے ہی پھٹ پڑی۔

"بابا حوصلہ کرو ——— آرام سے بات کرو ——— میں کوئی بھاگا نہیں جا رہا ——— کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کیا کہہ رہی ہو"

وڈیرہ سولنگی کے جواب نے خانم کا پارہ آسمان پر چڑھا دیا۔

"وڈیرہ! آپ جانتے ہیں میں کیا کہہ رہی ہوں" ———

اس نے انتہائی ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے الفاظ چبا چبا کر ادا کئے۔

"اوہ شاید تم ہانڈی والا کی بات کر رہی ہو۔"

وڈیرہ نے دوبارہ سگریٹ سلگا کر بڑے اطمینان سے کش لیتے ہوئے کہا۔

"شاید نہیں یقیناً یہ آپ لوگوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔"

خانم نے دوبارہ زور سے کہا۔

"دھوکہ کیا بابا ——— ابھی تو ہم ملے ہیں ——— تمہارے حصے کی رقم مل جائے گی آج ہی مل جائے گی ——— دھوکا کیا ——— نہ سائیں ایسی باتیں نہ کرو ———"

وڈیرہ سولنگی نے اسے عجیب سے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"وڈیرہ تم زیادتی کر رہے ہو۔ تم نے بلا وجہ اسے مروا ڈالا۔ تمہارا مقصد پیسے حاصل کرنا تھا۔ اس کے بعد بھی تم نے ———"

وہ اب آپ سے تم پر آ گئی تھی۔

لیکن ———

مکار وڈیرہ سولنگی بدستور مسکراتا رہا۔

"خانم بابا کسی لڑکے سے گولی چل گئی ہو گی ——— تمہیں اس سے کیا لینا دینا۔ تم تو ایسے جابا چیخ رہی ہو جیسے وہ تمہارا نکاح یافتہ خاوند تھا ———"

اس نے لاپرواہی سے ہاتھ ہلایا۔

"وڈیرہ تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو ——— تم نے خانم کو دھوکا دیا ہے۔ یہ معمولی

بات نہیں لڑکی کہاں ہے —— تم نے تو کہا تھا کہ اسے فوراً بعد ہی مجھے سونپ دو گے۔"

——

خانم نے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی مجرمانہ زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا جب کسی نے اس کے ساتھ یہ ہاتھ کیا تھا۔

"آجائے گی —— وہ بھی آجائے گی —— بباخانم ادھر یہ ڈاکو لوگ ہماری طرح پڑھے لکھے نہیں ہوتے۔ کسی کی بات کب مانتے ہیں۔ انہیں تمہاری لڑکی بہت پسند آگئی ہے —— دو چار دن اپنا مہمان رکھ کر واپس لوٹا دیں گے۔ ببا کیا کریں بے چارے جنگلوں میں زندگی بسر کرتے کرتے انسان سے جنگلی ہو گئے ہیں ——"

اس مرتبہ وڈیرے کی بات نے اس کو جلا کر رکھ دیا۔

غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں اس نے وڈیرہ سولنگی کے بالکل نزدیک پہنچ کر کہا

"میں تمہیں برباد کر دوں گی —— اگر لڑکی کو نقصان پہنچا تو تم بھی نہیں بچ پاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے —— ٹھیک ہے —— تم زرا بیٹھو۔ میں اسے لاتا ہوں ——"

یہ کہہ کر وہ غصے میں پھنکتی خانم کو اس کمرے میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آگیا اور تھوڑی دیر بعد مسکراتا ہوا ایک بریف کیس اور ایک وڈیو کیسٹ کے ساتھ واپس لوٹا اس نے بریف کیس وہیں میز پر رکھا اور سامنے الماری میں سجے ویڈیو میں کیسٹ چلا دی ——

یہ کیسٹ کل رات ہی اسے موصول تھی —— اور وہی کیسٹ تھی جو ہانڈی والا اور پروین کی آخری ملاقات پر تیار کی گئی تھی۔

"بیٹھو اس میں تمہارے لئے بڑا اہم پیغام ہے ——"

اس نے بٹن دبا کر خانم سے کہا جو ہونقوں کی طرح کبھی اسے اور کبھی اس کی حرکات کو دیکھ رہی تھی۔

خانم اپنی جگہ کھڑی رہی سامنے بڑی سکرین پر فلم چلنے لگی —— یہ فلم سیٹھ

ہانڈی والا اور پروین کی رنگ رلیوں پر مشتمل تھی جس میں اس بات کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا کہ یہ واقعہ سیٹھ ہانڈی والا کے قتل سے ایک روز پہلے پیش آیا ہے

"بند کرو اسے۔" ——

خانم ہسٹریائی انداز میں چیخی ——

وڈیرہ سولنگی نے اسے زندہ درگور کر دیا تھا۔ اسے اب سارے معاملے کی سمجھ آگئی تھی۔ جی تو یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہنٹر سے وڈیرہ سولنگی کی کھال اتار لے —— لیکن یہ اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔

اسے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی بے بسی کا اتنی شدت سے احساس ہوا تھا۔

"دوسری فلم بھی آج آجائے گی جس میں تمہاری پروین کا بیان ریکارڈ ہے کہ کس طرح تم نے اسے سیٹھ ہانڈی والا سے ملایا اور کہا کہ روانگی پر تمہیں فون کر کے اپنی منزل کا پتہ بتا دے —— تمہارے اور اس کے خصوصی تعلقات ماضی کے تمام واقعات سمیت ریکارڈ ہو چکے ہیں —— پروین نے تمہارے باقی تمام کرتوت بھی بمعہ ثبوت ریکارڈ کروا دیے ہیں —— کیا کرتی بے چاری —— یہ ڈاکو لوگ بالکل درندے ہوتے ہیں درندے —— یہ بھلا کسی کی بات مانتے ہیں۔ اس سے ایک ایک بات اگلوالی —— میرے خیال سے پولیس کے پاس اگر یہ ساری فلم چلی جائے اور اس کی دو چار کاپیاں وی آئی پی میں بھی پہنچ جائیں تو شاید تم خودکشی کرنا ہی پسند کرو گی —— لیکن' میں ایسا نہیں چاہتا —— دیکھو خانم بی بی —— ہم یاروں کے یار ہیں —— جس کا دوستی کے لئے انتخاب کر لیں اسے اپنا پکا دوست بنا کر رکھتے ہیں —— تم ہمیں بہت پسند آگئی ہو۔ تمہاری سب عادتیں ہم سے ملتی ہیں جن میں ایک اچھی عادت ہے کسی پر رحم نہ کھانا۔ ہم بھی تمہارے طرح رحم کرنے یا معاف کرنے کے عادی نہیں ہیں —— ببا! تم بڑے لوگ ہو۔ عین ممکن تھا ہم سے دوستی ختم کر کے کسی اور کے ساتھ ہاتھ ملا لو —— اب جیتے جی نہ تم ہمیں چھوڑ سکتی ہو نہ ہم تمہیں —— کیا خیال ہے ——"

یہ کہہ کر اس نے زوردار قہقہہ بلند کیا۔

خانم سن ہو کر رہ گئی۔

○

اس کے شیطانی ذہن نے اسے فی الوقت وڈیرے کی ہاں میں ہاں ملانے کی ہی راہ سجھائی تھی۔ اگر وہ ذرا بھی چوں چراں کرتی تو عین ممکن تھا کہ اسے واقعی خودکشی کرنا پڑتی۔

"ٹھیک ہے وڈیرہ —— ہمیں تمہاری یہ ادا پسند آئی۔" ——

اس نے اچانک ہی پینترہ بدلا اور فلموں کی شیطان ویمپ کی طرح اپنے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں لگایا۔ وڈیرہ سولنگی کے اپنا لائیٹر جلا کر اس کا سگریٹ سلگایا تھا ——

وڈیرہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور اندازہ کر لیا کہ مچھلی اس کے جال میں پھنس چکی ہے اور خانم نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے ——

"یہ ہوئی ناں بات —— اب دیکھنا کہ ہم تمہیں راتوں رات کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے بریف کیس خانم کی طرف بڑھا دیا۔

"اس میں دس لاکھ روپے ہیں —— تم کچھ بھی کہو —— یہ حقیقت ہے کہ زندگی میں کبھی تمہیں ایک ڈیل سے اتنی رقم نہیں ملی ہو گی —— یہ آغاز ہے —— ابھی آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔ اور ہاں —— اگلے آٹھ دنوں میں ایک ایسا ہی پروگرام اور چلے گا —— اس مرتبہ سیٹھ اور لڑکی دونوں کا انتخاب تم نے کرنا ہے —— بے فکر رہو —— ہم تم پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے —— دیکھو خانم سائیں جتنی عقل مندی سے کام کرو گی اتنا ہی مزہ لو گی —— ذرا چوکس رہو تو ہم سارے شہر کو لوٹ کر کھا سکتے ہیں —— بابا کسی بھی غیر ملکی بنک میں اکاؤنٹ کھلواؤ —— سال دو سال بعد تمہیں باہر جا کر ساری زندگی عیش آرام سے گزارنا۔" ——

وڈیرہ سائیں نے اگلی بات کہہ کر پھر زمین اس کے قدموں تلے سے سرکا دی

—— اب وہ اس کی زرخرید غلام بن چکی تھی ——

اسے اب وڈیرہ سولنگی کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچنا تھا —— سوا اس کے فی الوقت کوئی چارہ نہیں تھا۔

خانم نے حالات سے سمجھوتہ وہیں بیٹھے بیٹھے کر لیا تھا۔

اس سے پہلے وہ کوئی آئیڈیل یا شریفانہ زندگی نہیں گزار رہی تھی۔ اس سے پہلے بھی وہ جرم ہی کر رہی تھی ——

اب جرم کی نوعیت ہی بدلی تھی ——

اور —— کیا وہ ساری زندگی دلالہ کی حیثیت سے ہی گزار دے اور لڑکیوں کی سپلائی کا دھندہ کرتی رہے ——

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ پھر خود ہی ناں میں جواب بھی دے دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ دولت کا انبار لگائے گی دولت کی سیڑھیوں پر قدم رکھ کر شرافت کے سارے ایوارڈ ایک ایک کر کے اپنے سینے پر سجاتی چلی جائے گی۔ ایک دن ایسا آئے گا جب دنیا کی کوئی طاقت اسے حکومت کی کوئی وزارت حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گی۔ —— تب وڈیرہ سولنگی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ پائے گا۔

کچھ نہیں ——

اس شہر کا وہ کون سا عزت دار ہے جس کا ماضی بھیانک نہیں رہا —— جس نے معاشرتی منزلت حاصل کرنے کے لئے تمام حرام کاریاں نہیں اختیار کیں ——

یہاں تو ایسے ایسے وڈیرے تھے جنہوں نے ماضی میں بیرون ملک سیاسی پناہ حاصل کر کے اپنے ملک پر فوج کشی کے پروگرام بنائے تھے ——

یہاں تو وہ لوگ سرکار دربار میں گدی نشین تھے جو پولیس کے ریکارڈ یافتہ مجرم تھے۔ جنہیں تخریب کاری کے جرم میں ان کی غیر موجودگی میں سزائیں سنائی جا چکی تھیں۔ جن پر درجنوں قتل اور اغوا کے کیس چل رہے تھے ——"

کیا ان کے سیاہ کارناموں سے قوم بے خبر تھی؟

اردو فنز ڈاٹ کام

حکومتی ایجنسیاں بے خبر تھیں؟

ہرگز نہیں ——

اخبارات نے ان کے ماضی کی سیاہ کاریوں کا مکمل کچا چٹھہ کھولا تھا —— مختلف ایجنسیوں کی فائیلیں ان کے سیاہ کارناموں سے بھری پڑی تھیں —— کئی تھانوں میں ان کے خلاف ایف آئی آر کٹی ہوئی تھیں ——

یہ سب کچھ تو آن ریکارڈ تھا ——

ان کی آف دی ریکارڈ حرام کاریوں کا تو کوئی حساب کتاب نہیں تھا۔

لیکن ——

وہ سب ملک کے باعزت شہری شمار ہوتے تھے۔ وہ پولیس اور ایجنسیاں جن کی فائلیں ان کے سیاہ کارناموں سے بھری پڑی تھیں —— جہاں وہ ملزموں کی حیثیت سے مطلوب تھے۔ جنہوں نے انہیں بھگوڑے قرار دے کر ان کے خلاف وارنٹ جاری کئے ہوئے تھے۔

وہی پولیس' وہی ایجنسیوں کے بڑے بڑے کرتا دھرتا ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر انہیں عدالت میں پیش کرنے کے بعد پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کے بجائے —— ان کے لئے سرخ قالین بچھا رہے تھے ——

انہیں پھول پیش کر رہے تھے ——

انہیں سلیوٹ مار رہے تھے ——

ان کی حفاظت کے لئے دن رات باؤلے ہوئے جاتے تھے ——

ان کی گاڑیوں کے آگے پیچھے اس لئے بھاگتے تھے کہ ان کی طرف لپکنے والی کسی بھی قاتل کی گولی ان کی گاڑیوں میں لگنے کے بجائے ان کے غلاموں کے جسموں سے پار ہو جائے۔

ایسے سماج میں اگر وہ وڈیرہ سولنگی کی تقلید نہ کرے تو کیا کرے؟ گھر پہنچنے تک اس کے ذہن میں موجود معمولی سے خدشات بھی ختم ہو گئے۔ جب اس نے بریف کیس میں

موجود دس لاکھ کی خطیر رقم اپنے سیف میں منتقل کی تو چند گھنٹے پہلے وحشی اور درندہ دکھائی دینے والا وڈیرہ سولنگی اسے اپنا محسن نظر آنے لگا ——

وہ سیٹھ ہانڈی والا اور پروین کو بھول کر وڈیرہ سولنگی کی کار خاص بننے کی فکر کرنے لگی ——

اور —— ایک نتیجے پر پہنچنے کے بعد اس نے وڈیرہ سولنگی کو اگلی رات اس کے ساتھ بسر کرنے کی دعوت بھی دے ڈالی —— جسے وڈیرہ سولنگی نے کھلے دل سے قبول بھی کر لیا۔

○

"ویل ڈن —— مبارک ——"

لندن سے اسے میڈم للتا کا فون آیا تھا جس نے تازہ واردات پر مبارک باد پیش کی تھی۔

"ارے میڈم یہ تو کچھ بھی نہیں —— ابھی آگے آگے دیکھو"

اس نے مرغے کی طرح گردن پھلاتے ہوئے کہا تھا ——

"بوڑھے خان صاحب بہت خوش ہیں —— جلدی آپ کے لئے بڑا انعام بھی آنے والا ہے —— بس یہ سلسلہ اب رکنے نہ پائے" ——

دوسری طرف سے میڈم نے گپتا کے جذبات بھی اس تک پہنچا دیئے۔

"کام تو ہو تا رہے گا میڈم انعام ہمیں مرضی کا ملنا چاہئے ناں ——"

اس نے فون کو ہی آنکھ مار دی ——

"ارے وڈیرہ جب جی چاہے کسی بھی ملک میں آ جاؤ —— تمہاری کنیز تمہاری خدمت کے لئے وہاں پہنچ جائے گی ——"

دوسری طرف سے میڈم للتا نے اس کی آتش ہوس کو مزید بھڑکا دیا۔

"جلدی کرو بیبا —— اب زیادہ صبر نہیں ہوتا ——"

اس نے عجیب سے بے ہودہ لہجے میں کہا۔

"صبر کرو —— صبر ——"

میڈم للتا نے دوسری طرف سے فون پر کہا۔

دونوں خاصی دیر تک بے ہودہ گفتگو کرتے رہے جس کے بعد للتا نے اس کے درخواست کرنے پر فون بند کر دیا۔

اس کے اپنے نمبروں پر "را" نے کبھی رابطہ نہیں کیا تھا۔

انہوں نے وڈیرہ سولنگی سے دو تین پرائیویٹ نمبر لیے ہوئے تھے جو وڈیرہ سولنگی کے ملازمین کے ناموں پر لگے تھے اور جن کے متعلق کسی کو شک بھی نہیں گذر سکتا تھا ——

ایسے کسی بھی نمبر پر فون کرنے سے پہلے وہ اسے مطلع کر دیا کرتے تھے اور وڈیرہ اس فون نمبر پر پہنچ کر اپنی کال ریسیو کر لیا کرتا ——

گو کہ وہ بڑا محتاط انسان تھا۔ اس نے بطور خاص ہر اس ایکسچینج میں جہاں سے اسے کسی فون کی لائن ملتی تھی اس بات کا اہتمام کیا ہوتا تھا کہ کہیں کوئی ایجنسی اس کا فون "بگ" تو نہیں کر رہی ——

اسے پاکستانی ایجنسیوں کی استعداد کا علم تھا اور مقامی ایکسچینج کے کسی بھی اوور سیئر کو جس کی سوئچ روم میں ڈیوٹی ہو خریدنا اس کے لئے ناممکن نہیں تھا۔ یوں بھی کوئی اوور سیئر ایسا کام کرنا غداری نہیں سمجھتا تھا۔

وہ جانتے تھے کہ ان سیاسی لوگوں کے نمبر مختلف ایجنسیوں والے ٹیپ کرتے رہتے ہیں اور انہیں بگ شدہ نمبروں کی خبر رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہاں غیر محتاط گفتگو نہ کریں۔

وڈیرہ نے اپنے "را" کے دوستوں کو یقین دھانی کروانے کی کوشش کی تھی لیکن ——

وہ احتیاط کا دامن چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔

انہوں نے وڈیرہ سے صاف کہہ دیا تھا کہ اپنے سے زیادہ وڈیرہ کی حفاظت ان کا

فرض ہے اور وہ آئی ایس آئی کی موجودگی میں اس ملک میں کوئی معمولی سا خطرہ مول لینے کے لئے بھی تیار نہیں ——

وڈیرہ نے اسے ان کا احتیاطی اقدام سمجھ کر قبول کر لیا تھا —— اور زیادہ بحث نہیں کی تھی ——

اگلے دس دنوں میں خانم کی مدد سے انہوں نے دو اور اغوا کی وارداتیں کروا دی تھیں۔

لیکن ——

ان وارداتوں میں پہلی واردات کے برعکس مغویان کو قتل نہیں کیا گیا تھا۔ صرف تاوان حاصل کرنے کے بعد رہا کر دیا گیا تھا۔ البتہ دونوں نے پولیس میں اپنے اغوا کی رپورٹس ضرور درج کروا دی تھیں۔

حیرت انگیز طور پر دونوں رپورٹس میں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ جب انہیں اغوا کیا گیا ان کے ساتھ گاڑی کے ڈرائیور کے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا ——

ایسا کرنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔

وہ سوسائٹی کے نامور اور عزت دار لوگ تھے۔ جوان بچیوں کے باپ اور دو تین بیویوں کے خاوند تھے ——

معاشرے میں ان کا نام تھا ——

ان کی عزت تھی ——

وہ سالانہ ہزاروں روپے ملک کے مختلف مذہبی اور رفاہی اداروں کو خیرات کرتے تھے کئی رفاہی کمیٹیوں کے وہ سرکردہ ممبران تھے۔

وہ تو مصلح بنے ہوئے تھے ——

معاشرے میں ان کی حیثیت شریف معززین شہری کی سی تھی —— پھر وہ اپنے ساتھ کسی فاحشہ کی موجودگی کا اعتراف کیسے کرتے؟

دونوں وارداتوں نے سارے شہر کی تاجر برادری ہی نہیں عوام کو بھی ہلا کر رکھ دیا

اردو فینز ڈاٹ کام

تھا۔

یہاں چھوٹی موٹی چوری ڈاکے کی وارداتیں تو ہوتی ہی رہتی تھیں۔ بے روزگار سر پھرے ڈاکو عموماً بڑے بڑے سیٹھوں کی گاڑیاں چھین کر بھاگتے اور پولیس کی گولیوں کا نشانہ بنتے رہتے تھے۔

اب انسان بھی اغوا ہونے لگے تھے ——— یہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے لئے زبردست لمحہ فکریہ تھا!

دوسری طرف اپوزیشن کے لئے تو یہ اندھے کے ہاتھ بٹیرا لگنے والی بات تھی۔ ملک کے کونے کونے سے حکومت کی مذمت ہونے لگی۔

اخبارات کے صفحات پر اپوزیشن لیڈروں کی گھن گرج نے سارا سیاسی موسم ہی تبدیل کر کے رکھ دیا۔

ہا ہا کار مچ گئی۔

ہر شخص پولیس اور حکومت کو گالیاں دینے پر تل گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جلسے جلوسوں نے رنگ جمالیا ———

شہر کے اعلیٰ پولیس حکام کا ایک ایک کر کے تبادلہ ہونے لگا۔

لیکن ———

یہ مسئلے کا حل نہیں تھا ———

اغوا ہونے والے تعاون کرنے کو تیار نہیں تھے۔ انہیں ڈاکو دھمکیاں دے کر اس عہد کے ساتھ گھروں کو بھیجا کرتے تھے کہ وہ اپنی زبان بند رکھیں گے اور اغوا کرنے والوں کے نام اور شناخت نہیں بتائیں گے ورنہ ان کے سارے خاندان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

خوف نے شہر کی پرامن فضا کو ڈس لیا تھا ———

زہریلے ناگوں کی طرح ڈر لوگوں کے دلوں میں سرایت کر گیا تھا ——— اپنی پولیس اور ایجنسیوں سے اعتبار اٹھ گیا تھا ——— انہوں نے اپنی حفاظت آپ کے تحت

جائز ناجائز اسلحہ رکھنا شروع کر دیا جس نے امن و امان کے لئے مزید مسائل کھڑے کر دیئے۔

وڈیرہ سولنگی "را" کا ہیرو بن چکا تھا۔

ان کی توقعات سے بڑھ کر وہ ان کے لئے نتائج حاصل کر رہا تھا۔

ان حالات میں جب ساری دنیا میں معاشی جنگ نقطہ عروج کو چھو رہی تھی۔ جب بڑے اور چھوٹے ممالک سرمایہ کاروں کو شاندار ترغیبات دے کر اپنے ملک کی منڈیاں وسیع کر کے اپنی معیشت کو مضبوط کرنے میں جتے تھے ———

تیسری دنیا کے ممالک میں خصوصاً اس خطے میں جسے ایشیا کا نام دیا جاتا ہے تمام ممالک غیر ملکی سرمایہ کاروں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے انہیں بڑھ چڑھ کر ترغیبات دے رہے تھے اور بعد مشکل صرف چند ملٹی نیشنل کمپنیوں نے پاکستان میں سرمایہ کاری کے لئے ہاں کی تھی ———

یہ سرمایہ کاری اگر ہو بھی جاتی تو بھی نہ ہونے کے برابر تھی ———

لیکن ———

"را" کے لئے یہ بھی ناقابل برداشت تھا۔ اگر پاکستانی قوم اپنے قدموں پر کھڑی ہو جاتی۔ اگر اس کے حکمرانوں کے ہاتھوں میں پکڑا بھیک کا کشکول ٹوٹ جاتا تو عین ممکن تھا وہ بھارت کی محکوم اقلیتیں ان سے شہ پا کر برہمن واد سے آزاد ہونے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتیں ———

"را" کے ابتدائی مراحل ہی میں ساری دنیا میں یہ ڈس انفارمیشن پھیلانا شروع کر دی تھی کہ پاکستان کے پاس تو انفراسٹرکچر ہی نہیں ———

وہاں تو سڑکیں ہی نہیں۔

بجلی اور گیس ہی نہیں ———

مناسب پانی ہی نہیں

شرح خواندگی شرمناک حد تک کم ہے ———

اردو فینز ڈاٹ کام

ایسے ملک میں بھلا ان کمپنیوں کے ہاتھ کیا لگے گا۔

اس کے باوجود کچھ غیر ملکی کمپنیوں کو اس ملک کا اور اپنا مستقبل روشن دکھائی دے رہا تھا اور انہوں نے حکومت کی طرف سے ملنے والی بے پناہ مراعات اور گارنٹیوں کے ساتھ پاکستان میں سرمایہ کاری کے لئے ہاں کر دی تھی ——— تب "را" کے سیانے سر جوڑ کر بیٹھے اور انہوں نے ان سرمایہ کاروں کے لئے پاکستان کو غیر محفوظ بنانے کی تگ و دو شروع کر دی۔

اب یہاں وڈیرہ سولنگی جیسے زر خرید کتوں کے ذریعے وہ لا اینڈ آرڈر کے مسائل کھڑے کر کے ملک کے سب سے بڑے شہر کی سڑکوں، دفاتر، اداروں، بندرگاہوں، ریلوے لائنوں اور تمام ایسی جگہوں کو غیر محفوظ کر دینا چاہتے تھے وہ جانتے تھے سرمایہ کار بنیادی طور پر خوفزدہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے سرمایے کا تحفظ چاہتا ہے۔

اور ———

جب اسے یہ علم ہو گا کہ وہاں اس کا سرمایہ ہی کیا زندگی ہی غیر محفوظ ہے تو اسے کوئی لالچ، کوئی ترغیب، کوئی ضمانت سرمایہ کاری کے لئے تیار نہیں کر پائے گی ———

اور ———

خود اس ملک کے حکمران کبھی اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی فکر نہیں کریں گے۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ عوام میں غیرت ملی کا شعور جگا کر انہیں دن رات ان کے قائداعظمؒ کے فرمان کے مطابق کام، کام اور کام ——— کے لئے آمادہ کریں۔

اگر اس قوم کی غیرت ملی جاگ گئی تو وہ سب سے پہلے اپنے حکمرانوں کے گریبانوں میں ہاتھ ڈالتے ———

وہ ان کے سونے کے محلات کو ریزہ ریزہ کر کے، ان کے پیٹ پھاڑ کر غصب شدہ عوامی سرمایہ چھین کر ملک کی تعمیر نو کرتے ——— ان کے عشرت کدوں کو جلا کر وہاں فیکٹریاں بنانے اور ان کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں پر قدغن لگا کر اپنی ایک صف میں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیتے ———

یہ سب کچھ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا ———

وہ یہاں حکمران بن کر جینا چاہتے تھے ——— عوام بن کر نہیں۔

"را" کے سیانوں نے چانکیہ کے چیلے چانٹوں نے بڑی سمجھ بوجھ کے ساتھ ان کی کمزور رگ دبائی تھی۔

ان کی کمزوریوں کا مکمل ادراک کرنے کے بعد ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔

اور ———

بڑی کامیابی سے قدم بہ قدم، زینہ بہ زینہ آگے بڑھ رہے تھے۔

غیر ملکی اخبارات میں پاکستان میں لا اینڈ آرڈر کی خراب حالت کو خوب بڑھا چڑھا کر شائع کروایا جا رہا تھا ———

مختلف ناموں سے جعلی مضامین لکھوائے جا رہے تھے ———

پاکستانی دانشوروں کی ایک بڑی جماعت کو جو بے پناہ محرومیوں کے ساتھ زندہ تھی ان کی محرومیوں کے نام پر ایکسپلائٹ کیا جا رہا تھا ———

ان کے قلم زہریلے خنجر بن کر ملکی سلامتی کے جسم میں اتر رہے تھے اور یہ نام نہاد دانشور غیر ملکی دوروں، چند ٹکوں، جسم فروش عورتوں کی صحبت، شراب کی ایک دو بوتلوں کے لئے اپنا ایمان گروی رکھ رہے تھے۔

○

سائیں لوک کو بھی ایک روز اپنی خصوصی محفل میں وڈیرہ سولنگی نے اس کے باپ کے قتل کی فلم دکھا دی تھی۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔

لیکن ——— حفظ ماتقدم کے لئے اس نے یہ بھی ضروری سمجھا اور تین شیطانوں کی تکون بن گئی۔

خانم، سائیں لوک اور وڈیرہ سولنگی ———!!

مشترکہ منصوبے بننے لگے ———

ہر طرف تباہی کا نیا طوفان اٹھایا جانے لگا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

ان کے اپنے صوبے میں لسانی پارٹی کے ممبران کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تمام بے روزگار ستائے۔ محروم اور بے بس نوجوان اپنی کمزوریوں کے ہاتھوں بکنے لگے۔ سائیں لوک اور خانم نے ان کے ایک طرح سے بھرتی دفاتر کھول لیے——

پہلے پانچ، پھر دس، پھر بیس اور اب سو سے زیادہ کی تعداد میں انہوں نے ایسے محروم نوجوانوں کو لالچ، دھونس، بلیک میلنگ کے ذریعے "را" کے تخریب کاری کیمپوں میں پہنچا دیا——

یہاں انہیں تخریب کاری کی تربیت دے کر، شراب و شباب کا ایسا بنا کر واپس بھیجا جاتا اور چند ٹکوں کے لئے وہ ملکی سلامتی کے لئے خطرہ بننے لگے——

ان کے ذریعے لسانی تعصبات کو ہوا دے کر فسادات کی راہ ہموار کی جاتی——

ان سے بڑے بازاروں میں فائرنگ کروائی جاتی——

ریلوے لائنیں تباہ کروائی جاتیں——

اغوا کروائے جاتے——

قتل کروائے جاتے——

دھماکے کروائے جاتے——

غرض ہر وہ کام کروایا جاتا جو اس مملکت خداداد کے مکینوں کو احساس دلاتا رہے کہ وہ تیسرے درجے کی، بے بس، بے کس اور ستم ظریفی حالات کی ماری قوم کے افراد نہیں، بلکہ بھیڑوں کا گروہ ہیں۔ جن پر کچھ خونخوار بھیڑیے مسلط ہو کر مسلسل ان کا خون چوس رہے ہیں۔

○

خانم اب بین الاقوامی شخصیت بن چکی تھی——

ہیومن رائٹس کے حوالے سے اس کا نام دنیا کی بڑی بڑی پاکستان اور اسلام دشمن تنظیموں کی فائلوں میں سنہری حروف میں لکھا جا چکا تھا——"

وہ ملک کی بہت بڑی نام نہاد ہیومن رائٹس تنظیم کی چیئرمین بن چکی تھی۔ متعدد

وہ غیر ملکی کنونشن اٹنڈ کر چکی تھی——

اس مرتبہ وہ بھارت کے شہر دہلی میں بھی ایشیائی خواتین پر معاشرتی مظالم کے عنوان سے ہونے والی ایک بین الاقوامی نوعیت کی کانفرنس میں شمولیت کے لئے گئی تھی

——

عین انہی دنوں میں سائیں لوک بھی وہاں بڑے میاں صاحب کے عرس میں مہمان خصوصی بن کر گیا ہوا تھا—— دونوں کو "را" والوں نے ایک خصوصی تقریب میں اپنے ہیڈ کوارٹرز میں طلب کیا تھا——

دونوں کو وہاں ان کی خدمات کے اعتراف میں نقد نذرانے پیش کرتے ہوئے ایک بڑے منصوبے پر کام کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ جس کی کامیابی کی صورت میں دونوں کو ان کے صوبے میں بننے والی بھارت نواز حکومت میں اعلیٰ عہدے پیش کئے جانے تھے

——

دونوں کو بطور خاص ہیڈ کوارٹرز کا دورہ کروایا گیا تھا کہ انہیں "را" کے بے پناہ جدید ترین وسائل دکھا کر مزید مرعوب کیا جا سکے اور وہ دونوں یہاں ٹریننگ کا معیار اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کر چکے تھے کہ واقعی "را" والے اپنے گھناؤنے منصوبوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اور——

وہ زیادہ یکسوئی سے زیادہ لگن سے—— زیادہ محنت سے ان کے آلہ کار بن کر ان کی کامیابی کرتے ہموار کرتے رہیں۔

یہ ان کی بدبختی تھی یا پھر پاکستانی قوم کی خوش نصیبی کہ عین ان لمحات میں جب اپنی حیوانی میں سے لاچار خانم ایک مشتبہ نوجوان کو جس پر اس کے ساتھیوں نے اس کی کچھ حرکات دیکھ کر شک کا اظہار کیا تھا اپنے ہاتھوں سزا دے کر دوسرے ورغلائے گئے نوجوانوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنے جا رہی تھی—— اور سائیں لوک اس کے ساتھ موجود تھا——

اردو فینز ڈاٹ کام

عین ان لمحات میں طوفان بار بار اس میں راستہ بھٹک کر سرحد عبور کر آئے اور پھر حادثاتی طور پر یہاں تک پہنچ جانے والے "الیف آئی یو" کے کیپٹن جمشید نے انہیں شناخت کرلیا——

وہ دونوں چند گھنٹوں کے لئے ہی اس کیمپ میں "مہمان خصوصی" بن کر آئے تھے جب کیپٹن جمشید نے اپنے جہاد کا آغاز کیا تو وہ خصوصی جہاز میں بیٹھ کر دہلی واپس پہنچ چکے تھے——

انہیں تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ ان کی سیاہ بختی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور جس کیمپ میں وہ فرعون بن کر اور پاکستان کی بربادی کا نیا گھناؤنا منصوبہ بنا کر لوٹے تھے—— پاکستانی فوج کے کمانڈو اور اللہ کے سپاہی نے اس کیمپ ہی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا۔

وہ تو بڑے مطمئن ہو کر الگ الگ فلائٹس میں واپس لوٹے تھے اور ہوائی اڈے پر ان کے مداح ان کے استقبال کے لئے حسب روایت موجود تھے۔ وہ انہیں حسب سابق بڑے احترام اور عزت سے ان کے ٹھکانوں تک لے آئے تھے۔

❀❀❀

نیا باب

سی آر پی کا مقامی ہیڈ کوارٹر شہر سے باہر ایک مضافاتی علاقے میں بنایا گیا تھا——

ایک بڑے میدان میں، جو چاروں طرف درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ خاردار تار لگا کر اور کچھ عارضی کمرے بنا کر بھارتیوں نے اسے سی آر پی ہیڈ کوارٹر کی شکل دے دی تھی۔ جمشید کے ساتھ خیریت گذری کہ انہوں نے ٹرک کو درختوں کے جھنڈ کے نیچے ایک کونے میں کھڑا کیا تھا جہاں درختوں کی چھاؤں نے اس جہنم کی آگ کو قدرے ہلکا کر دیا تھا بصورت دیگر تو شاید وہ جھلس کر ہی رہ جاتا۔

ٹرک کے ڈرائیور اور کنڈکٹر کو انہوں نے حوالات میں بند کر دیا تھا اور سی آر پی کے دو جوان اب ٹرک پر چڑھ کر وہاں رکھے سامان کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ٹرک کے ٹول بکس پر بھی سرسری سی نظر ڈالی تھی پھر دونوں مطمئن ہو کر باہر آ گئے۔

کیپٹن جمشید کے حساس کانوں نے ان کے قدموں کی چاپ کو آخری لمحات تک محسوس کیا جس کے کچھ دیر بعد اس نے اپنے جسم کو حرکت دے کر اپنا دوران فون بحال کیا۔

اب اسے بھوک سے زیادہ پیاس کا احساس ہونے لگا تھا——

پندرہ بیس منٹ تک مزید اس پوزیشن میں رہنے کے بعد اس نے ہمت کر کے خود

اردو فینز ڈاٹ کام

کو ترپالوں کے بوجھ سے آزاد کیا اور اپنے سر کو تھوڑا سا بلند کر کے حالات کا جائزہ لینا چاہا

——

اس کی آنکھوں نے سامنے جو منظر دیکھا تھا اس کے بعد کیپٹن جمشید نے دوبارہ اس پوزیشن پر واپس لوٹ جانا زیادہ مناسب خیال کیا۔

سامنے گراؤنڈ میں سی آر پی کے جوان اپنی معمول کی پریکٹس کر رہے تھے۔ ان کی تعداد سینکڑوں میں تھی اور کیپٹن جمشید نے اندازہ کر لیا تھا کہ اگر اس نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو اس کے جسم کا شاید ہی کوئی حصہ ان کے ہاتھوں سلامت رہ پائے گا کیونکہ وہ لوگ اپنی بندوقوں سمیت پریڈ اور مشقوں میں مصروف تھے۔

کیپٹن جمشید نے کافی دیر تک لمبی تان کر اسی طرح لیٹے رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ یہاں سے نکلنے کا فی الوقت تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا دوبارہ وہ اس پوزیشن میں واپس چلا گیا۔ اس نے تصور کر لیا تھا کہ وہ اس وقت صحرائی مشقوں میں مصروف ہے جہاں دس گھنٹے سے پہلے اسے پانی نہیں ملے گا۔

اور ——

دس گھنٹے کے بعد بھی اسے کوٹے کے مطابق طے کردہ پانی ہی ملے گا ——!!

دو گھنٹے مزید اسی طرح گزر گئے۔ اب سورج اس کے عین سر پر آ گیا تھا اور اس کا جسم پسینے کی وجہ سے باقاعدہ پانی میں تیرنے لگا تھا ——

ایک مرتبہ پھر اس نے ہمت کر کے باہر دیکھنے کے ارادے سے سر اٹھا ہی لیا۔ اس مرتبہ اس کے ہونٹوں پر خوامخواہ سے ایک مسکراہٹ جم گئی۔

میدان خالی تھا ——

گویا قدرت کو اس کی حالت پر رحم آ ہی گیا۔

اس نے سب سے پہلے اپنے بدن پر رکھے ترپال کے ڈھیر سے نجات حاصل کی تو اسے یوں لگا جیسے اس کے ہاتھ پاؤں نے ہلنے سے انکار کر دیا ہو —— بدقت تمام اس نے انہیں حرکت دے کر دوبارہ ان ایکشن کیا ——

اب وہ ٹرک کے ٹول بکس میں اکڑوں بیٹھ کر باہر کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ ان لوگوں کی پریڈ گراؤنڈ تھی جس کے ایک کونے پر عمارت میں شاید ان کے دفاتر تھے اور ٹرک کے عقب میں چھوٹے چھوٹے درخت تھے جن کے بعد ایک چھوٹی سی چار دیواری تھی جسے پھلانگ کر وہ دوسری طرف سڑک تک پہنچ سکتا تھا۔

○

کیپٹن جمشید نے اپنے جسم کو بلی کی طرح لیٹے لیٹے کھینچ کر اپنی توانائیاں بحال کیں اور بہت چوکنے ہو کر ٹول بکس سے ڈرائیونگ سیٹ والے حصے کی طرف سے اتر کر زمین پر پہنچ گیا ——

اس کی پوزیشن ایسی تھی کہ اب اگر کوئی عمارت میں سے بہت زور لگا کر بھی اسے دیکھتا تو نہ دیکھ پاتا —— وہ اپنے پنجوں پر قریباً بھاگتا ہوا۔ درختوں کے سلسلے تک پہنچا۔ وہاں رک کر اس نے ایک مرتبہ پھر گرد و پیش کا جائزہ لیا اور خود کو محفوظ خیال کرتے ہوئے اس نے درختوں کے جھنڈ ہی میں دوڑ لگائی اور ایک ہی جست میں سامنے چھوٹی سی چار دیواری عبور کر گیا ——

اب وہ ایک سڑک پر کھڑا تھا ——

یہ شاید وہی سڑک تھی جس پر ٹرک چل رہا تھا —— کیپٹن جمشید نے کچھ سوچ کر فیصلہ کیا کہ اب وہ اپنے واپسی کے سفر کا آغاز کر دے۔

وہ سڑک سے اتر کر اب کھیتوں کے سلسلے میں داخل ہو رہا تھا —— اسے علم تھا اس علاقے میں دور سے کوئی اسے مشکوک نہیں سمجھے گا کیونکہ یہاں کے دیہاتوں کے نوجوان بھی جین کی پتلونیں پہن کر کھیتوں میں کام کیا کرتے تھے۔

تھوڑا فاصلہ طے کرنے پر ہی قدرت کو شاید اس کی جواں مردی پسند آ گئی اور اسے انعام سے نوازنے کا فیصلہ ہو گیا۔

یہ چھوٹا سا نالہ تھا۔ جو نہر کے پانی کو کاٹ کر کھیتوں تک پہنچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔

جمشید نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

لیکن ——

اس کی تپش اب جمشید کے لئے تکلیف دہ نہیں رہی تھی۔ اس نے احساس تشکر سے اپنا سر جھکا لیا اور چھوٹے سے پختہ نالے کے کنارے چوکڑی مار کر بیٹھ گیا۔

اگلے چند منٹ تک اس نے پیٹ بھر کر پانی ہی نہیں پیا تھا بلکہ اپنے تمام کپڑوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد جی بھر کے غسل بھی کر لیا تھا —— اس کے ذہن میں یہ بات ضرور رہی تھی کہ ایسی کاروائیوں کے لئے یہ کوئی بہت محفوظ جگہ نہیں ہے۔ لیکن، وہ مطمئن تھا کہ دوپہر کی اس جھلساتی گرمی میں کون اس طرف اسے دیکھنے آئے گا ——

نالے کے ساتھ ساتھ اس نے دوبارہ سفر آغاز کیا اور تھوڑا چلنے کے بعد بے اختیار سجدہ شکر بجا لایا ——

سبزیوں سے بھرے کھیت کے ایک کونے میں کسی کسان نے خربوزوں اور تربوز کی بیلیں بچھائی ہوئی تھیں۔ جن سے پکا ہوا پھل اسے دعوت دے رہا تھا —— اس نے دانتوں کی مدد سے پہلے ایک بڑا تربوز بیل سے توڑا —— اسے نالے تک لایا اور دو تین منٹ نہر کے پانی میں ڈبونے کے بعد اسے توڑ دیا —— سرخ اور پکے ہوئے پھل نے اس کے روئیں روئیں میں عجیب کیفیت دوڑا دی تھی ——

کیپٹن جمشید نے سیر ہو کر تربوز اور خربوزے کھائے۔ اب اس کے جسم کی گمشدہ توانائیاں لوٹ آئی تھیں۔ وہاں اس کے جسم میں مزید گرمی برداشت کرنے کے لئے بے پناہ توانائی بھی زخیرہ ہو گئی تھی ——

سڑک کو اپنے ذہن میں رکھ کر وہ اس کے ساتھ ساتھ پگڈنڈیوں پر چلتا رہا اب نالے کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔

لیکن ——

وہ قدرے محفوظ بھی تھا ——

سہ پہر تک اس کا سفر جاری رہا ——

اس درمیان اسے دور دور اکا دکا لوگ بھی دکھائی دیے، لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور وہ اطمینان سے چلتا رہا ——

اب اس کے سامنے ایک ٹیوب ویل اور اس سے ملحقہ چھوٹا سا کمرہ آ گیا تھا ٹیوب ویل بند تھا۔

لیکن —— اس سے ملحقہ کھیتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس کا مالک تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں سے گیا ہے ——

جمشید نے کھیتوں کے درمیان رک کر حالات کا جائزہ لیا اور اس اطمینان کے بعد کہ دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔ اس کمرے پر قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا ——

دبے پاؤں چلتا جب وہ کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا تو سورج نے اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا۔ اس کے بازو پر بندھی گھڑی پانچ بجا رہی تھی۔ اب وہ چوکنا ہو کر ٹیوب ویل سے ملحقہ اس کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ جس کے حالت بتا رہی تھی کہ اس کا مالک کوئی امیر آدمی ہے کیونکہ کمرے کے گرد اس نے زمین پر فرش بچھا کر وہاں چارپائیاں کھڑی کی ہوئی تھیں۔

کمرے کے باہر لکڑی کے دروازے پر تالا پڑا تھا ——

تالا جسامت میں تو بڑا لیکن بڑا پرانا دکھائی دے رہا تھا —— جمشید نے ٹیوب ویل کے نزدیک پڑی اینٹوں میں سے ایک مضبوط سی اینٹ اٹھائی اور اگلے چند سیکنڈ میں تالا ٹوٹ گیا —— کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو اسے اس کے مالک کی امارت کی تصدیق بھی ہو گئی کیونکہ اندر چھت سے پنکھا لٹک رہا تھا اور کونے میں تین چار چارپائیاں اور پڈسٹل فین دھرا تھا۔

دوسرے کونے میں کچھ کرسیاں اور میز رکھی تھی۔ جن کے ساتھ کھاد اور بیج کی

اردو فینز ڈاٹ کام

بوریاں، کچھ زرعی ادویات اور ایک سائیکل موجود تھی ——

ایک کونے میں الماری نصب تھی جس کے پٹ کھلے تھے —— جمشید نے سب سے پہلے اس پر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔

الماری کا پٹ کھلتے ہی اس کی باچھیں کھل گئیں۔

سامنے بڑی سلیقے سے دھوتی، کرتا، پائجامہ اور پگڑی رکھی ہوئی تھی۔ شاید یہ کپڑے اس نے ابھی اتارے تھے یا پھر کسی اور مقصد کے لئے رکھے تھے۔

جمشید نے سب سے پہلے اپنے بدن پر موجود کپڑے اتار کر دیوار سے لٹکے کپڑے کے ایک تھیلے میں ڈالے اور کرتا پائجامہ پہن لیا —— یہ کپڑے کچھ ڈھیلے ضرور تھے۔ لیکن اس کے لئے بہت مناسب تھے۔ پستول اس نے قمیص کے نیچے اس طرح چھپا لیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر فوراً باہر نکال لے۔

سائیکل کی یہاں موجودگی کا مطلب یہی تھا کہ ضرور اس کا راستہ بھی بنا ہو گا۔

کیپٹن جمشید نے ایک لمحے کے لئے کچھ دل ہی دل میں سوچا پھر ایک فیصلے پر پہنچ کر کپڑے کا تھیلا سائیکل کے ہینڈل سے مقامی دیہاتیوں کی طرح لٹکا لیا اور سائیکل سمیت باہر نکل آیا ——

اچانک ہی ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن پر لپکا اور اس نے آگے بڑھ کر میز کا دراز کھول دیا۔ اس میں کچھ رسیدیں اور کرنسی نوٹ پڑے تھے ——

یہ دو، پانچ اور دس روپے کے نوٹ اور کچھ ریزگاری تھی۔ شاید یہاں رہنے والا وقتاً فوقتاً بچی کچھی ریزگاری یہاں ڈالتا رہتا تھا۔ جو اب کیپٹن جمشید کے کام آ رہی تھی —— اس نے اپنی پیٹھ تھپتھپا کر خود ہی اپنے آپ کو داد دی اور سائیکل سمیت باہر نکل آیا —— باہر نکل کر اس نے دروازے کو کنڈا لگا کر بند کیا اور یہاں کے مکین کا شکریہ ادا کر کے سائیکل پکڑ کر باہر آ گیا ——

پگڈنڈیوں پر سائیکل چلاتا وہ بمشکل دس منٹ بعد سڑک پر آ چکا تھا ——

اب اس نے بڑے اطمینان سے سڑک کی مخالف سمت سائیکل چلانا شروع کی۔

اپنے کالج کا زمانہ اسے یاد آ گیا جب وہ کشتی رانی اور سائیکلنگ میں حصہ لیتا تھا اور کئی انعامات جیتا کرتا تھا آج وہ اپنا ماضی دھرانے کا عزم کر چکا تھا ——

سڑک پر سائیکلوں کی ٹریفک اب کچھ زیادہ ہو گئی تھی کیونکہ یہ کارخانوں وغیرہ میں چھٹی کا ٹائم تھا اور لوگ چھٹی کر کے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

کیپٹن جمشید سڑک کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا۔ رات کے آٹھ بجے تک اس نے سائیکل چلائی محتاط ترین اندازے کے مطابق اس نے قریباً 30 کلو میٹر سفر طے کر لیا تھا۔ اس دوران اس نے راستے میں دو تین جگہ رک کر پانی پیا تھا۔

اب اسے ایک "سفری ڈھابہ" (چھوٹا سا ہوٹل) دکھائی دیا۔ جس پر کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے یہاں قسمت آزمائی کی ٹھان لی۔

○

ڈھابے کے باہر بچھی چارپائیوں میں سے ایک کے نزدیک اس نے سائیکل کھڑی کر دی اور نزدیکی نل پر منہ دھونے لگا۔ جس کے بعد وہ اطمینان سے چارپائی پر بیٹھ گیا —— اس کے چارپائی پر پہنچنے کے دو تین منٹ بعد ہی ایک بوڑھا شخص جس کی نشے سے آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں اور جو شاید یہاں بیرے کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس کے نزدیک آ گیا۔

جمشید کو دو تین لفظ ہی یاد تھے وہ اس نے وہی دھرا دیے ——

"دال تڑکا اور پھلکے لے آؤ —— بعد میں چائے اور برفی لے آنا" ——

اس کے ایک ساتھی نے بتایا تھا کہ یہاں لوگ چائے کے ساتھ برفی، جلیبیاں اور پکوڑے بہت شوق سے کھاتے ہیں۔

بوڑھا واپس چلا گیا ——!!

ڈھابے پر موجود سردار نے چند منٹ بعد ہی اس کے لئے دال تڑکا اور چار پھلکے بھیج دیے۔ جمشید کو زندگی میں بہت عرصہ بعد اتنی مزے دار دال کھانے کا موقعہ ملا تھا۔ اس نے بوڑھے کو اشارے سے بلا کر مزید دال تڑکا اور پھلکے لانے کا آرڈر دے دیا ——

اردو فینز ڈاٹ کام

ڈھابے پر موجود سردار نے اس کی طرف دیکھا تو جمشید نے کھانا کھاتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسے داد دے کر اس کے کھانے کی تعریف کر دی——— جس پر اس نے مسکرا کر دوبارہ اپنے سرہانے رکھے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیا اور اس کے لئے دال بنانے لگا۔

اس درمیان وہاں ایک مسافر بس آ کر رکی جس سے سواریاں اتر کر ادھر آنے لگیں۔ اب جمشید قدرے چوکنا ہو کر اپنے کام میں جت گیا۔

اس نے پیٹ اور جی بھر کے کھانا کھایا اس درمیان چائے کی ایک چینک اس کے لئے تیار ہو کر آ گئی تھی جبکہ دوسری پلیٹ میں بوڑھا مٹھائی رکھ کر لا رہا تھا———

جمشید نے چائے سے بھی پیٹ بھر لیا اور اونٹ کی طرح اگلے چوبیس گھنٹے کے لئے بھی خود کو چائے سے بے نیاز کر دیا مٹھائی البتہ اس نے چارپائی کے سرہانے دھرے اخبار کے ایک کاغذ میں لپیٹ کر اپنے تھیلے میں منتقل کر لی تھی اور اب بل ادا کرنے کے لئے سردار کی طرف جا رہا تھا جو گاہکوں میں مصروف تھا———

اسے سرار کی طرف جاتے دیکھ کر بوڑھا اس کے تعاقب میں آ گیا۔

"اٹھارہ روپیئے مہاراج جی———"

اس نے جمشید سے کہا جس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دس دس کے دو نوٹ بوڑھے کی طرف بڑھا دیے۔

"لے چاچا موجاں کر———"

اس نے دو روپے اسے ٹپ دے کر حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے کہا۔

"دھن باد مہاراج جی———"

بوڑھے نے اسے بے شمار دعائیں دے ڈالی تھیں۔

ایک مرتبہ پھر اس نے سائیکل سنبھالی اور اطمینان سے اس کو چلاتا سڑک تک لے آیا تھا۔ اب رات کے 9 بج رہے تھے اور اس کے نزدیک رات کی تاریکی میں سائیکل

کا مزید سفر خطرناک ہو سکتا تھا۔

سائیکل اس نے اطمینان سے سڑک کے کنارے کھیتوں میں اتار دی اور اسے کندھے پر رکھ کر چلتا ہوا کھیتوں کے سلسلے کے عین درمیان میں سڑک سے کوئی ڈیڑھ دو فرلانگ دور تک آ گیا تھا۔ یہاں چونکہ فصل تیار ہو رہی تھی۔ اس لئے اسے اندازہ تھا کہ صبح صبح کسان یہاں نہیں آئیں گے اور نہ ہی سڑک سے نزدیک ہونے کی وجہ سے جنگلی جانوروں کا کوئی خاص خطرہ تھا جہاں تک کیڑے مکوڑوں کا تعلق تھا ان سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے کھیتوں کے درمیان سائیکل بچھا کر اس پر کماد کے بڑے بڑے پتے بستر کی شکل میں پھیلا دیے پھر اپنے کپڑے تھیلے میں ڈال کر اور تھیلے والے کپڑے خود پہن کر اطمینان سے لیٹ گیا———!!

صبح نزدیکی دیہاتوں کے مندروں اور گوردواروں سے آنے والی کیرتن اور بھجن کی آوازوں سے اس کی آنکھ کھلی———

اسے امید تھی کہ نزدیک ضرور کہیں پانی ہو گا———

امید بر آئی جب اسے کھیتوں کے باہر کچھ فاصلہ پر ایک نالی میں رات کا پانی دکھائی پڑا جس سے اس نے وضو کر کے نماز ادا کی۔ رات والی برفی کا ناشتہ کر لیا اور——— دل ہی دل میں اب تک کی سلامتی کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے دعا مانگ کر نئے عزم کے ساتھ سائیکل سنبھال کر دوبارہ سڑک پر آ گیا۔

○

مکسر سے ابوہر تک کا فاصلہ اس نے دو دن اور تین راتوں میں طے کیا تھا———!

اس دوران اس نے چار مرتبہ سڑک کنارے بنے ڈھابوں سے پیٹ کا جہنم ٹھنڈا کیا——— دو مرتبہ سائیکل کے ٹائروں میں ہوا بھری تھی——— رات وہ پتلون قمیص میں گزارتا اور دن میں دیہاتی کپڑے پہن کر سفر کرتا رہا———

اس نے ایک روز رات کو دیہاتی کپڑے دھو کر خشک کر لیے تھے اور صبح پہنے تھے تاکہ وہ زیادہ میلے نہ لگیں——— اس کی داڑھی اس درمیان خاصی بڑھ چکی تھی اور اب

اردو فینز ڈاٹ کام

اس کی تصویر دیکھ کر کم از کم کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔

راستے میں ایک دکان سے اس نے براہمنوں والا جنیو لے کر گلے میں ڈال لیا تھا اور ہاتھ میں لوہے کا کنگن بھی پہن لیا تھا ——— اپنی گھڑی اس نے بازو سے تھیلے میں منتقل کرلی تھی تاکہ اس پر کسی کی نظر ہی نہ پڑ سکے۔

اس درمیان کسی نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ اس نے سارا سفر صبح اور شام ڈھلنے کے درمیان کیا تھا راستے میں متعدد مرتبہ پولیس، بی ایس ایف اور آرمی کی مختلف جیپیں اس کے نزدیک سے گزریں۔

لیکن ———

کسی نے اس پر شک نہیں کیا تھا ———

رات کو جب بھی وہ سونے کے لئے کسی کھیت کے دامن میں لیٹتا۔ اسے فوراً تخریبی کیمپ اور اس میں موجود سائیں لوک اور خانم کی شکلیں یاد آجاتیں۔ اب تک اس نے متعدد مرتبہ سوچا تھا کہ کہیں اسے دھوکہ تو نہیں ہوا۔

لیکن ———

یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک کمانڈو کی آنکھیں دھوکہ کھا جائیں۔ اس نے ذاتی طور پر اپنی اس شہر میں پوسٹنگ کے دوران کئی مرتبہ ان لوگوں کو نزدیک سے دیکھا تھا۔ ان کی تصاویر آئے روز کسی نہ کسی حوالے سے اخبارات میں شائع ہوتی رہتی تھیں ———

"اف میرے خدایا ——— کیا یہ زہر ہمارے معاشرے میں اتنی دور تک سرایت کرچکا ہے ——— کیا "را" نے اتنی کامیاب نقب لگائی ہے ———

اب تک یہ لوگ نجانے کیا کیا کرچکے ہوں گے ———

کتنی تباہی پھیلا چکے ہوں گے ———

خدا جانے اگر وہ اس کی نظر میں نہ آتے تو مزید کتنی تباہی پھیلاتے۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اڑ کر اپنے ملک پہنچے اور ان دونوں کو اپنے ہاتھوں موت کی نیند سلادے ———

لیکن ———

ابھی یہ کچھ ممکن نہیں تھا ———

ابھی اسے بہت لمبی جنگ لڑنی تھی۔ اسے بین الاقوامی سرحد پار کرکے اپنے ملک واپس پہنچنا تھا۔ جس کے بعد ہی وہ کچھ کرپاتا۔ لیکن، اس بات کی بھی کیا ضمانت تھی کہ وہ اس کے بعد بھی کچھ کرپائے گا؟

دونوں بڑے پہنچے ہوئے اور بااثر تھے۔ دونوں کا اپنا ایک وسیع حلقہ اثر ملک ہی نہیں، بلکہ ملک سے باہر بھی موجود تھا۔

کچھ بھی ہو ——— میں انہیں چھوڑوں گا نہیں ———

اس نے ہر دفعہ جب ایسا خیال آیا اپنے اس عزم کا اعادہ کیا۔ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ دشمن کے چنگل سے نکل کر اپنے وطن ضرور پہنچے گا۔ اگر قدرت نے اسے ان غداروں کا چہرہ دکھایا تھا تو ضرور اس میں بھی کوئی مصلحت خداوندی ہوگی ——— ضرور اللہ تعالیٰ نے ان غداروں کو انجام تک پہنچانے کے لئے ہی اس کا انتخاب کیا ہوگا۔ جس طرح دشمن کے تخریب کاری کیمپ کی تباہی کے لئے اللہ تعالیٰ اسے عجیب و غریب حالات سے گزار کے وہاں تک لے گئے اور اس سے یہ کارنامہ انجام دلوادیا۔

اس طرح عین ممکن ہے ان دونوں موذیوں کی ہلاکت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا انتخاب کیا ہو ———

اسے ایک بات پر کبھی کبھی ہنسی ضرور آجاتی تھی۔ انٹیلی جنس سکول میں اپنا کورس مکمل کرتے ہوئے جب وہ لوگ "را" کے ہتھکنڈوں سے متعلق غور کرتے تو اکثر انہیں خیال گزرتا کہ ان کے معاشرے کی مخصوص روایات کی وجہ سے ممکن ہے یہاں ایجنٹ عورتیں "را" کو میسر نہ آتی ہوں گو کہ خانم اس کے معاشرے کی نمائندہ عورت نہیں تھی ———

لیکن ———

اب اسے اپنی خام خیالی پر ہنسی آرہی تھی ———!

اردو فینز ڈاٹ کام

سائیکل کے مسلسل سفر نے اسے تھکا دیا تھا۔ لیکن وہ تھکنے اور رکنے والا نہیں تھا۔ اس نے تھکنا جیسے سیکھا ہی نہیں تھا۔

ابوہر کے باہر ہی وہ رک گیا۔

اس کا اب تک یہ طریقہ رہا تھا کہ وہ شہر میں بڑی سڑک کے راستے داخل نہیں ہوتا تھا اور متبادل راستے اختیار کرتا تھا۔

لیکن ——

یہاں اسے متبادل راستے کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اسی نے اللہ کو یاد کیا اور اس راستے سے شہر میں داخل ہو گیا۔ جدھر سے سب لوگ جا رہے تھے۔ محصول چونگی کے نزدیک پولیس چوکی دیکھ کر اس نے سائیکل سے اتر کر کھیتوں کا رخ کیا اور اس گاؤں کے راستے شہر میں پہنچ گیا۔ جو اس شہر کا سرحدی گاؤں تھا ——

جمشید سائیکل پر چلتا چلا جا رہا تھا ——

اس نے ابھی تک کسی سے کوئی راستہ دریافت نہیں کیا تھا۔ ہیڈ سلیمانکی اس کے گردہ گرد کے سرحدی علاقے میں وہ گزشتہ تین سال سے خدمات انجام دے رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ایک مرتبہ جب وہ شہر کی حدود سے نکل گیا تو ضرور سرحد کا راستہ بھی تلاش کر لے گا۔

ابوہر چھوٹا سا شہر تھا۔ جو اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی جیب میں موجود نقشے پر نمایاں ہو کر پھیل رہا تھا اسے ایک ایک کر کے اس کے گرداگرد کے سٹیشن یاد آرہے تھے اسے "گیدڑبہا" پوسٹ یاد آگئی۔

اسے مکھا سنگھ یاد آگیا جوان کے لئے کوریئر کے فرائض انجام دیتا تھا اور جس نے ایک ٹیچر کی طرح اسے سارے سبق پڑھائے تھے۔ اپنی دلچسپی اور معلومات کے لئے کیپٹن جمشید نے اس سے اردگرد کے علاقوں کی مکمل معلومات حاصل کر لی تھیں ——

سورج کی تمازت ماند پڑنے کو تھی جب وہ ابوہر کے مضافات میں گھوم رہا تھا۔

سائیکل ابھی تک اس کی ہم سفر تھی اور اسے یہاں کسی گاؤں کا نام یاد نہیں تھا ——

اردو فینز ڈاٹ کام

اچانک ہی اسے بی ایس ایف کی ایک جیپ شہر سے نکل کر اس راستے پر آتی دکھائی دی۔ جمشید سائیکل سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ جیپ اس کے نزدیک سے گزر کر دور آگے نکل گئی تھی —— کچھ دور تک وہ اسے دکھائی دیتی رہی جس کے بعد غائب ہو گئی۔

لیکن ——

اس کی ایک بڑی مشکل حل ہو گئی ——

اس سے کچھ فاصلے پر تین سڑکیں مختلف اطراف کو پھوٹ رہی تھیں اور اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کون سا راستہ اختیار کرے۔

بی ایس ایف والوں نے یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔ اس نے وہی سڑک اختیار کی جس پر سے بی ایس ایف کی جیپ گزر کر آگے گئی تھی —— اس سڑک پر تین چار کلومیٹر کا سفر طے کرنے کے بعد اسے ایسی نشانیاں دکھائی دینے لگیں جن سے وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ اس نے صحیح سمت اختیار کی ہے اور وہ سرحد کی طرف جا رہا ہے۔

سورج اب اس کی آنکھوں کے سامنے دور درختوں کے طویل سلسلے کے پیچھے اتر رہا تھا۔ یہ اس کے ملک کی سرحد تھی۔

اور ——

یہی تھی اس کی منزل ——!!

اس نے ایک خاص مقام پر پہنچ کر سائیکل کو خدا حافظ کہا اور کھیتوں کے سلسلے میں چھوڑ کر اپنی راہ لی ——

اس کے اندازے کے مطابق سرحد یہاں سے قریباً چھ سات کلومیٹر دور تھی۔ جہاں تک پہنچنے کے لئے اسے شام کے بعد تلوار کی دھار پر چلنا تھا۔

اس نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے دعا مانگی تھی کہ آسمان صاف رہے کیونکہ ستارہ شناسی کے علم سے وہ کافی مدد لے کر اپنی سمت راست رکھ سکتا تھا ——

اسے یقین تھا کہ اگر دشمن اس سے متعلق الرٹ ہے تو اس کے اپنے بھی بے خبر نہیں ہوں گے اور انہوں نے بھی اس کی بحفاظت واپسی کے لئے ہر ممکنہ اقدام کیا ہو گا۔

اس نے اپنے لئے ایک محفوظ ٹھکانہ تلاش کر لیا تھا جہاں سے اسے اب شام ڈھلنے کے بعد نکلنا تھا۔

کپڑے کا تھیلا اس کے ہاتھ میں تھا اور پستول فائرنگ پوزیشن کے لئے بالکل تیار جب وہ اللہ کا نام لے کر جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔

دن کی روشنی میں اس نے حد نظر تک کا سارا منظر اپنے ذہن پر نقش کر لیا تھا اسے اندازہ تھا کہ راستے میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں۔

اندھیرا ابھی اتنا زیادہ بھی نہیں ہوا تھا۔

لیکن ——

اتنا کم بھی نہیں کہ وہ آسانی سے دکھائی دے سکے۔ اس نے کچے راستے کے ساتھ ساتھ درختوں کے جھنڈ کو اپنی گذرگاہ بنایا تھا اور بڑی احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم رکھتا سرحد کی طرف جا رہا تھا ——

اچانک ہی اسے اپنے دائیں طرف روشنی کا ایک طوفان سا اٹھتا دکھائی دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ایک محفوظ آڑ لے لی جہاں وہ روشنی سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ یہ آڑ کچے راستے کے اتنا نزدیک تھی کہ وہ آسانی سے ادھر آنے والی جیپ کا نمبر بھی پڑھ سکتا تھا۔

جیپ تیزی سے اسی طرف آ رہی تھی اور اس سے بمشکل پندرہ بیس گز دور آ کر رک گئی جس سے پانچ جوان چھلانگیں لگا کر باہر آئے اور انہوں نے عین اس جگہ ناکہ لگایا جہاں وہ کچھ دیر پہلے خود چھپا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ تو کیپٹن جمشید کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے جیپ کے واپس مڑنے کا انتظار کیا اور جیسے ہی جیپ کمپنی ہیڈ کوارٹر کی طرف گھومی کیپٹن جمشید نے اس کے تعاقب میں اپنا سفر شروع کر دیا۔

اسے یہ اطمینان ضرور تھا کہ یہاں سے کمپنی ہیڈ کوارٹر تک اب اور کوئی ناکہ اس راستے پر نہیں آئے گا اور وہ آسانی سے یہ ناکہ کراس کر آیا تھا ——

قدرت اس کا ساتھ دے رہی تھی ——

آسمان کھل گیا تھا ——

گہرے نیلے رنگ کے آسمان پر ستارے بڑے واضح دکھائی دینے لگے تھے۔ کیپٹن جمشید نے بڑی مشکل سے ستاروں کی روشنی میں وقت دیکھا رات کے قریباً آٹھ بج رہے تھے جس کا مطلب تھا کہ مطلوبہ ستارہ نمودار ہونے والا ہے کیونکہ یہ چاند کی ڈھلتی تاریخیں تھیں اور ان میں آٹھ سے دس بجے تک اسے کچھ خاص ستارے شناخت کرنے تھے۔

ایک قدرے محفوظ اور کھلی جگہ پر وہ رک گیا اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر اس نے بڑی باریک بینی سے ستاروں کا جائزہ لینا شروع کیا ——

دس بارہ منٹ کی تھکا دینے والی مشقت کے بعد مطلوبہ جگہ اپنی پوزیشن تبدیل کرنے کے بعد بالآخر قسمت نے یاوری کی اور مطلوبہ ستارہ اسے دکھائی دے گیا۔

کیپٹن جمشید نے شکر کے کلمات ادا کرتے ہوئے اسے اپنے بائیں کندھے پر لیا اور اپنے سفر کا آغاز کر دیا وہ بہت پھونک پھونک کر بلی کی طرح زمین پر پنجوں کے بل چل رہا تھا۔

پستول اب اس نے ماہر کمانڈوز کی طرح ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ محض ایک سیکنڈ کی مہلت پر وہ فائر کرنے کے لئے تیار تھا ——

اس کی تمام حسیات مکمل بیدار تھیں ——

اس کا ذہن اس وقت مکمل بیداری کی حالت میں تمام باتیں کمپیوٹر کی طرح ریکارڈ کر رہا تھا۔

اسے علم تھا کہ اس نے اب تک کتنا فاصلہ طے کیا ہے۔

اسے اپنی سمت کا احساس تھا۔

اسے گھڑی دیکھے بغیر یہ بھی معلوم تھا کہ وہ قریباً پون گھنٹہ سے مسلسل چل رہا ہے۔ اس درمیان اس نے دو تین مرتبہ معمولی آہٹ پر رک کر صورتحال کا جائزہ بھی لیا تھا۔ اب وہ بہت زیادہ محتاط تھا۔ اگر اس نے اپنے تمام اندازے صحیح رکھے تھے اور اس

اردو فینز ڈاٹ کام

کے دماغ کا کمپیوٹر بالکل صحیح کام کر رہا تھا تو اگلے آٹھ دس منٹ میں اسے یقیناً سرحد کے پار ہونا چاہئے تھا۔

پانچ منٹ مزید گزر گئے۔

اچانک وہ ٹھٹک کر اپنی جگہ بیٹھ گیا اسے مغرب کی سمت سے آنے والی ہوا کے دوش پر کچھ آوازیں اپنی سمت سفر کر کے آتے محسوس ہوئیں ———

یہ ہیر کے بول تھے ———

بے اختیار اس نے سرہلا کر اپنے ساتھیوں کو داد دی۔ جن کی طرف سے اسے یہ سگنل موصول ہوا تھا کہ وہ سرحد پر پہنچ چکا ہے ———

ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھا کیپٹن جمشید نئے عزم کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بدن چیتے کی طرح تن گیا۔

"ہالٹ" کسی زوردار آواز آئی تھی۔

ایک لمحے کا توقف کئے بغیر اس نے آواز کے تعاقب میں فائر کیا اور زمین پر گر کر مسلسل رول کرتا گیا۔

اس کی پستول سے گولی نکلنے اور دوسری طرف سے چیخ کی آواز بلند ہونے میں بمشکل ایک دو لمحے کا فرق پڑا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کے اندھیرے میں آواز پر نشانہ لگانے کی تربیت آج کام آگئی ہے۔

اگر وہ فائر کرتے ہی زمین پر گر کر لوٹنیاں کھاتے جھاڑیوں کے عقب تک نہ پہنچتا تو اب تک اس کے جسم سے اس کی گولی کا شکار ہونے والے بی ایس ایف کے حوالدار کے دونوں ساتھیوں کی چلائی درجنوں گولیاں پار ہو چکی ہوتیں۔ وہ زمین سے چپک کر سانپ کی طرح برق رفتاری سے اپنی سرحد کی طرف رینگ رہا تھا۔

ابھی تک بی ایس ایف والوں نے اس خوف سے کوئی ٹارچ بھی روشن نہیں کی تھی کہ مبادا ٹارچ جلانے والا بھی "ہالٹ" کہنے والے کی طرح اس کی گولی کا نشانہ نہ بن جائے۔

اچانک ہی کیپٹن جمشید کو کچھ راحت کا احساس ہوا۔ اس کے کانوں نے اس فائرنگ کی آواز پر اپنی سرحد کی طرف سے فائرنگ کی آوازیں سن لی تھیں ———

شاید رینجرز کی کسی پیٹرول پارٹی کے جوانوں نے بی ایس ایف کی توجہ ہٹانے اور اسے مہلت دلانے کے لئے فائرنگ شروع کر دی تھی۔

○

اس کا اندازہ بالکل صحیح تھا ———

کیپٹن جمشید کی گمشدگی کے بمشکل دو گھنٹے بعد ہی اس کی کمپنی کو علم ہو گیا تھا کہ وہ غلطی سے دشمن کے علاقے میں پہنچ گیا ہے۔

اگلے روز مقامی ایجنٹ نے جب بی ایس ایف کے کمپنی ہیڈ کوارٹر کے نزدیک کسی تربیتی مرکز کی تباہی کی خبر پہنچائی تو اس کے او۔ سی کو یقین ہو گیا کہ جمشید ابھی زندہ ہے اور وہ زندہ کبھی دشمن کے ہاتھ نہیں لگے گا۔

دوسرے روز علی الصباح ارد گرد تقریباً سو کلو میٹر کے ایریا میں پھیلی رینجرز کی پوسٹوں کے کمپنی کمانڈرز کی ہنگامی میٹنگ مقامی ہیڈ کوارٹر میں طلب کی گئی جہاں او۔ سی صاحب نے انہیں بریفنگ دے کر بتایا کہ کسی طرح کیپٹن جمشید غلطی سے سرحد پار کر گیا ہے اور وہ اگلے کچھ دنوں میں واپس آنے کی کوشش کرے گا۔

"جنٹل مین! جمشید ہمارا مایہ ناز کمانڈو ہے۔ وہ جیتے جی کبھی دشمن کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ البتہ وہ دو تین روز کے بعد قسمت آزمائی کرے گا۔ اس امید پر کہ اب شاید دشمن اتنا چوکس نہ رہا ہو ——— آپ لوگ کل ہی سے اپنے ذرائع سے ادھر یہ پیغام پہنچا دیں کہ جس آرمی افسر نے غلطی سے سرحد عبور کی تھی وہ واپس پہنچ گیا ہے ——— اور شام کے بعد فرنٹ ڈیفنس لائن پر چوکسی بڑھا دیں ——— وائیٹ لائن کے بالکل ساتھ ساتھ پیٹرول کراتے رہیں تاکہ کسی بھی ممکنہ ضرورت پر اسے کور فائر دے سکیں ——— اور ہاں شام کے بعد گانے، بجانے کی محفل بھی ذرا دو چار دن گرم رکھیں تاکہ ہمارے شیر کو سرحد کی سمت کا اندازہ رہے ——— امید ہے آپ کو میری بات کی سمجھ آگئی ہو گی؟"

———

انہوں نے افسران سے کہا۔

"یس سر —— یس سر ——"

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

اور ——

اگلے ہی روز انہوں نے ممکنہ حفاظتی اقدامات کر لیے تھے ——

دن کے اجالے میں سرحد پر ہونے والی رینجرز اور بی ایس ایف کے جوانوں سے ملاقاتوں میں یہ خبر رینجرز کے جوانوں کے ذریعے دوسری طرف پہنچ گئی تھی کہ غلطی سے سرحد عبور کرنے والا فوجی افسر واپس پہنچ گیا ہے ——

اس کے ساتھ ہی دوسرے ممکن اقدامات بھی ہو رہے تھے ——

آج کیپٹن جمشید کو چھٹا دن ہونے کو آ رہا تھا اور بھارتی سرحد کے اندر پھیلے پاکستان انٹیلی جنس کے ایجنٹ نے ابھی تک اس کی گرفتاری کی تصدیق نہیں کی تھی ——

جلال والا پوسٹ پر موجود انسپکٹر افضل شاہ کو یقین تھا کہ کیپٹن جمشید زندہ ہے اور ضرور واپس لوٹے گا۔

کیپٹن جمشید نے اس کی پوسٹ کے ذریعے تین ماہ تک آپریٹ کیا تھا۔ اس درمیان دونوں اچھے دوست بن چکے تھے۔

وہ سید زادہ اپنی پاکبازی کے لئے رینجرز میں بڑی عزت اور توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

گذشتہ پانچ روز سے وہ ساری رات اپنے جوانوں کے ساتھ "وائیٹ لائن" کے نزدیک گھوم رہا تھا۔

آج بھی وہ معمول کے مطابق قرآنی آیات کا ورد کر رہا تھا جب اسے دوسری طرف سے پہلے ایک فائر پھر درجنوں فائروں کی آوازیں سنائی دیں جس کا صاف مطلب یہی تھا کہ ان کا شیر آ چکا ہے۔

اس کے اشارے پر اس کے جوانوں نے دوسرے ہی لمحے اس سمت فائرنگ شروع کر دی۔

وہ لوگ پوزیشن بدل بدل کر اس طرح فائرنگ کر رہے تھے کہ دشمن کو ان کی زیادہ تعداد کا احساس ہو اور کیپٹن جمشید کو زیادہ سے زیادہ کور میسر آئے ——

ابھی انہیں بمشکل چار پانچ منٹ ہی اس بلی چوہے کے کھیل میں گذرے تھے کہ اچانک ہی ان کی چھٹی حس نے نزدیک ہی جھاڑیوں کے عقب سے کسی کے گزرنے کا احساس دلایا ——

"ہالٹ —— ہالٹ —— ہالٹ"

سب جوان باری باری پکارے ——

تین چار ٹارچیں روشن ہوئیں اور دوسرے ہی لمحے انسپکٹر افضل شاہ نے "ویل کم سر" کا نعرہ بلند کیا اور جمشید کو گلے لگا لیا ——

جمشید کو حیرت اس بات کی تھی کہ افضل شاہ نے اس حلیئے میں اسے پہچان کیسے لیا؟

"خوش آمدید"

رینجرز کے جوانوں کے ہاتھ سلیوٹ کے لئے اٹھتے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے ہیرو کو گھیرے میں لے رکھا تھا جو وہیں ریتلی زمین پر سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی انکساری اور اس کی شکر گزاری کر رہا تھا ——

افضل شاہ کے اشارے پر ایک جوان بھاگم بھاگ پوسٹ پر پہنچ گیا تھا جس نے وہاں موجود جوانوں کو کیپٹن صاحب کی آمد کا مژدہ جانفزا سنا دیا تھا۔

جب تک کیپٹن جمشید انسپکٹر افضل شاہ کے ساتھ پوسٹ پر پہنچا جوانوں نے اس کے لئے چائے تیار کرنا شروع کر دی تھی ——

کمپنی ہیڈ کوارٹر سے یہ اطلاع مقامی رجمنٹل ہیڈ کوارٹر کو مل گئی تھی اور کرنل صاحب خود اس کے استقبال کے لئے اس کے منتظر تھے۔ جوانوں کے اصرار پر کیپٹن جمشید

نے وہاں چائے پی اور تقریباً آدھا گھنٹہ جیپ کے سفر کے بعد وہ کمپنی ہیڈ کوارٹر اور وہاں سے ایک دوسری جیپ کے ذریعے اپنی رجمنٹ میں پہنچ چکا تھا۔ جہاں اپنے دونوں بازو پھیلائے اس کے او۔ سی اس کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

***

نیا باب

چھ دن کی مسلسل بھاگ دوڑ اور خوراک کی کمیابی نے اس کی صحت پر کوئی خاص اثر تو نہیں کیا تھا۔ لیکن افسران اعلیٰ نے اس کا مکمل میڈیکل چیک اپ کروایا تھا جس کے بعد اسے دو دن مسلسل آرام کی ہدایت کی گئی تھی جمشید کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ اس نے ان دو دنوں کی درمیان اطمینان سے اپنی رپورٹ مکمل کرلی تھی اور سرحد عبور کرنے سے واپسی تک کے تمام واقعات اور آخر میں خانم اور سائیں لوک سے متعلق اپنی سفارشات لکھی تھیں۔

تیسرے دن جب اسے انٹیلی جنس ہیڈ کوارٹر میں لے جایا گیا تو اعلیٰ افسران کا ایک بورڈ میجر جنرل کی سربراہی میں اس کا انٹرویو لے رہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے چھ اعلیٰ دماغ بیٹھے تھے ان سب کے سامنے اس کی فائل کردہ رپورٹ کی کاپیاں دھری تھیں جن کا انہوں نے بغور مطالعہ کرنے کے بعد مختلف جگہ نشانات لگائے تھے۔

اس کے ساتھ سوال جواب کا سلسلہ مسلسل چھ گھنٹے چلتا رہا——

اس درمیان متعدد مرتبہ چائے، کافی اور سینکس سرو کئے گئے۔ چھ گھنٹے بعد اسے دو گھنٹے آرام کی مہلت دی گئی۔

لیکن——

ان افسران کا باہم صلاح مشورہ جاری رہا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

وڈیروں سے ہے۔ اس رپورٹ میں شک ظاہر کیا گیا تھا کہ وڈیرہ بجل کا قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے وڈیرہ سولنگی شاید مختلف وارداتوں جس میں حکم داد کا نام ہی لکھوا دیتا ہے اور اس علاقے میں ہونے والی اکثر لوٹ مار کی وارداتوں کا ذمہ دار حکم داد ہی کو ٹھہرا کر اس کے جرائم میں اضافہ کرواتا رہتا ہے۔

یہ بات تو ریکارڈ پر تھی کہ حکم داد اور وڈیرہ سولنگی کی آپس میں دشمنی ہے اور حکم داد اس پر دو مرتبہ قاتلانہ حملہ بھی کر چکا ہے ——

کیپٹن جمشید کو اب کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی ——

اس کے سامنے پروین خانم، وڈیرہ سولنگی اور حکم داد کے نام نمایاں ہو رہے تھے۔

اسے تکون کے تین زاویے دیئے گئے تھے اور اب چوکور مکمل کرنے کے لئے سائیں لوک کی اصلیت درکار تھی۔

اگلے روز اس نے اپنے ایک انسپکٹر کو سائیں لوک کے خاندانی پس منظر سمیت مکمل معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف روانہ کر دیا جبکہ دوسرے کو خانم کی مکمل رپورٹ تیار کر کے اگلے 48 گھنٹوں میں پیش کرنے کا حکم دیا مقامی ٹی وی سٹیشن کا پی آر او سبحانی اس کا کلاس فیلو اور کالج کے زمانے کا بہترین دوست تھا۔ دونوں کبھی کبھی فون پر ایک دوسرے کے حال احوال دریافت کر لیا کرتے تھے۔

اس روز جب اس نے فون پر سبحانی کو بتایا کہ اس کی پوسٹنگ کراچی ہو گئی ہے تو سبحانی کی باچھیں کھل گئیں

"شکر ہے یار ہم بھی کسی پر رعب ڈالنے کے قابل ہوئے"

اس نے فون پر ہی ہنستے ہوئے کہا۔

شام کو دونوں نے ایک ہوٹل میں ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ اس ہوٹل سے ان کی کالج کے زمانے کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔

○

دونوں اکٹھے ہی ہوٹل پر پہنچے تھے ——

جمشید جان بوجھ کر یہاں ٹیکسی کے ذریعے آیا تھا۔

سبحانی نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ دونوں کچھ دیر تک کالج کے زمانے کی یادیں دھراتے رہے پھر اچانک ہی جمشید نے بر سر مطلب اس سے پوچھ لیا۔

"یہ پروین کیا چیز ہے یار —— بڑے ڈراموں میں آ رہی ہے ——"

"کیا بات ہے پیارے —— کیا چکر ہے ——"

سبحانی نے اس کی طرف دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے پوچھا۔

جمشید نے اسے اصلی بات تو نہیں بتائی البتہ اس سے پروین کے متعلق تمام ممکنہ معلومات ضرور حاصل کر لیں —— جن میں اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ پروین کو موجودہ مقام تک پہنچانے میں سب سے بڑا ہاتھ خانم کا ہے —— جمشید کا ماتھا ٹھنکا

"گذشتہ سال اس کی ایک ٹی وی سیریل طوفان بڑی کامیاب رہی" ——

جمیشد نے اگلی بات کہی۔

"ہاں —— یار تب میں نے نیا نیا چارج لیا تھا —— سالی ہے بہت نخرے والی۔ ان دنوں اس کی طرف سے عجیب پھڈا پڑ گیا تھا —— آخری دو تین شوٹنگوں کا سارا شیڈول ڈسٹرب ہو گیا بلکہ ایک ہفتہ تو ڈرامہ آن ائر نہ ہو سکا ——"

سبحانی نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں ں ں ——"

جمشید کو اب سب کچھ سمجھ آ گیا تھا۔

"کیا ہوا تھا؟" ——

"ارے ہونا کیا تھا —— سنا تھا سالی اپنے کسی یار کے ساتھ گلچھرے اڑانے میں مصروف تھی اور یہاں سارا شوٹنگ شیڈول ڈسٹرب ہو رہا تھا۔ دو شوٹنگیں کینسل ہو گئیں۔ خانم کی طرف سے اس کی بیماری کا بہانہ بنایا گیا —— حالانکہ بیمار وغیرہ کچھ نہیں تھی"

سبحانی نے بددلی سے کہا۔

اردو فنز ڈاٹ کام

"تمہارے ہاں شاید شوٹنگز وغیرہ کا کچھ ریکارڈ تو ہوتا ہو گا۔"——

جمشید نے اگلا سوال داغ دیا۔

"ہاں —— دکھاؤں گا تمہیں —— لیکن خیریت تو ہے ناں"——

سجانی اب کچھ سنجیدہ ہو رہا تھا۔

"خیریت ہی ہے دوست —— دراصل ایک انکوائری آئی ہوئی ہے جس کے لئے میں خوار ہو رہا ہوں۔ سوچا تم سے تمہاری ہی مدد لے لوں —— چلو لعنت ڈالو اس موضوع پر باتیں ہوتی رہیں گی۔ تم کل مجھے ذرا وہ رجسٹر وغیرہ دیکھا دینا۔ کچھ تاریخیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ اور تم ان فوجی افسروں کو جانتے ہو —— ہر شے انہیں ڈسپلن میں چاہئے —— ہر واقعہ کی تاریخ، مقام، وقت سارا کچھ —— کیا مصیبت ہے۔ اچھا سناؤ کبھی خان بھی ملتا ہے یا سالا اکیلے ہی گلچھڑے اڑا رہا ہے"——

اس نے اپنے ایک پرانے اور ساتھی کی طرف باتوں کا رخ موڑ دیا۔

سجانی نے اس کے ساتھ مل کر اپنے تیسرے دوست خان کو دو تین گالیاں دیں اور اس کی بے وفائی کا رونا شروع کر دیا۔

کیپٹن جمشید نے کچھ وقت اس کے ساتھ گذارا پھر اگلے روز اس سے ٹی وی سٹیشن پر ملاقات کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

اگلے روز جب اس نے پرانے ریکارڈ سے طوفان سیریل کے رجسٹر نکال کر چیک کئے تو اسے علم ہوا کہ سیٹھ ہانڈی والا کے قتل کے بعد سے اس روز تک پروین نے شوٹنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اس ڈرامے کے پروڈیوسر نے اپنے ریمارکس میں اسے سخت سست کہا تھا اور ہیڈ کوارٹر سے اس کے خلاف انضباطی کارروائی کی درخواست بھی کی تھی

——

پروین کی طرف سے کراچی کے ایک بڑے ہسپتال کا سرٹیفکیٹ داخل کروایا گیا تھا جہاں وہ آٹھ روز بیماری کی وجہ سے داخل رہی —— جس پر سٹیشن ڈائریکٹر نے اس کے خلاف کوئی بھی ایکشن لینے سے انکار کر دیا تھا——

کیپٹن جمشید نے اس کے داخلے کی تاریخیں نوٹ کیں اور اس ہسپتال کا رخ کیا۔

اپنا تعارف کروانے کے بعد اس نے پرائیویٹ رومز میں داخل رہنے والوں کا ان دنوں کا ریکارڈ طلب کیا اور ہسپتال کے ایڈمنسٹریٹر کے علم میں لائے بغیر ادھر ادھر کی باتیں کر کے اپنے مطلب کی بات نکال لی —— یہ رجسٹر بتا رہا تھا کہ ان دنوں میں کسی وارڈ یا کمرے میں پروین نام کی کوئی لڑکی داخل ہی نہیں رہی —— جس سے صاف سمجھ آتا تھا کہ سرٹیفکیٹ جعلی تھا اور ایسے جعلی سرٹیفکیٹ بنانا اس معاشرے میں کوئی مشکل بات نہیں تھی —— خانم نے بھی خانہ پری کے لئے ایسا کر دیا ہو گا——

خانم کے پیش کردہ سرٹیفکیٹ پر کسی کو اعتراض کرنے کی جرات کہاں ہوئی ہو گی۔

جمشید نے عملے کا تعاون کے لئے شکریہ ادا کیا اور باہر آ گیا——

اب وہ بالکل کلیر تھا——

اسے یقین تھا کہ سیٹھ ہانڈی والا کے اغوا اور قتل کے جرم میں پروین یا تو شامل تھی یا اسے کوئی معلومات ضرور حاصل ہیں——

اپنی رپورٹ اور ممکنہ اقدامات سے متعلق اس نے تفصیلاً اعلیٰ حکام کو آگاہ کر دیا۔

وہ جو کچھ کرنے جا رہا تھا اس کے لئے او۔ سی صاحب نے ہیڈ کوارٹر کی اجازت ضروری سمجھی جو انہیں مل گئی——

"آل رائیٹ جنٹل مین —— ڈوات —— ڈوات ناؤ"——

انہوں نے جمشید کی کمر پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

گذشتہ پانچ روز سے وہ بہت سخت اعصابی جنگ لڑ رہا تھا۔ جس نے اسے تھکا ڈالا تھا۔

اب کسی ایک نتیجے پر پہنچنے کے بعد وہ خود کو قدرے سہولت میں محسوس کر رہا تھا۔

اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر گرم گرم کافی منگوائی اور کچھ سوچتے ہوئے پروین کا وہ خصوصی ٹیلی فون نمبر گھمایا جو اسے سجانی نے دیا تھا——

دوسرے طرف سے کسی بھاری بھرکم مردانہ آواز نے "ہیلو" کیا۔

اردو فینز ڈاٹ کام

"جی مجھے میڈم پروین سے ملنا ہے۔"

اس نے انگریزی میں کہا۔

دوسری طرف سے ملی جلی زبان میں اس کا تعارف دریافت کیا گیا۔

جمشید نے اپنا تعارف ایک امریکن نیشنل پروموٹر کی حیثیت سے کروایا اپنی ایک جعلی کمپنی کا نام لیا اور بتایا کہ وہ یورپ اور امریکہ میں تین پروگراموں کے لئے میڈم پروین سے بات کرنا چاہتا ہے۔

دوسری طرف سے اسے بتایا گیا کہ وہ شہر میں نہیں ہیں۔

"لیکن مجھے تو پرسوں کی فلائیٹ سے واپس جانا ہے ——— اگر ان کی آمد کا کچھ علم ہو تو میں ایک دو دن رک بھی سکتا ہوں۔"

"اس نے پتہ پھینکا

"ایک منٹ ———"

دوسری طرف سے کہہ کر بات کرنے والے نے فون کسی عورت کو دے دیا۔ جس نے اس سے انگریزی میں بات کی تھی۔ پڑھی لکھی عورت معلوم ہوتی تھی ———

جمشید نے جلد ہی اسے شیشے میں اتار لیا ———

"میڈم کی واپسی کل رات کی فلائیٹ نمبر پی کے 410 سے ہے آپ انہیں پرسوں صبح 10 بجے مل سکتے ہیں۔" ———

دوسری طرف سے کہا گیا۔

جمشید نے بڑی گرم جوشی سے اس کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ اس نے فون پر ہی آدھی جنگ جیت لی تھی۔

○

فلائیٹ نمبر پی کے 410 کے استقبال کے لئے وہ خود ائر پورٹ پر موجود تھا ——— اس کی ایجنسی نے پسنجر لسٹ چیک کر لی تھی۔ جس میں پروین شیروانی کا نام بھی شامل تھا۔

"یس سر" ———

انسپکٹر کا ہاتھ فوراً اسلیوٹ کے لئے اٹھ گیا۔

"مجھے اس بیگیج کی تلاشی لینی ہے۔" ———

اس نے دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا ——— مجھے جانتے ہو ———"

پروین اچانک ہی پھٹ پڑی ———

"شٹ اپ ———"

جمشید کے بجائے اس کے ساتھی نے اسے اس بری طرح ڈانٹا کہ وہ دوبارہ اپنی جگہ اس طرح بیٹھ گئی جس طرح اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی ———

"دیکھئے میڈم آپ جو کوئی بھی ہیں ——— یہ سویلین لوگ نہیں"

اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ دوبارہ اس طرح بولیں گی تو شاید میں آپ کو کچھ نہ کہوں لیکن یہ لوگ برداشت نہیں کریں گے۔" ———

"کیوں لوگے تم میری تلاشی ——— تمہیں کیا اختیار ہے۔"

پروین نے دوبارہ سنبھل کر کہا۔

"میڈم پلیز ——— یہ سینئر لوگ ہیں۔ انہیں قانونی حق حاصل ہے۔ ہماری تلاشی بھی لے سکتے ہیں۔"

اس مرتبہ انسپکٹر نے مداخلت کی تھی۔

"ان کے لاک کھولئے ———"

جمشید نے اس سے کہا۔

پروین بڑے غصے سے اٹھی اور لاک کھولنے لگی۔ اس کے پاس کوئی غیر قانونی چیز نہیں تھی ——— یہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس سے کسٹم ڈیوٹی وصول کر لیتے ——— لیکن ایک مرتبہ یہاں سے باہر جانے کے بعد وہ خانم کے ذریعے ان کی وردیاں اتروا دیتی تھی

اردو فینز ڈاٹ کام

ـــــ

ایک اٹیچی کیس اور دو بیگ کھل گئے۔ کیپٹن جمشید کے اشارے پر اس کے جوانوں نے ایک ایک چیز نکال کر باہر رکھنی شروع کر دی اور اس دوران وہ تھیلی بھی نکال کر باہر رکھ دی۔

"اسے کھولیے ـــــ اس میں کیا ہے۔" ـــــ

اس نے پروین سے کہا۔

پروین نے حیرت سے تھیلی کو دیکھا۔ اس نے ایسی کوئی تھیلی اپنے بیگج میں نہیں ڈالی تھی ـــــ حیرانگی سے اس نے تھیلی کھولی اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس میں تو بہت قیمتی ہیرے تھے۔

پروین کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اسے یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ وہ اصلی ہیرے نہیں نقلی تھے۔

"یہ میرے نہیں ہیں ـــــ میں نے نہیں ڈالے" ـــــ

اس نے بمشکل کہا۔

"اگر آپ میری جگہ ہوتیں تو کیا اس جواب کو صحیح مانتیں۔"

کیپٹن جمشید نے بڑے احترام سے کہا۔

"یس میڈم ـــــ ممکن ہے آپ کے ساتھ کوئی سازش ہو گئی ہو ـــــ آپ تو ـــــ"

انسپکٹر نے اس کی حمایت میں کچھ کہنا چاہا ـــــ

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔" ـــــ

کیپٹن جمشید نے دوبارہ کہا۔

"لیکن یہ میرے نہیں ہیں۔ میں نے کہا ناں کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ تم مجھے نہیں لے جا سکتے مجھے معمولی عورت نہ سمجھ لینا۔ یہ سازش ہے۔ سازش ہے ـــــ"

پروین غصے سے الم غلم بولتی چلی جا رہی تھی۔

"آپ ہمیں زبردستی پر مجبور کر رہی ہیں ـــــ ہم آپ کو اغوا کر کے نہیں لے جا رہے۔ اگر یہ کوئی سازش ہے تب بھی آپ کو ہمارے ساتھ جانا ہو گا۔ تاکہ ہم اس سازش کا پتہ لگا کر اصلی مجرم کو پکڑ سکیں ـــــ آپ کو تعاون کرنا ہو گا" ـــــ

اس نے اپنے جوانوں کو سامان پیک کرنے کے بعد اٹھانے کا حکم دے کر پروین کی طرف دیکھا

پروین نے یہ اندازہ تو کر ہی لیا تھا کہ یہ فوجی لوگ ہیں اور غلط یا صحیح اس کے سامان سے سمگل شدہ ہیرے برآمد ہوئے ہیں اس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔

لیکن ـــــ

وہ اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں ـــــ

یہ تو الزام ہی غلط تھا۔ اگر وہ واقعی ہیرے لے کر آ رہی ہوتی تو بھی خانم اور سائیں لوک کی موجودگی میں کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا تھا ـــــ اس نے فی الوقت یہاں سے ان کے ساتھ جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

"ٹھیک ہے میں اپنے وکیل کو اطلاع کر دوں ـــــ آپ لوگ مجھے کہاں لے کر جائیں گے۔" ـــــ

اس نے کیپٹن جمشید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔"

جمشید نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

پروین نے اپنے ہینڈ بیگ سے اپنا موبائیل نکالا اور خانم کا نمبر ملانے لگی ـــــ

لیکن ـــــ

دوسری طرف سے ایک ہی جواب مل رہا تھا کہ فون آؤٹ آف آڈر ہے ـــــ

"میڈم جب آپ بے قصور ہیں تو کیوں گھبراتی ہیں۔ مجھے بتاؤ میں خود آپ کے وکیل کو اطلاع کر دوں گا۔ مجھے علم ہے یہ لوگ آپ کو کہاں لے جائیں گے ـــــ آپ

اردو فینز ڈاٹ کام

تو مجھے جانتی ہیں۔ مجھ پر اعتبار کیجئے ——— میں نے کئی مرتبہ آپ کی خدمت کی ہے۔"

انسپکٹر نے اس موقع پر بھی اپنا رول نہیں بھلایا تھا۔

"ٹھیک ہے ——— میں دیکھ لوں گی۔ ایک ایک کو دیکھ لوں گی۔ اگر تمہارا دماغ درست نہ کر دیا تو کہنا ———"

اس نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

"آپ لکھ دیجئے کہ ہم نے ان کے سامان سے ہیرے برآمد کئے ہیں۔" ———

جمشید نے انسپکٹر کی طرف منہ کرکے آنکھ دبائی

"لیس سر ———"

انسپکٹر نے بے بسی سے پروین کی طرف دیکھ کر کہا۔

اس درمیان ان لوگوں نے اتنا وقت گذار دیا تھا کہ مسافر لاؤنج خالی ہو جائے اور اس کی یہاں سے روانگی کا کسی کو علم ہی نہ ہو سکے ———

○

پروین کا سامان ٹرالی پر رکھ دیا گیا تھا ———

وہ لوگ اپنی سیاہ شیشوں والی گاڑی رن وے کی طرف سے لے آئے تھے اور اسے لاؤنج کے باہر ہی سے سوار کروا لیا تھا ———

"آپ کے لئے خصوصی اہتمام کیا ہے۔ اگر پریس والوں کو علم ہو گیا تو نجانے کیا کیا کہانیاں بیان کریں ——— ہم تو آپ کی عزت کرتے ہیں۔ آپ خود ہی شور مچاتی رہیں تو الگ بات ہے۔" ———

کیپٹن جمشید نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

وہ اس کے ساتھ ہی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا جبکہ دونوں جوان سامان سمیت پچھلے حصے میں منتقل ہو گئے تھے۔

پروین کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان کے متعلق کیا رائے قائم کرے ابھی تک ان کا سلوک بہت شریفانہ تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بھی یہ بات سمجھ رہے ہوں کہ پروین

بے قصور ہے۔ اس کے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے۔

ان کے سفر کا اختتام کہاں ہوا؟

اس کا علم پروین کو اس لئے نہ ہو سکا کہ وہ کنٹونمنٹ ایریا سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں رکھتی تھی۔ اور کیپٹن جمشید نے بھی اتنے بے شمار موڑ کاٹے تھے کہ اسے اب کچھ یاد نہیں آ رہا تھا ——— اسے صرف اتنا یاد رہا کہ وہ ایک بڑی اونچی دیواروں والی کوٹھی کے سامنے پہنچے تھے جس کا گیٹ انہیں دیکھتے ہی کھل گیا اور جمشید گاڑی کو اندر برآمدے تک لے گیا تھا۔ جہاں تین چار سفید پوش ان کے منتظر تھے ———

انہوں نے یہاں پروین کا چارج خود سنبھال لیا تھا ——— پروین نے اپنا ہینڈ بیگ پکڑنا چاہا

لیکن ———

انہوں نے اسے اس کا موقعہ نہیں دیا۔

ان لوگوں کا رویہ اسے یہاں تک لانے والوں کے برعکس بڑا درشت تھا اور وہ اس کے جسم کو ہاتھ لگائے بغیر اسے ایک کمرے تک لے آئے تھے جہاں ایک کرخت چہرے والی لڑکی نے جس کی عمر اس سے کچھ کم ہی نظر آ رہی تھی اسے ان لوگوں سے "ریسیو" کر کے انہیں واپس بھیج دیا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ" ———

اس نے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی پروین کو حکم دیا جس کا دماغ دوبارہ گھومنے لگا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ——— کون ہو تم ——— شٹ اپ ———"

اس نے خاتون کو اپنی دانست میں جھاڑ پلائی تھی۔

لیکن ———

دوسرے ہی لمحے اسے یوں لگا جیسے اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی ہو۔ اس کے دائیں گال پر پڑنے والے تھپڑ نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے

اردو فینز ڈاٹ کام

تھے۔ پروین کو بے پناہ کی اذیت کے ساتھ ہی چھت گھومنے کا احساس ہوا وہ گھبرا کر سامنے دیوار سے لگے ایک بنچ پر گر پڑی۔

غصے اور احساس شرمندگی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نارمل ہونے میں اسے قریباً دو منٹ لگ گئے تھے ——

"گٹ اپ۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

اس لڑکی نے پروین کا بازو پکڑ کر جھٹکا دے کر کھڑا کیا اور خوفزدہ پروین نے جس کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہونے لگا تھا —— کسی برقی عمل کے تابع اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے لڑکی نے جو بظاہر بڑی سمارٹ اور سگھڑ دکھائی دے رہی تھی اس کے سارے بدن کی تلاشی ٹھونک بجا کر لی تھی ——

"سامنے بیٹھ جاؤ ——"

اس نے اگلا حکم دیا۔

پروین سہم کر بیٹھ رہی —— کسی انجانے خوف نے اس پر جیسے سکتہ طاری کر دیا تھا

اسے اپنے اغوا کی ساری کہانی دوبارہ یاد آ گئی۔

اس لڑکی نے اپنی میز کے دروازے پہلے سے ٹائپ شدہ ایک پرفارما نکالا اور کاغذ قلم سنبھال کر اس کے سامنے بیٹھ گی۔

"اپنے دماغ کو حاضر رکھ کر مجھے ہر بات کا صحیح صحیح جواب دینا۔ ورنہ تمہاری ساری ہڈیاں ایک ایک کر کے توڑ دوں گی۔" ——

لڑکی کی آواز میں نجانے کیا قہر چھپا تھا جس نے پروین کے بدن پر کپکپی طاری کر دی اسے احساس ہو گیا کہ اسے یہاں تک لانے کے لئے ضرور شریفانہ طریقہ 'استعال کیا گیا تھا —— لیکن اس کا واسطہ قطعاً" شریف لوگوں سے نہیں ہے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟؟"

لڑکی نے پہلا سوال داغا اور پھر مسلسل داغتی چلی گئی۔ اس نے قریباً پون گھنٹہ لگا کر

ایسے پچاس سے زیادہ سوالات کے جوابات لکھے تھے۔

اپنا کام مکمل ہونے پر اس نے میز کے کونے پر لگا بٹن دبایا اور اس کے عقب میں کھلنے والے دروازے سے تین نوجوان اندر آ گئے۔ وہ اس کے سامنے جم کر بیٹھ گئے ایک ٹیپ ریکارڈر انھوں نے اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"اگر کوئی چالاکی کی تو یاد رکھنا ——"

اس لڑکی نے دوبارہ خونخوار نظروں سے پروین کی طرف دیکھا۔

اب تینوں نے سوالات شروع کئے۔ ابھی تک انہوں نے اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ لیکن ان کے سوالات نے اسے اس بری طرح بوکھلا دیا تھا کہ پروین کا دل چاہا وہ ان ہیروں کی سمگلنگ کا اعتراف کر کے اپنی جان چھڑا لے ——

"ہاں! ہاں یہ میرے ہیرے ہیں۔ میں ہی انہیں لائی ہوں۔ میں سمگلنگ کرتی ہوں"

وہ بے بسی سے پھٹ پڑی اور اونچی اونچی آواز سے رونے لگی ——

لڑکی جو اپنے میز پر دوسرے کمپیوٹر میں اس کا "ڈیٹا" فیڈ کر رہی تھی۔ اس کے رونے کی آواز پر اٹھ کر آ گئی۔

اس نے پروین کو بالوں سے پکڑا اور دو تین ایسے ہاتھ جمائے کہ پروین نے ماہی بے آب کی طرح تڑپنا شروع کر دیا۔ اس درمیان تینوں تفتیش کنندہ جس طرح آئے تے اسی طرح واپس لوٹ گئے۔ روتی تڑپتی پروین کو وہی لڑکی بازو سے گھسیٹتی ملحقہ کمرے میں لے گئی اور ایک چھوٹے سے کمرے میں ردی سامان کی طرح پھینک دیا۔

یہ کسی جیل کا کمرہ دکھائی دے رہا تھا۔ جس میں دیوار سے ایک لوہے کا گیٹ لگا تھا جس پر بڑا گندا سا میٹ بچھا تھا اور دروازے پر سلاخیں لگی تھیں۔

پروین کو اندر پھینک کر اس نے لوہے کی سلاخوں والا دروازہ بند کر کے باہر سے لاک کر دیا۔

"خبردار اگر رونے کی آواز بھی نکالی تو ——"

اردو فینز ڈاٹ کام

اس نے دم رخصت پروین کو یوں گھور کر دیکھا کہ اس کی زبان ہی گنگ ہو گئی

○

اس کے جاتے ہی پروین کا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر دیواروں سے سر ٹکرا کر روئے لیکن اس خوف سے کہ کہیں یہ بلا پھر نازل نہ ہو جائے اس نے سسکیاں بھرنے ہی میں مصلحت جانی اور بے دم سی ہو کر پلنگ کے ایک کونے میں بیٹھ گئی ——

قریباً پندرہ بیس منٹ بعد وہاں ایک سفید پوش داخل ہوا جس نے ایک ٹرے میں معمولی سا کھانا اور پانی رکھا ہوا تھا۔ اس نے پروین کا دروازہ کھولا۔ ٹرے اندر رکھی اور دروازہ بند کر دیا۔

"کل دوپہر سے پہلے کچھ نہیں ملے گا —— اسے کھالو۔ ورنہ اسی طرح مر جاؤ گی اور کسی کو علم بھی نہیں ہو گا۔" ——

سفید پوش نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ پروین کو یہ شخص ذرا مختلف دکھائی دیا۔ پروین کا تعلق بہرحال کسی شریف گھرانے سے نہیں تھا۔ اس نے خود کو قدرے نارمل کیا اور سفید پوش سے ہمدردی کے لہجے میں اس کا نام پوچھا۔

"ہم غریبوں کا نام کیا ہو گا میڈم —— نام تو آپ جیسے بڑے لوگوں کے ہوتے ہیں۔" ——

وہ بھی کوئی سیکھا سکھای اداکار لگتا تھا۔

"تم مجھے جانتے ہو کیا۔ ——

پروین نے بڑی ادا سے کہا۔

"جی آپ کو کون نہیں جانتا —— آپ میری پسندیدہ اداکارہ ہیں۔ میں تو آپ کے ڈراموں کے کیسٹ ویڈیو سنٹرز سے لا کر دیکھتا ہوں۔

اس نے ریشہ خطمی ہونے کے انداز میں کہا۔

پروین بے چاری نے یہی سمجھا کہ مرغا اس کے جال میں پھنس گیا ہے۔

"دیکھو میرا ایک کام کر دو —— میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گی۔" ——

اس نے سلاخوں کے نزدیک آ کر کہا۔

"شش" ——

سفید پوش نے اپنے منہ پہ انگلی رکھ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا پھر وہاں سے اٹھ کر بڑے دروازے تک گیا جس سے وہ اندر داخل ہوا تھا —— یوں دکھائی دیا جیسے وہ کوئی سن گن لینے کی کوشش کر رہا ہو —— دو منٹ تک اسی ایکشن میں رہنے کے بعد وہ پروین کے پاس واپس لوٹ آیا۔

"فرمائیے —— اگر میرے اختیار میں ہوا تو ضرور کروں گا —— میں آپ کے لیے جان بھی دے سکتا ہوں"

"میں تمہیں دو فون نمبر دوں گی —— ان میں سے جو بھی نمبر مل جائے اس پر صرف اتنی اطلاع کر دینا کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔ پیسوں کی فکر نہ کرنا —— میں تمہارا دل خوش کر دوں گی۔ —— تمہیں ان فون نمبروں سے رابطے پر ہی منہ مانگا انعام مل جائے گا —— "

اس نے بے چینی سے کہا۔

"میڈم آپ کیا کہتی ہیں —— میں لعنت بھیجتا ہوں پیسوں پر —— یہ زندگی آپ کے کام آجائے مجھے اور کچھ نہیں لینا۔" ——

اس نے قدرے جذباتی لہجے میں لیکن بڑی دبی دبی آواز میں کہا۔

پروین نے اپنی دانست میں بہترین اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھلا پاؤں گی۔" ——

"یہ لمحے بہت قیمتی ہیں —— وقت ضائع نہ کریں —— "

کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے ایک بوسیدہ سی ڈائری نکالی جس پر پہلے ہی کچھ فون نمبر وغیرہ لکھے تھے پھر ایک پن پنسل اس کی طرف بڑھادی۔

پروین نے جلدی جلدی دو نمبر لکھ کر اسے ڈائری تھما دی ——

اردو فنڈز ڈاٹ کام

"میں اب چلتا ہوں ——— خدا کے لئے کسی کو یہ نہ بتایئے کہ آپ کے ساتھ میری کوئی بات ہوئی ہے اگر انہیں علم ہو گیا تو میں غریب مارا جاؤں گا۔" ———

اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک مرتبہ تم فون کر دو ——— تمہیں نوکری کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔"

پروین نے سرگوشی کی۔

"اچھا خدا حافظ ——— میں آج رات ہی ڈیوٹی آف کرنے کے بعد باہر سے فون کر دوں گا۔ آپ یہ کھانا ضرور کھالیں ورنہ یہ لوگ کوئی اور بدتمیزی کریں گے"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا ———

***

نیا باب

دونوں فون نمبر جمشید کے سامنے رکھے تھے ———!!

دونوں نمبر الگ الگ ناموں سے تھے لیکن ایک خانم اور دوسرا سائیں لوک کا نمبر تھا۔ اس نے دونوں نمبروں سے متعلق یہی انکوائری کروائی تھی کہ وہ کس ایڈریس پر لگے ہیں۔ ان میں سے ایک خانم کے بنگلے کا اور دوسرا سائیں لوک کے "آستانے" کا نمبر تھا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ دونوں صرف ان کمینگ (In Comming) لائنیں تھیں۔ ان سے کوئی کال نہیں کی جاتی تھی یہاں صرف کال ریسیو کی جاتی تھی۔ جس سے اندازہ کیا جاسکتا تھا کہ یہ دونوں کتنے خصوصی اور اہم نمبر ہیں۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے اپنے ماتحت کو پروین کو لانے کا اشارہ کر دیا۔

ایک مرتبہ پھر پروین کی جان نکل گئی وہی بلا اس کے سامنے کھڑی تھی۔

لیکن ———

حیرت انگیز طور پر اس کا رویہ بدلا ہوا تھا۔ وہ پروین کو ساتھ لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئی جہاں باتھ روم موجود تھا۔

"اندر تمہارے کپڑے رکھے ہیں۔ دس منٹ بعد میں تمہیں لینے آ رہی ہوں۔"

اس نے پروین کی راہنمائی باتھ روم کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

پروین چپ چاپ باتھ روم میں گھس گئی اور واقعی دس منٹ سے پہلے تیار ہو کر

اردو فینز ڈاٹ کام

واپس ہو گئی۔

دس منٹ بعد وہ آ گئی۔

"چلو"——

اس نے پروین کے آگے چلتے ہوئے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور اس کمرے تک لے آتی جہاں کیپٹن جمشید اس کا منتظر تھا۔ جس نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا۔

"میڈم کے لئے کافی بھیج دو—— میرے لئے کچھ دیر بعد چائے بھیج دینا۔"

——

اس نے لڑکی سے کہا جس نے دونوں پاؤں جما کر اسے اطاعت دی اور باہر چلی گئی۔

اس کے باہر جاتے ہی پروین نے کچھ کہنا چاہا—— لیکن، جمشید نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا——

"مجھے علم ہے تمہارے ساتھ یہاں کوئی اچھا سلوک نہیں ہوا ہو گا—— لیکن کیا کیا جائے—— جب "سائیں لوک" اور "خانم" بھی تمہاری مدد سے انکار کر دیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے اس نے اپنے آخری فقرے کا شدید رد عمل پروین کے چہرے پر دیکھا تھا——

"میں سمجھی نہیں—— آپ لوگ مجھے پاگل کرنے پر تلے ہیں۔"——

وہ پھٹ پڑی۔

"رونا نہیں ورنہ وہ پھر آ جائے گی۔ تمہارا یا تمہارے مالکان کا کوئی قصور نہیں۔ یہاں کے اصول ہی نرالے ہیں۔ یہاں گدھا گھوڑا ایک برابر ہے۔ اور، جو ایک مرتبہ اس عمارت میں آ جائے اس کے تو خون کے رشتہ دار اسے پہچاننے سے انکار کر دیا کرتے ہیں تم سائیں لوک اور خانم کی دور کی رشتہ دار بھی نہیں—— دیکھو پروین بی بی—— اگر تم اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ تمہیں خانم بچا لے گی تو تمہاری عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا

ہے۔

اب تمہاری حیثیت وہ نہیں رہی جو کبھی تھی حکومت سیٹھ ہانڈی والا کے قتل کے بعد سے——"

اس نے جان بوجھ کر آخری فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

پروین کو ایسے لگا جیسے اس کی جان ابھی بدن سے نکل جائے گی——

"کہ کیا کہہ رہے تھے آپ——"

آخری ادھورے فقرے نے باقاعدہ اس کے بدن پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔

"میں تمہیں زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں شاید اس بات کا علم نہیں کہ ڈاکو حکمدار تین روز پہلے گرفتار ہو چکا ہے—— اس نے بتایا ہے کہ سیٹھ ہانڈی والا کو تم نے اغوا کروایا تھا——"

جمشید نے اچانک ہی اس کے اعصاب پر بم چلا دیا۔

"بکواس کرتا ہے وہ حرام زادہ—— اس نے ہمیں اغوا کیا تھا—— اس نے سیٹھ صاحب کو قتل کیا ہے—— اس نے مجھے——"

وہ اپنی جگہ سے تقریباً اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

کیپٹن جمشید کا تیر عین نشانے پر لگا تھا وہ اب گیم ہاتھ سے نکلنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

"لیکن تم برابر کی گناہگار ہو—— تم نے پولیس کو کیوں نہیں بتایا کہ اس نے تم دونوں کو اغوا کیا تھا——"

جمشید کے منہ سے بات ابھی نکلی ہی تھی کہ پروین نے سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔

اس دوران اس کے لئے کافی بھی آ گئی۔

جمشید جان بوجھ کر اسے رونے کا موقعہ دے رہا تھا۔ بالآخر اس نے کہہ دیا۔

"دیکھو پروین اگر تم سمجھتی ہو کہ رونے سے جان چھوٹ جائے گی تو میں بھی تمہارے ساتھ رونا شروع کر دیتا ہوں—— لیکن یہاں ایسا ہوتا نہیں۔ خصوصاً ان

اردو فینز ڈاٹ کام

حالات میں جب کہ خانم نے بھی ——"

"مت نام لیجئے اس حرافہ کا میرے سامنے۔"

اس نے خانم کے نام پر روتے روتے بھڑک کر اس کی بات کاٹ دی۔

"مجھے تو علم ہے —— کیونکہ سائیں لوک نے ہم سے ہاتھ ملا لیا ہے۔ اس نے خانم کے سارے کارنامے ہمیں بتا دیے ہیں —— دیکھو پروین تم خوبصورت ہو نوجوان ہو —— تمہارا کیریئر بڑا شاندار ہے۔ یہاں تمہاری ہڈیاں گل جائیں گی —— میری خواہش ہے کہ تم عزت سے باقی زندگی بسر کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارا براہ راست کسی جرم میں حصہ نہیں تو تم کل صبح رہا کر دی جاؤ گی —— لیکن' اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ خانم اور سائیں لوک سے متعلق تمہارے پاس جتنی بھی معلومات ہیں —— وہ ہمیں دے دو —— اس بات کی ضمانت بھی ہم دیں گے کہ وہ تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ سائیں لوک تو ہمارے ساتھ شامل ہو چکا ہے —— خانم آج گرفتار ہو جائے گی —— یوں بھی اب وہ تمہارے کام کے نہیں رہے ——"

اس نے پروین کی طرف بظاہر بڑی ہمدردی بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"میں تیار ہوں ——"

پروین نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——"

اس نے اپنے سامنے رکھے ٹیپ ریکارڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر رک گیا۔

"ٹھہرو پہلے تم ناشتہ کر لو —— جس طرح ان ظالموں نے تمہارا استعمال کیا ہے۔ اور جتنی مظلوم تم مجھے دکھائی دی ہو اس کے بعد سے میں نے بھی کھانا نہیں کھایا —— پروین بی بی ہم بھی آخر انسان ہیں تمہاری طرح گوشت پوست کے بنے انسان' ہمارے سینوں میں بھی دل دھڑکتے ہیں۔ لیکن یہ ڈیوٹی کا تقاضا ہے —— تم جیسی خوبصورت لڑکیاں اس لئے تو نہیں ہوتیں کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے —— لیکن' جس ملک کا ہم کھاتے ہیں اس کا حلال بھی تو کرنا پڑتا ہے —— ذرا سوچو پروین اگر یہ ملک ہی

نہ رہا تو تمہارا یہ حسن اور جوانی تمہارے بھی کس کام آئے گی؟ —— کبھی تم نے سوچا شاید تم اسے معمولی سی بات سمجھو لیکن تم میری پسندیدہ اداکارہ ہو —— کاش ہم اس طرح نہ ملے ہوتے ——"

اس نے پروین کو اچھا بھلا نارمل کر دیا تھا۔

اس کی بات کے خاتمے پر ایک زہرخندہ سی مسکراہٹ پروین کے ہونٹوں پر جاگی۔ شاید وہ ضمیر کی ملامت کا سامنا کر رہی تھی۔ دونوں نے اکٹھے ناشتہ کیا۔ جس کے بعد اس نے ٹیپ کا سوئچ آن کر دیا ——

پروین بولنے لگی ——

اور —— بولتی چلی گئی

اس نے تین گھنٹے تک آہوں اور سسکیوں کے درمیان اندھے ہوئے گلے سے کبھی نارمل آواز سے اپنا طویل بیان ریکارڈ کروا دیا جس میں خانم' سائیں لوک اور وڈیرہ سولنگی سے متعلق اتنی بے شمار جرائم کی کہانیاں تھیں کہ حکام صرف اس بیان پر تینوں کو گولی سے بھی اڑا دیتے تو مکمل انصاف نہ ہوتا ——!!

اس نے اپنے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنی گھر سے خانم تک کا سارا سفر —— اس کے جرائم کی مکمل تفصیلات ہیومن رائٹس کی آڑ میں ملک میں کھیلے جانا والا گھناؤنا کھیل۔ ایک ایک تفصیل بیان کی تھی ——

اس بیان سے ایک بات صاف ظاہر تھی کہ اسے ابھی تک اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہ لوگ "را" کے لئے بھی کام کر رہے ہیں۔ وہ تو اپنی مجبوریوں کے ہاتھوں آج تک بلیک میل ہو رہی تھی موجودہ زندگی کے عوض اس نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ——

کیپٹن جمشید نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ براہ راست کسی جرم میں حصہ دار نہیں۔ اس بے چاری کو تو یہ علم بھی نہیں تھا کہ سیٹھ ہانڈی والا کو خانم نے اغوا کروایا تھا۔ اسے تو صرف یہ حکم ملتا تھا کہ فلاں شخص کے ساتھ رات گزارو اور فلاں کام کے لئے رضامند کر

آؤ —— یہی کچھ اس نے کیا تھا۔

بیان کے خاتمے پر وہ نڈھال سی ہو کر گر پڑی۔ جمشید کی ہدایت پر اسے عزت کے ساتھ ایک آرام دہ کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔

اس نے پروین سے کہہ دیا تھا کہ اسے فوراً آزاد کرنا اس کی موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف ہو گا۔

پروین نے اسے کہا تھا کہ اب وہ خدا کے بعد صرف اسے اپنا سہارا مانتی ہے۔ آج کے بعد وہ کبھی پرانی زندگی میں واپس نہیں جائے گی۔ نہ ہی اپنے والدین کے پاس جانا پسند کرے گی۔

اس کے بیان کی ریکارڈ شدہ کاپیاں فوراً اعلیٰ حکام کو روانہ کر دی گئی تھیں۔

لیکن، ان میں سیاسی اعلیٰ حکام نہیں بلکہ مادر وطن کے وہ فرزند تھے جن کا جینا مرنا اس ملک کے لئے تھا۔

اس درمیان آئی ایس آئی نے خانم سولنگی اور سائیں لوک کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر لیا تھا۔ ان کی لمحہ لمحہ کی خبر رکھی جا رہی تھی ——

انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سربراہ سر جوڑ کر بیٹھے تھے —— تین گھنٹے کے مسلسل اجلاس کے بعد بالآخر انہوں نے ملک کی تاریخ کا اہم ترین فیصلہ کر لیا ——

○

وڈیرہ سولنگی کو بڑی ہنگامی کال موصول ہوئی تھی ——

خانم اور سائیں لوک کو بھارت یاترا سے لوٹے دو دن ہو گئے تھے۔ لیکن، ابھی تک وہ مصروفیات کی وجہ سے ان سے ملاقات نہیں کر سکا تھا ——

الیکشن کی آمد آمد تھی اور اس نے "را" کی مدد سے جو فضا صوبے میں پیدا کر دی تھی اس کے بعد سے اس کی لسانی پارٹی کو اتنی سیٹیں ملنے کی امید پیدا ہو گئی تھی جن کی مدد سے وہ کسی بڑی پارٹی کو بلیک میل کر کے حکومت میں حصہ ڈال سکیں ——

اور ——

آج کل وہ اس سلسلے میں صوبے کی دونوں بڑی پارٹیوں سے الگ الگ سودے بازی میں مصروف تھا۔ اس درمیان اس نے صوبے کی فضا مسموم بنائے رکھنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی ——

جس فون پر اس نے اہم گفتگو کرنی تھی۔ وہ یہاں نہیں بلکہ دوسری کوٹھی میں موجود تھا۔ وڈیرہ سولنگی بھاگم بھاگ وہاں پہنچا۔

تھوڑی دیر بعد لندن سے گپتا براہ راست اس سے مخاطب تھا۔

"وڈیرہ سولنگی —— ایک پریشان کن خبر ہے ——"

اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

"گپتا جی بابا ہمارے لئے کوئی خبر پریشان کن نہیں۔ اگلے دو تین ماہ بعد ہماری کولیشن گورنمنٹ بننے والی ہے اور تم پریشان کن خبر بتا رہے ہو —— اچھا بتاؤ ——"

اس نے تمسخر اڑانے کے انداز میں کہا۔

"وڈیرہ وقت بہت کم ہے۔ تفصیلات پھر کبھی بتاؤں گا۔ فی الوقت اتنی ہدایت ہے کہ تم اگلے دس بارہ گھنٹے کے اندر اندر سائیں لوک اور خانم کو مروا دو —— وہ دونوں تمہارے ملک کی انٹیلی جنس کی نظروں میں آ چکے ہیں —— اور آج کل میں گرفتار ہونے والے ہیں —— ملک کا کوئی ہوائی اڈہ ان کے لئے محفوظ نہیں رہا —— نہ ہی تم انہیں راتوں رات سرحد پار کروا سکتے ہو کیونکہ دونوں پر آئی ایس آئی نے کڑی نگرانی رکھی ہوئی ہے —— اس سے پہلے کہ ان کے ذریعے یہ لوگ تم تک پہنچیں انہیں مار ڈالو —— ہماری طرف سے یہ اوپن آفر موجود ہے کہ جو کوئی بھی سرحد پار آ جائے ہمارے شرن (پناہ) میں آ جائے گا —— لیکن، قونصلیٹ کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ اس کے باہر بھی ان لوگوں کا کڑا پہرہ ہے ——

گپتا جیسے جیسے بات کر رہا تھا وڈیرہ سولنگی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ رہے تھے ——"

"لیکن یہ سب ہوا کیسے"؟ ——

اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"وڈیرہ سولنگی پاگل مت بنو —— وہ لوگ تم پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ —— کچھ بھی ممکن ہے یہ فون بھی "بگ" ہو سکتا ہے —— تم فوراً میری ہدایات پر عمل کرو —— دونوں کو کسی بھی طرح مار ڈالو —— لڑکوں کو انڈر گراؤنڈ کر دو —— یا سرحد پار کروا دو —— اچھا گڈ لک —— گڈ بائے" ——

دوسری طرف سے رابطہ کٹ گیا۔

وڈیرہ سولنگی نے ایک منٹ کے لئے وہیں بیٹھے بیٹھے کچھ سوچا پھر اپنے منشی کو اندر بلایا۔

"جی سائیں —— حکم سائیں۔"

منشی ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"سائیں لوک شہر میں ہے یا کہیں اور ——"

اس نے پوچھا۔

"ادھر ہی ہے وڈیرہ کیا حکم ہے۔"

منشی نے ہاتھ باندھے۔

"بابا کھیل بگڑ رہا ہے —— جتنی جلدی ہو خانم اور سائیں لوک دونوں کو مروا دو —— اپنے بندے ابھی اسی وقت روانہ کر دو —— ابھی اس وقت یہ کام منٹوں میں ہونا چاہئے۔ منٹوں میں ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ سب کچھ ——"

وہ بڑا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"وڈیرہ سائیں مطمئن رہیے —— سب ٹھیک ہو جائے گا۔ حکم پورا ہو گا سائیں —— حکم پورا ہو گا۔"

یہ کہتا ہوا منشی باہر نکل گیا۔

وڈیرہ سولنگی پریشانی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا جب اچانک ہی کوٹھی کے گیٹ پر

موجود انٹر کام سے اس کے سیکورٹی والوں نے فون کیا ——

"سائیں کچھ لوگ زبردستی اندر گھس آئے ہیں —— اپنا تعلق انٹیلی جنس سے بتاتے ہیں —— کیا حکم ہے سائیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی حکم دے اس کے سامنے کمرے سے دو سمارٹ نوجوان اندر داخل ہوئے۔

"یو آر انڈر اریسٹ

(You are under arrest)

ان میں سے ایک نے پستول تان کر کہا۔

"شٹ اپ کون ہو تم —— کہاں ہے میرا وارنٹ۔"

اس سے پہلے کہ وڈیرہ سولنگی کوئی اگلی بات کہے اس کے دوسرے ساتھی نے چھلانگ لگائی اور اس کی منہ پر ایسا ہاتھ جمایا کہ وڈیرہ کو سارا کمرہ گھومتا دکھائی دیا ——

قریباً دو منٹ بعد سفید پوش اسے اپنے ٹھکانے کی طرف لے جا رہے تھے ——

منشی اور اس کے باقی کارندوں کو انہوں نے دوسری جیپ میں بٹھا لیا تھا۔

عین انہی لمحات میں خانم کے گھر پر اور سائیں لوک کے آستانے پر بھی سفید پوشوں نے ہلہ بولا تھا۔

ان کی ٹائمنگ بڑی شاندار تھی ——!

ایک ہی وقت میں وہ تین جگہ جیسے گھڑیوں کی سوئیاں ملا کر حملہ' آور ہوئے تھے ——!!

○

اگلے روز حکومت کی طرف سے مختصر سا بیان جاری ہوا کہ تینوں کو ملک دشمن سرگرمیوں کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے —— ملزموں کے خلاف ٹھوس ثبوت مل چکے ہیں —— جبکہ اپوزیشن کی طرف سے حکومت پر بڑے گھناؤنے الزامات لگائے گئے تھے ——

اردو فینز ڈاٹ کام

ہیومن رائٹس تنظیموں نے اگلے روز خانم کی گرفتاری کے خلاف جلوس نکالنے کا اعلان کر دیا تھا۔ متعدد سیاسی لیڈروں نے حکومت پر لعن طعن کرتے ہوئے وڈیرہ سولنگی کی گرفتاری کو ملکی سلامتی کے لئے خطرناک قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ حکومت جان بوجھ کر امن و امان تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

دوسرے روز جلسے جلوس شروع ہو گئے ——

ہنگامہ آرائی ہونے لگی ——

آنسو گیس' لاٹھی چارج' مار پیٹ' توڑ پھوڑ

کردار بدل کر پرانی کہانی دہرائی جا رہی تھی ——

کیپٹن جمشید اور اس کے ساتھی حیرت سے یہ "جمہوری تماشا" دیکھ رہے تھے اور آنے والے طوفان کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو تیار کر رہے تھے۔

لاہور —— اگست 96ء

اردو فینز ڈاٹ کام

***